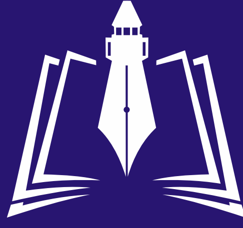
مدیر: اے آر خان

شمارہ: 10
اپریل، مئی، جون 2020



سہ ماہی قندیل حق لندن

QINDEEL-E-HAQ

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : qindeelehaq@gmail.com

فرمان

امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

’’وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ (بنی اسرائیل: ۱۶) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں اُن پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہو گا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اُس سے نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268، 269)

کلام

امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

یہ جو طاعوں ملک میں ہے اِس کو کچھ نسبت نہیں
اُس بلا سے وہ تو ہے اِک حشر کا نقش و نگار

وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو
سست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پیکر کُو کنار

وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر
جس کی دنیا میں نہیں ہے مثل کو ئی زینہار

ایک دم میں غمکدہ ہو جائیں گے عشرت کدہ
شادیاں جو کرتے تھے بیٹھیں گے ہو کر سوگوار

وہ جو تھے اونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اِک جائے غار

ایک ہی گردش سے گھر ہوجائیں گے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہونگی نہیں اُن کا شمار

پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اُس سے ڈر نہیں
ان کو جو جھکتے ہیں اس دَر گہ پہ ہو کر خاکسار

یہ خوشی کی بات ہے سب کام اسی کے ہاتھ ہے
وہ جو ہے دھیما غضب میں اور ہے آمُرزگار

کب یہ ہوگا یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
دی خبر مجھ کو کہ وہ دِن ہوں گے ایّامِ بہار

سخت ماتم کے وہ دن ہونگے مصیبت کی گھڑی
لیک وہ دن ہونگے نیکوں کے لئے شیریں ثمار

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذُوالعجائب سے پیار　(درّثمین)

فہرست

فہرست





اداریہ　کرونا وائرس، عالمی اسٹیج پر خُدا اور مذہب کی واپسی

رانا عبدالرزاق خان ۔ لندن



آنکھوں سے نظر نہ آنے والے کورونا وائرس نے جدید مغربی تہذیب کے سارے سائنسی، تکنیکی، تہذیبی، علمی، سیاسی، معاشی اور عسکری تکبر کو ''کلین بولڈ'' کر دیا ہے مغربی دنیا کے فلسفیوں، ادیبوں، سیاست دانوں اور سائنس دانوں نے گزشتہ تین سو برسوں میں خدا اور مذہب کی تذلیل میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ اردو ادب کے سب سے بڑے نقاد محمد حسن عسکری نے اپنے ایک مضمون میں مغرب کی تین ممتاز ترین شخصیتوں کے اقوال کا ذکر کیا ہے۔ نٹشے نے کہا: خدا مر گیا۔ مارلو نے کہا: انسان مر گیا۔ لارنس نے کہا: انسانی تعلقات کا ادب مر گیا

نٹشے نے تصور کی سطح پر خدا کو مارا۔ مغرب نے فکر و عمل کے ہر دائرے میں خدا کا انکار کر دیا۔ اس نے بے خدا معاشرہ تخلیق کیا۔ بے خدا سیاست کو جنم دیا۔ بے خدا معیشت کو اُبھارا۔ اس نے لامذہب تہذیب پیدا کی۔ اس نے لامذہب ثقافت کو وجود بخشا۔ لامذہب آرٹ کو فروغ دیا۔ خدا مر گیا تو انسان کا مرنا لازمی تھا۔ اس لیے کہ انسان، خدا کی وجہ سے انسان بھی ہے اور زندہ بھی ہے۔ انسان مر گیا تو انسانی تعلقات بھی انسانی تعلقات نہ رہے، بلکہ حیوانی تعلقات بن گئے۔ لیکن صرف نٹشے نے خدا کی توہین نہیں کی۔ سائنٹفک کمیونزم کے بانی کارل مارکس نے کہا کہ مذہب عوام کی افیون ہے، چنانچہ خدا کا تصور بھی ''نشے'' کا حصہ بن گیا۔ روسی انقلاب کے قائد لینن نے کہا: خدا تمہاری طرف ہے۔ کیا خدا قدامت پسند ہے؟ شیطان میری طرف ہے وہ بہت اچھا کمیونسٹ ہے۔ ایک کمیونسٹ اخبار کے مطابق روس کے عظیم رہنما جوزف اسٹالن نے فرمایا: ہم اہلِ ایمان سے نہیں لڑ رہے، ہم مُلّاؤں سے نہیں لڑ رہے، ہم خدا سے لڑ رہے ہیں، تاکہ ہم اس سے اہلِ ایمان کو چھین سکیں۔ جرمنی کے عظیم رہنما نے کہا کہ عیسائیت بیمار ذہنوں کی پیداوار ہے۔ اٹلی کے عظیم رہنما مسولینی نے خدا کو دھمکی دی کہ اگر تُو کہیں موجود ہے تو مجھے مار کر دکھا۔ امریکہ کے صدر جان ایف کینیڈی نے خدا کے ساتھ بڑی ''رعایت'' کی۔ اس نے کہا کہ امریکہ خدا کا ایجنٹ ہے اور اس کے پاس خدا جیسی صلاحیتیں ہیں۔ اس فقرے میں کینیڈی بظاہر خدا کے وجود کو تسلیم کر رہا ہے مگر اس نے امریکہ کو خدائی صلاحیتوں کا حامل قرار دے کر خدا اور امریکہ کو مساوی الحیثیت بنا ڈالا۔ نائن الیون ہوا تو امریکہ کے سب سے بڑے اینکر پرسن لیری کنگ نے سی این این پر ایک پروگرام کیا۔ اس پروگرام کا بنیادی سوال یہ تھا کہ اگر خدا ہے تو پھر اس نے نائن الیون کیوں ہونے دیا؟ اسٹیفن ہاکنگ کو آئن اسٹائن کی سطح کا سائنس دان قرار دیا جاتا ہے۔ اُس نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ کائنات عدم سے فطری قوانین کے تحت وجود میں آئی ہے اور اس کے خالق کی موجودگی کا کوئی امکان نہیں۔ یووال نوح حراری اس وقت مغرب کا مشہور ترین مورّخ ہے۔ اس کی کتاب Homo Deus دنیا کی دو درجن سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ پاکستان میں بھی یہ کتاب اتنی مقبول ہے کہ ہمارے بعض ٹیلی ڈراموں میں روشن خیال افراد اس کا مطالعہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یووال نوح نے Homo Daus میں صاف کہا ہے کہ انسان اور زندگی کا کوئی خالق نہیں۔ اس کے بقول سائنس اب اتنی ترقی کر گئی ہے کہ موت ایک تکنیکی مسئلہ ہے، اور انسان بہت جلد موت پر قابو پا کر اپنی زندگی کا مالک بن جائے گا۔ اس نے لکھا ہے کہ موت خدا کی وجہ سے واقع نہیں ہوتی بلکہ انسان کا دل، گردے یا جگر کام کرنا بند کر دیتے ہیں، چنانچہ انسان مر جاتا ہے۔ نوح حراری نے قیاساً کہا کہ ایک سو سال میں ہم موت پر قابو پانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ مغرب کے نوبیل انعام یافتہ ادیب ولیم فاکنر نے 20 ویں صدی کے وسط میں کہا تھا کہ ایٹم بم نے ہمارے تمام روحانی مسائل ختم کر دیئے ہیں، اور اب مسئلہ صرف جسمانی سطح پر زندہ بچ جانے کا ہے۔ عسکری صاحب اس فقرے پر بہت ناراض ہوئے

اورانہوں نے اپنے مضمون ''زر پرستی اور شعورِ ذات'' میں لکھا کہ اگر ایٹم بم کی وجہ سے ہمارے روحانی مسائل ختم ہو گئے ہیں تو پھر ذہنی آزادی کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا ہوگا۔عسکری صاحب نے یہ لکھنے کے بعد کہا کہ اب فاکسز صاحب بتائیں کہ ایٹم بم کے مقابلے میں جسم کو صرف جسم سے کیسے بچایا جاسکتا ہے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ خلا میں جانے والا پہلا خلا باز سوویت یونین کا یوری گیگرن تھا۔وہ 1961 ء میں خلانورد بنا۔یوری گیگرن خلا سے واپس لوٹا تو روس کے صدر نکیتا خروشیف نے کہا کہ یوری گیگرن نے خلا میں جا کر ہر طرف دیکھا مگر اسے خدا کہیں نظر نہ آیا۔جدید مغربی تہذیب نے خدا اور مذہب کی تحقیر کو صرف اپنے آپ تک محدود نہ رکھا،آج ہندو تہذیب مغربی تہذیب کے آگے ہتھیار ڈالے ہوئے ہے، یہودیت پوری طرح مشرف بہ مغرب ہو چکی ہے۔ بدھ ازم فکری اور عملی سطح پر تقریباً میوزیم میں رکھی ہوئی چیز بن چکا ہے۔موجودہ پوپ یورپ کی نئی نسلوں کو روحانی اور مذہبی معنوں میں گمشدہ نسلیں قرار دے چکے ہیں۔روئے زمین پر صرف اسلام اور اسلامی تہذیب جدید مغربی تہذیب کی مزاحمت کر رہے ہیں،مگر مسلمانوں کی عظیم اکثریت کا بھی یہ حال ہے کہ ان کی زندگی میں خدا صرف ایک تصور بن چکا ہے،اور ان کی زندگیوں میں خدا اتنا ہی موجود ہے جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے۔حالانکہ ان کی زندگیوں میں خدا کو نمک میں آٹے کے برابر موجود ہونا چاہیے۔گھبرایئے نہیں ان باتوں کا کورونا وائرس کے بعد سامنے آنے والے عالمی منظرنامے سے گہرا تعلق ہے۔لیکن اس منظرنامے کے ذکر سے پہلے آپ سلیم احمد کی تقریباً چالیس سال پہلے لکھی گئی ایک حمد ملاحظہ کیجیے:۔

اُبھرتے سورج کی نرم کرنیں
فصیلِ شب کے حصار میں رقص کر رہی ہیں
یہ رقص آغازِ زندگی ہے
اُبھرتا سورج نئے زمانے کی آگہی ہے
نیا زمانہ کہ عہدِ انکار سے گزر کر حیاتِ اثبات بن رہا ہے
خدائے گم کردہ پھر سے آفاق کی حدوں پر اُبھر رہا ہے
خدائے زندہ معاف کر دے
گناہ میرے جو سب کریں گے
وہ لفظ میرے جو سب کہیں گے
وہ درد میرے جو سب سہیں گے

سلیم احمد کی اس نظم کا ایک پس منظر ہے۔مغرب میں بعض بڑے مفکرین اور دانش وروں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ان میں سے ایک مفکر رینے گینوں تھے۔گینوں کے بارے میں عسکری صاحب نے لکھا ہے کہ گزشتہ چھ سو سال میں یورپ نے اتنا بڑا مفکر پیدا نہیں کیا۔گینوں جدید مغرب کا سخت ناقد بھی ہے اور منکر بھی۔ ہمارے لیے اس کی یہی بات سب سے اہم ہے۔اس تناظر میں سلیم احمد کو یہ محسوس ہو رہا تھا کہ نئی دنیا خدا کے انکار کا دائرہ مکمل کر کے اب خدا کے اثبات کے مرحلے میں داخل ہو رہی ہے،اور شاید اب ایک نیا عہد شروع ہونے والا ہے۔سلیم احمد کی مذکورہ بالا خواہش بڑی نیک تھی،مگر اس میں خوش گمانی کا عنصر بہت زیادہ اور معروضیت کم تھی۔سلیم احمد کو پوری طرح اندازہ نہیں تھا کہ عالمی اسٹیج پر خدا اور مذہب کی واپسی کے لیے بہت زیادہ بڑے واقعات کی ضرورت ہوگی۔تو کیا کورونا وائرس اتنا ہی بڑا واقعہ ہے کہ نہیں۔لیکن کورونا وائرس،اس کے خوف،اور اس کی اب تک کی تباہ کاریوں نے جو نتائج پیدا کیے ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں۔روس سابق سوویت یونین کا حصہ تھا اور روس میں 70 سال تک خدا اور مذہب کا جس طرح مذاق اُڑایا گیا اور جس طرح خدا اور مذہب کی تحقیر کی گئی اس کا سرسری ذکر مذکورہ بالا سطور میں ہو چکا ہے۔مگر تازہ ترین صورتِ حال یہ ہے کہ روس کے صدر پیوٹن نے کہا ہے کہ خدا کے تصور کو روسی آئین کا حصہ ہونا چاہیے۔انہوں نے ہم جنس پرستوں کے درمیان شادی کو مسترد کرنے اور شادی کے روایتی تصور کو بحال کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔(بی بی سی ڈاٹ کام۔ 3 مارچ 2020) امریکہ کے ممتاز اخبار 'نیویارک ٹائمز' کی ویب سائٹ پر Pray and Wash کے عنوان سے پوسٹ ہونے والے مضمون میں کہا گیا ہے کہ کورونا وائرس کے حوالے سے بڑھتے ہوئے عوامی اضطراب نے خدا پر ایمان کی اہمیت میں اضافہ کیا ہے۔

Southernestrem یونیورسٹی کے پروفیسر کرس گرین نے اسی مضمون میں گواہی دی ہے کہ انہوں نے وبا کے دوران قدامت پسندوں ہی کو نہیں، لبرل عیسائیوں کو بھی دعا کی جادوئی قوت پر یقین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔(12 مارچ2020ء)

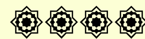
امریکہ آج بھی دنیا کی واحد سپر پاور ہے۔ امریکہ نے دنیا میں خدا اور مذہب کے انکار کو جتنا فروغ دیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ کینیڈی نے خدا اور امریکہ کو ہم معنی ہی بنا دیا تھا، مگر کورونا کی دہشت کے بعد امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ کو خدا بڑی شدت سے یاد آیا اور انہوں نے کورونا وائرس سے نجات کے لیے دعا کرائی۔ ڈونلڈ ٹرمپ وہ آدمی ہے جس پر ڈیڑھ درجن خواتین زنا بالجبر کا الزام لگا چکی ہیں۔ امریکہ جدید مغربی تہذیب کی ترقی اور طاقت کی سب سے بڑی علامت ہے، مگر کورونا کے سامنے اس کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ ڈونلڈ ٹرمپ نے گھبراہٹ میں ملیریا کی دو دواؤں کو کورونا کے توڑ کے طور پر پیش کر دیا ہے۔

چین امریکہ کے بعد دنیا کی دوسری بڑی طاقت ہے۔ کمیونسٹ خدا اور مذہب کے بارے میں کیا کہتے ہیں اس کے کچھ حصے ہم نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ چین اتنا بڑا اسلام دشمن ملک ہے کہ اس نے لاکھوں مسلمانوں کو کئی ماہ سے محصور کیا ہوا ہے اور وہ انہیں لامذہب بنانے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ مگر کورونا کی وبا کی تباہی دیکھ کر چین کے صدر شی جن پنگ خود مسلمانوں سے ملنے پہنچے۔ انہوں نے ایک مسجد کا دورہ کیا۔ انہوں نے مسلمانوں میں قرآن کے نسخے تقسیم کروائے اور مسلمانوں سے کہا کہ وہ کورونا کے خاتمے کے لیے اپنے ''خدا'' سے ''دعا'' کریں۔ تو کیا مغربی تہذیب اور اس کے علَم بردار خدا اور مذہب کی طرف لوٹ رہے ہیں؟ ابھی اس سلسلے میں وثوق سے کچھ بھی کہنا دشوار ہے، البتہ ایک بات عیاں ہے، آنکھوں سے نظر نہ آنے والے کورونا وائرس نے جدید مغربی تہذیب کے سارے سائنسی، تکنیکی، تہذیبی، علمی، سیاسی، معاشی اور عسکری تکبر کو ''کلین بولڈ'' کر دیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ باطل ہمیشہ سے طاقت پرست ہے۔ فرعون کی قوم پر جب کوئی آفت یا عذاب نازل ہوتا تھا فرعون فوراً حضرت موسیٰؑ سے کہتا تھا کہ آپ اپنے خدا سے آفت یا عذاب کے خاتمے کے لیے دعا کریں۔ حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور آفت یا عذاب ختم ہوجاتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی فرعون ایک بار پھر منکرِ خدا بن کر کھڑا ہوجاتا تھا۔ سیرتِ طیبہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں کی اکثریت اُس وقت ایمان لائی جب مکہ فتح ہوگیا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو مغربی تہذیب کے تمام علَم برداروں کے خدا پرست اور مذہب مرکز ہوجانے کا فی الحال کوئی امکان نہیں۔ مگر کورونا وائرس نے اس تہذیب کو بنیادوں سے ہلا دیا ہے جو موت کو ایک تکنیکی مسئلہ باور کرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ انسان جلد ہی موت پر قابو پا کر امر ہوجائے گا۔ کورونا وائرس نے بتایا کہ موت تو دور کی بات ہے، مغربی تہذیب کے پاس ایک چھوٹے سے وائرس پر قابو پانے کی صلاحیت بھی ابھی تک موجود نہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ مغرب میں کورونا وائرس کی تباہیاں بہت بڑھیں تو مغرب میں خدا اور مذہب ایک نئے تناظر میں بڑی قوت بن کر اُبھر سکتے ہیں۔ کورونا وائرس کی وبا جلد ختم ہوگئی تو مغرب اور اُس کے علَم بردار ایک بار پھر لا الٰہ الا انسان، اور لا الٰہ الا المغرب کا نعرہ بلند کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ لیکن یہاں ایک سوال یہ ہے کہ خدا اور مذہب کے تناظر میں کورونا وائرس کی ''معنویت'' کیا ہے؟ مذاہبِ عالم کی تاریخ شاہد ہے کہ بہت زیادہ طاقت ور باطل کو ایک معمولی قوت سے شکست دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مچھروں کی فوج کے ذریعے نمرود کی فوج کو شکست دی، اور صرف ایک مچھر نے نمرود کا کام تمام کیا۔ اس کی ایک جھلک ابن کثیر نے اپنی تصنیف ''قصص الانبیاء'' میں بیان کی ہے، ملاحظہ کیجیے: ''حضرت زید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نمرود بادشاہ کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تاکہ وہ اسے ایمان باللہ کا حکم دے۔ لیکن نمرود نے فرشتے کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ فرشتے نے اُسے پھر اللہ کی طرف بلایا مگر اُس نے پھر انکار کر دیا، فرشتے نے تیسری طرف دعوت دی لیکن وہ پھر بھی نہ مانا، تب فرشتے نے کہا: تُو اپنا لشکر جمع کر لے اور میں اپنا لشکر جمع کرتا ہوں۔ نمرود نے سورج کے طلوع ہوتے ہی اپنے لشکر اور جماعت کو اکٹھا کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا ایک لشکر جرار

بھیجا کہ سورج نظر ہی نہ آتا تھا، اور اسے ان کافروں پر مسلط کر دیا۔ مچھروں کی اس فوج نے ان کے گوشت کاٹ کھائے اور خون پی ڈالے۔ کل جو اپنی خدائی اور بزرگی کے دعویدار تھے آج ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہے تھے۔ ایک مچھر مغرور بادشاہ کی ناک میں گھس گیا اور چار سو سال تک اسے اذیت سے دوچار کیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن کو حقیر سی مخلوق مچھر کے ذریعے عذاب دیا۔ ان چار سو برسوں میں لوہے کی سلاخوں کے ساتھ اس کے سر پر ٹھوکریں لگتی رہیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا''۔

(قصص الانبیاء۔ ابن کثیر۔ صفحہ 165)

قرآن مجید فرقانِ حمید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے لشکر کو پرندوں کے ایک جھنڈ سے کنکریاں مروا کر بھس میں تبدیل کر دیا۔ غزوہ بدر میں 313 کے جنگی ساز و سامان سے محروم ایک لشکر نے ایک ہزار کے کیل کانٹے سے لیس لشکر کو منہ کے بل گرا دیا۔ ہم نے 20 ویں صدی میں دیکھا کہ افغانستان میں مٹھی بھر مجاہدین نے معمولی اسلحہ سے وقت کی سپر پاور سوویت یونین کو شکست دے دی۔ ہم نے 21 ویں صدی میں دیکھا کہ مجاہدین کی معمولی سی قوت نے وقت کی واحد سپر پاور امریکہ کو بدترین ہزیمت سے دوچار کر دیا۔ اب کورونا وائرس کے آگے امریکہ، یورپ، چین اور روس لرز رہے ہیں۔ بلاشبہ ابھی کورونا نے مغربی تہذیب کی خدائی کو شکست نہیں دی، مگر اس نے مغربی تہذیب کے سر پر موجود خدائی کے تاج کو گرا دیا ہے۔ یہ کیسا عجیب منظر ہے کہ ایک وائرس ڈائناسار نظر آ رہا ہے اور خدائی کی دعویدار مغربی تہذیب کا ڈائناسار ایک وائرس کے سامنے چیونٹی دکھائی دے رہا ہے۔ مغرب نے خدا اور مذہب کی جو تذلیل کی ہے اس کے تناظر میں مغرب کی یہ حالت ''معنی خیز'' ہے۔ مگر یہاں سوال یہ ہے کہ کیا یہ واقعتاً عذابِ الٰہی ہے؟ اور اگر یہ عذابِ الٰہی ہے تو عذابِ الٰہی کے اصول کیا ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے۔ جو کہ بہت ہی تفصیل طلب ہے۔ یہ پھر کسی موقع پر بیان کیا جائے گا۔





خلیفۃ المسیح کی آواز



حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

''پس جن کے دماغوں میں غلاظتیں بھری ہوئی ہوں انہوں نے یہ الزام لگانے ہیں اور لگاتے رہے ہیں، آئندہ بھی شاید وہ ایسی حرکتیں کرتے رہیں، جیسے کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے جہنم کو بھرتا رہے گا۔ پس ان لوگوں کو اور ان کی حمایت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کے لئے بڑی غیرت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ نمبر 378)

اس زمانے میں اُس نے اپنے مسیح و مہدی کو بھیج کر دنیا کو اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے۔ لیکن اگر وہ استہزاء اور ظلم سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ کی پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔ دنیا کے ہر خطّے پر آجکل قدرتی آفات آ رہی ہیں۔ ہر طرف تباہی ہے۔ امریکہ میں بھی طوفان آ رہے ہیں اور پہلے سے بڑھ کر آ رہے ہیں۔ معاشی بدحالی بڑھ رہی ہے۔ گلوبل وارمنگ کی وجہ سے آبادیوں کو پانی میں ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو رہا ہے۔ ان خطرات میں گھری ہوئی ہیں۔ پس ان حد سے بڑھے ہوؤں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پھیرنے کی ضرورت ہے۔ ان سب باتوں کو خدا تعالیٰ کی طرف توجہ پھیرنے والا ہونا چاہئے نہ یہ کہ اس قسم کی بیہودہ گوئیوں کی طرف وہ توجہ دیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس کے الٹ ہو رہا ہے۔ حدود سے تجاوز کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ زمانے کا امام تنبیہ کر چکا ہے، کھل کر بتا چکا ہے کہ دنیا نے اگر اُس کی آواز پر کان نہ دھرے تو ان کا ہر قدم دنیا کو تباہی کی طرف لے جانے والا بنائے گا۔

(بحوالہ خطبہ جمعہ 21 ستمبر 2012ء)





خدمت قرآن مجید کے دس طریقے

عاصی صحرائی

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے زندہ کلام قرآن مجید سے عقیدت رکھتا ہے۔اسے آسمانی نوشتہ خیال کرتا ہے۔تمام دنیا کی نجات اس سے وابستہ سمجھتا ہے۔اس عقیدت کا تقاضا ہے کہ تمام مسلمان قرآن مجید سے بے انتہا محبت کریں۔اسے حفظ کریں۔اسکے معانی و معارف پر غور کریں۔اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔اور اس آبِ حیات کو لے کر پیاسی دنیا کے کونے کونے تک پہنچیں۔اولین مسلمانوں میں قرآن مجید کا بے مثال عشق پایا جاتا تھا۔اور وہ اس بے پایاں سمندر کی گہرائیوں میں جا کر درخشندہ موتی نسل انسانی کے سامنے پیش کرتے تھے۔ان کے دن بھی قرآن مجید پر تدبر کرتے ہوئے بسر ہوتے تھے۔ان کی راتیں بھی قرآن مجید کی تلاوت و ترتیل کے مزہ میں گزرتی تھیں۔انکو سفر و حضر میں صبح و مساء قرآن مجید سے لگاؤ رہتا تھا۔غرضیکہ ان کی ساری زندگی قرآن مجید سے وابستہ ہوتی تھی۔اور وہ اس پاک کتاب کے انوار سے اپنے قلوب کو نورانی بناتے تھے۔مشکلات میں اس سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔صحابہؓ اور تابعین کے مبارک زمانہ میں قرآن مجید ہی ساری اسلامی دنیا کا محور تھا۔اور تمام اسلامی ثقافت اسی مرکز کے گرد چکر لگاتی تھی۔ہر مجلس میں اسی کتاب کا تذکرہ تھا۔اور ہر مسئلہ کے لئے اسی کتاب کی سند پیش کی جاتی تھی۔اور ہر مرد عورت اپنے استدلال کے لئے قرآن مجید کو حجت گردانتا تھا۔گویا یوں دکھائی دیتا ہے۔کہ ساری اسلامی زندگی اور سارے اسلامی ماحول پر قرآن مجید چھایا ہوا ہے اور ہر خورد و کلاں اسی آب حیات کے چشمہ سے پیتا ہے۔اسلام ساری کائنات کا دین ہے۔اس کی دعوت کا دائرہ سارے جہان اور ساری نسل انسانی تک ہے۔اسلام کے اس مقام کا فطرتی تقاضا تھا کہ مسلمان چار وانگ عالم میں پھیل جاتے اور سسکتی ہوئی انسانیت کو زندگی بخش پیغام دیتے اور تمام انسانوں کو خدائے واحد کے آستانے پر جھکانے کی کوشش کرتے چنانچہ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ اولین مسلمانوں نے اس فرض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی۔اگرچہ کفار نے اسلامی دعوت کے مقابلہ میں سیف و سنان کے استعمال سے جنگی ماحول سا پیدا کر دیا تھا۔اس پر مسلمانوں کو سالہا سال تک دفاعی جنگوں میں الجھنا پڑا۔اور ایک لمبے عرصے تک وہ اس فرض کو خوش اسلوبی اس ناگوار فرض کو ادا کرتے رہے۔کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم۔تاہم اس ماحول میں بھی قرآنی تاثیرات کی شعائیں زمین کے کناروں تک پہنچتی رہیں۔اور آسمانی تحریکات کے نتیجہ میں زمینی حالات بدلتے رہے۔کیا یہ عجیب بات نہیں کہ اسلام نے عین جنگ کے دوران میں بھی حکم دیا۔(سورۃ توبہ) کہ اگر کوئی برسرپیکار مشرک تم سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دے کر کلام الٰہی سناؤ۔اور پھر امن و سلامتی سے اسے منزل مقصود تک پہنچا دو۔۔۔یہ قرآنی حکم بتلاتا ہے کہ ایک طرف تو مسلمان قرآن مجید پہنچانے کے بہت دلدادہ تھے۔دوسری طرف یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ قرآن مجید کی تاثیرات تاریک سے تاریک دل کو اور انتہائی ناسازگار ماحول میں بھی منور کر سکتی ہیں۔قرآنی ہدایت ہر جگہ راہ پا سکتی ہے۔اور اس میں ہر شخص کے لئے ہدایت کے سامان ہیں۔قرآن مجید سے مسلمانوں کا یہ عشق اوران کے ساتھ ان کی یہ وابستگی لمبے زمانہ تک چلتی رہی۔اور اس نشہ میں کوئی کمی نہ ہوئی لیکن جب آخری زمانے میں عملی زندگی میں فتور واقع ہو گیا اور روحانیت سے یک گونہ بیگانگی پیدا ہو گئی تو قرآنی معارف و حقائق کے دروازے بھی ان پر بند ہو گئے۔اور وہ قرآنی اور حدیثی پیشگوئیوں کے مطابق یہود کے نقش قدم پر چلنے لگ گئے۔اب قرآن کے الفاظ ہیں اور مسلمان ہیں۔وہ اسے پڑھتے بھی ہیں اب وہ پہلے سی شان کہاں؟۔

نہ عشق میں رہیں وہ گرمیاں نہ حسن میں وہ شوخیاں
نہ غزنوی میں وہ تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

اور نہ محبت کی چنگاری سلگتی ہے اور نہ ہی وہ جوش وخروش ہے جو اولین مسلمانوں میں قرآن پاک کے ذریعہ سے پیدا ہوا تھا۔منکرین ومعاندین کا کیا ذکر کروں وہ توٹھہرے مخالف۔مسلم عوام کومرعوب کر دیا گیا کہ قرآن مجید کا سمجھنا اب ان کے بس کا روگ نہیں۔ان کی رسائی اس کے حقیقی معانی تک ممکن ہی نہیں۔نتیجۃً عام مسلمان علماء کا منہ تکتے رہ گئے۔اور قرآنی علوم کو ایک ناقابل حصول چیز سمجھنے لگے۔ادھر علماء حقیقی روحانیت سے محروم ہو گئے۔انہیں اپنی سطحی معلومات پر ناز تھا۔اس لئے ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ آیات ہیں۔جب تک کسی شخص کو ناسخ ومنسوخ آیات کی پوری سمجھ نہ ہو اس کو حق نہیں کہ وہ قرآن مجید کی تفسیر کرے۔پھر یہ اُلجھن پیدا کر دی کہ قرآنی آیات میں کوئی ترتیب نہیں۔پھر یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن میں صد ہا غیر عربی الفاظ پائے جاتے ہیں۔نوبت یہاں پہنچی کہ قرآن کا ترجمہ کرنا ممنوع قرار پایا گیا۔انجام یہ ہوا کہ عوام تو عوام علماء تک قرآن مجید کو چھوڑ کر دوسرے علوم فقہ،منطق،فلسفہ وغیرہ کے پیچھے پڑ گئے۔اور ان کی گتھیوں کو سلجھانے میں عمریں خرچ کر دیں۔قرآن مجید کو طاقچوں میں بند کرنے کا تقدس تو حاصل تھا ہی اسے انسانی عقل سے بالا کتاب قرار دے کر اس کی عظمت بیان کی جاتی تھی۔مگر اسے ایک زندہ کتاب کی حیثیت حاصل نہ تھی۔اور نہ یہ کتاب کو کسی شعبہ ہائے زندگی پر حاوی رکھا گیا۔اور نہ اس کے احکام سے اپنی اُخروی زندگی کو وابستہ رکھا گیا۔اور نہ مسلمان ہونے کا معیار قرآن خوانی ودانی سمجھا گیا۔آخری صدیوں میں مسلم معاشروں کے دینی مدارس میں دیگر علوم کو ترجیح دی جاتی رہی حتیٰ کہ کسی نصاب میں بھی ترجمہ قرآن کا نام تک نہ ہوتا تھا۔اس تذبذب اور بے آہنگی کی حالت کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم طاقتوں نے اسلامی قلعہ پر یورش کر دی۔پادری اور پنڈت مسلمان قوم کو مرد بیمار سمجھ کر اپنا شکار سمجھنے لگے۔اور مسلمانوں پر ضعف و اضمحلال کی حالت طاری ہوگئی۔دشمنان اسلام سمجھنے لگے کہ اس طرح وہ قرآن مجید کو اور اسکی تعلیم کو نابود کر دیں گے۔مگر یہ ان کا خیال خام تھا۔یہ تو وہ کتاب ہے جس کے نازل کرنے والے خدا نے یہ وعدہ فرما دیا تھا۔إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ الحجر:9) کہ ہم نے ہی اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔چنانچہ مسلمانوں کے ضعف اور دشمنوں کی یورش کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے ایفا کی خاطر اپنے فرستادہ کو مبعوث فرمایا۔جس کی بعثت کی علّت غائی قرآن مجید کی حفاظت اور اس کی حفاظت اور اس کی اشاعت ہے۔اس کے کام کا آغاز کیا ہی حسین اعلان سے ہوا کہ: جمال وحسن قرآن نور جانِ ہر مسلماں ہے۔قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے۔یہ وہ پیاری صداقت ہے کہ ہر مسلمان بلاتفریق فرقہ اس کو دہرا کر لطف اندوز ہوتا ہے۔اور اپنی خفتہ محبت کو بیدار کرتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآن کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

جوں جوں قرآنی صداقتوں کا اظہار ہوتا تھا اور جوں جوں مسلمانوں میں تازگی اور بشاشت عود کر آ رہی تھی۔خدا کا مسیح خوش ہو رہا تھا۔کیونکہ اس کی زندگی کا مقصد قرآنی حقائق کا اظہار قرار پا چکا ہے۔فرماتے ہیں۔

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن ودلکش فرقاں نہاں نماند

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحریک احمدیت اس دور میں اشاعت وخدمت قرآن کے لئے ہی قائم کی گئی ہے۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے لوگوں کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

لوگو! اسلام کے نام لیوا لوگو! یہ زندگی عارضی ہے۔جلد یا بدیر ختم ہو جائیگی۔ہم سب مسافر ہیں اور درحقیقت رخت سفر باندھے بیٹھے ہیں۔موت کے آنے سے پہلے پہلے قرآن کی خدمت کے لئے کمر کس لو اور دن رات اس میں منہمک ہو جاؤ۔ان پاکیزہ خیالات کے اختیار کرنے والے اور اس ستھرے ماحول میں آنے والے ہر مسلمان کا دل خدمت قرآن کے لئے بے چین رہتا ہے اور اسے رہنا چاہیے۔وہ خدمت قرآن کے بغیر اپنی زندگی کو عبث خیال کرتا ہے۔اور اسے کرنا چاہیے۔اس لئے یہ سوال اہم ہے کہ وہ کون سے طریقے ہیں جن

سے ہم قرآن کی خدمت کر سکتے ہیں؟۔قرآن مجید کی خدمت کے دس طریقے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اول

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب ہے۔اس سے حقیقی تعلق پیدا کرنے کے لئے بنیادی طور پر ضروری ہے کہ ہم اس کی تلاوت درست طور پر کریں۔اس کے الفاظ کا مقدور بھر صحیح تلفظ کرنے کی کوشش کریں۔اسے سرچشمہ حیات یقین کر کے پڑھیں اور پورے ادب اور احترام سے اس کی تلاوت کریں۔کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر ہوتا ہے۔اور ماحول سے انسان کا دل اثر پذیر ہوتا ہے۔اسی بنا پر بہت سے صوفیاء نے پوری یکسوئی کے ساتھ انسان کا تلاوت قرآن مجید کے وقت باوضو ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے۔ہم اس امر کو خدمت قرآن مجید کہہ رہے ہیں لیکن درحقیقت یہ قرآن مجید سے استفادہ کرنے کا اوّلین گُر ہے۔ورنہ قرآن مجید اپنی ذات میں ہماری خدمت کا محتاج نہیں ہے۔

دوم۔

قرآن مجید سے تعلق پیدا کرنے کے لئے ازبس ضروری ہے کہ پڑھنے والے کو قرآن مجید کا ترجمہ آتا ہو۔وہ اس کے الفاظ کا مطلب سمجھتا ہو۔بغیر معنیٰ سمجھنے کے قرآن مجید پڑھنا برکت سے تو خالی نہیں لیکن قرآن مجید سے صحیح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔جب تک انسان اس کے معنیٰ اور کم از کم ابتدائی تفسیر بھی انسان کو معلوم نہ ہو۔قلبی لگاؤ کے لئے معرفت اور شناسائی بنیادی شرط ہے۔

سوم۔

محبت اور دل بستگی کے لئے محبوب کا حسین وجمیل ہونا اور عیوب ونقائص سے مبرّا ہونا لازمی ہے۔قرآن مجید سے محبت کے لئے ضروری ہے کہ انسان اسے ان تمام خرابیوں سین منزہ اور پاک یقین کرے۔جو اس کی شان کے منافی ہے۔قرآن مجید کوئی عام انسانی کلام نہیں ہے وہ خدائے رب العلمین کا عالمگیر کلام ہے جس کو ہمیشہ قائم رکھا جانا مقدر ہے۔اس لئے اس میں اعلیٰ سے اعلیٰ باریک اور لطیف باتیں مذکور ہیں۔مگر بہت سے سطحی خیالات والے مفسرین نے قرآن مجید کی ایسی تفسیریں کی ہیں اور ایسے ایسے خیالات قرآن مجید کی طرف منسوب کر دیئے ہیں۔جو درحقیقت قرآن مجید کے چمکدار چہرہ پر بدنما داغوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔خاکسار اس جگہ ان کے غلط خیالات کی تفصیل میں نہیں جا سکتا لیکن ان کے بارہ میں سطور بالا میں اجمالی اشارات کر چکا ہوں بہرحال یہ ایک عظیم الشان خدمت قرآن مجید ہے۔کہ اسے انسانوں کے غلط خیالات سے منزہ قرار دیا جائے۔اور اس کے روشن چہرہ پر سے بدنما داغوں کو دور کیا جا سکے۔یہ کام اتنا اہم اور وسیع ہے کہ لمبی عمر خرچ کرنے کے باوجود انسان اپنی کوتاہ عملی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے۔

چہارم۔

قرآن مجید پر تدبر اس ایمان اور یقین سے کیا جائے کہ وہ تمام آسمان صداقتوں کا سرچشمہ ہے۔اور جملہ علوم اس میں موجود ہیں۔یہ یقین حقیقت اور تجربہ پر مبنی ہے۔کوئی وہم نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ اس یقین کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھنے والا اس سے بہت سے بے مثال موتی اور جواہر نکال سکے گا۔ورنہ ایک نیم مردہ قراءت کوئی چنداں نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتی۔جب انسان قرآنی حسن وجمال پر آگاہ ہو کر پوری شیفگی اور والہیت کے ساتھ اس حسن کے گرد گھومے گا۔تو یقینا اس کے لئے انوار کے در کھولے جائیں گے۔اور افضال الٰہیہ کی بارشیں اس پر ہونگی۔اس کے ساتھ وہ دنیا کو قرآنی حسن دیکھنے کی دعوت دے سکتا ہے۔وہ دنیاوی علوم کے سامنے خوفزدہ اور مرعوب ہونے کی بجائے ان سب علوم کو خدمت قرآن مجید کا ذریعہ بنائے گا۔کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ سب علوم اپنے آغاز اور اصول کے لحاظ سے قرآن مجید سے ماخوذ ہیں۔

پنجم

خدمت قرآن مجید کا طریقہ یہ ہے کہ انسان احکام قرآن مجید پر عمل کرے۔اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزارے۔قرآن مجید پر ایمان کے معنے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان احکام قرآن مجید پر عمل کرے۔قول بلا عمل تو ایک بے ثمر درخت ہے۔جو صرف جلانے کے کام آ سکتا ہے۔قرآنی احکام پر عمل کرنا انسان کے اپنے فائدہ کی بات ہے۔مگر خاکسار یہاں

خدمت قرآن مجید کا طریقہ بتا رہا ہے۔ کیونکہ جب اس پر عمل نہیں کرتے تو ان کی حالت گرتی جاتی ہے تو وہ نام کے طور پر قرآن مجید کی طرف منسوب ہونے کے باعث گویا قرآن مجید کو بدنام کرنے والے ہونگے۔ دشمن یہ کہہ سکیں گے۔ کہ اگر قرآن میں تاثیر ہوتی۔ تو ان مسلمانوں کی حالت میں تبدیلی کیوں نہ ہوتی لیکن جب مسلمان قرآن مجید کی نیک نامی کا موجب ہوتے ہیں۔ اور مجازاً اسے قرآن مجید کی خدمت قرار دیا جارہا تھا۔ یہ عملی حصہ انفرادی زندگی سے وابستہ ہے۔ اجتماعی زندگی کا بیان آئیگا۔

ششم

قرآن مجید میں موٹے طور پر کچھ ماضی کے واقعات مذکور ہیں۔ کچھ آئندہ کے لئے پیشگوئیاں ہیں۔ اور کچھ اوامر و نواہی ہیں۔ ایک مسلمان خدمت قرآن مجید اس طرح بھی بجا لاسکتا ہے کہ وہ تاریخی واقعات، آثار قدیمہ، اور دیگر مذاہب کی کتب اور دوسرے دلائل سے قرآنی بیانات کے لئے تائیدی شواہد پیش کرے۔ آئندہ والی پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر فوراً ان کا اعلان کرے۔ نواہی و اوامر کا فلسفہ بیان کرے۔ اس وسیع و عریض خدمت قرآن مجید سے دشمنان اسلام کے اعتراضات کا ازالہ ہوگا۔ مومنوں کے دلوں میں اضافہ ایمان ہوگا۔ یہ کام پُرخلوص مسلسل خدمت سے سرانجام دیا جاسکتا ہے۔ بہت سے لوگ یہ کام ایک حد تک کر چکے ہیں مگر ہر روز نئے نئے امور پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس لئے خدمت قرآن مجید کے نئے نئے پہلو ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہر زمانہ کو ایسے عشاق قرآن مجید کی ضرورت ہے۔ جو اس راہ میں خون اور پسینہ ایک کر کے اپنے خدا کے سامنے سُرخرو ہو سکیں۔

ہفتم

ہمارا یہ زمانہ اشاعت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت گواہ ہے کہ آج دنیا کے متفرق اور دور دراز علاقوں کو ملانے کے لئے جو اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ پہلے زمانوں میں ہرگز موجود نہ تھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عالمگیر مذہب بنایا ہے۔ یہ سچ ہے کہ قرآن مجید ساری دنیا کے لئے شریعت ہے۔ اور یہ ماننا پڑے گا کہ اس نباء عظیم کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ اور قرآنی صداقتوں کے انوار کو دنیا کے کونہ کونہ تک پھیلانے کا یہی وقت ہے۔ اس وقت قرآن مجید کی بہترین خدمت اس کے تراجم دنیا کی تمام زبانوں میں کر کے قریہ قریہ بستی بستی پہنچائے جاویں۔ یہ کام بھی بہت اہم اور بڑی ذمہ داری اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ جس کا جو اجماعت احمدیہ عالمگیر نے اپنے کندھوں پر لے رکھا ہے۔ اہل علم اپنے علم اور زبان دانی، قرآن دانی سے کریں اور اہل ثروت اپنی دولت کو اس اہم اور عظیم قربانی کے لئے حتی المقدور صرف کریں۔

ہشتم

آج دنیا مذاہب کی منڈی کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ اور قرآنی پیشگوئی وتر کنا بعضھم یومئذٍ یموج فی بعض کے مطابق سب اہل مذاہب اپنے اپنے مذہب کی برتری ثابت کرنے کے لئے میدان میں سرگرم ہیں۔ عیسائیت، ہندو دھرم اور بدھ ازم اسلام کو چیلنج دے رہے ہیں۔ اور قرآنی صداقتوں سے انحراف کر کے اس کے جلانے کے درپے ہیں۔ اب ضرورت ہے کہ قرآنی حکم **وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً** کے مطابق تمام مسلمان مبلغین علماء میدان عمل میں سرگرم عمل ہوں۔ علمی دلائل و براہین سے اسلام کی فضیلت و برتری علوم کی روشنی میں قرآنی صداقتوں کو ثابت کریں۔ یہ بھی عظیم کام خدمت قرآن ہے۔

نہم

انسان مقدور بھر اپنا وطیرہ بنالے کہ بہر حال قرآن مجید پھیلانا ہے۔ جو ان پڑھ ہیں انکو قرآن مجید پڑھائیں۔ جو ناظرہ پڑھ سکتے ہیں ان کو ترجمہ پڑھائیں۔ جو ترجمہ جانتے ہیں انکو تفسیر سکھائی جائے۔ اور جو تفسیر جانتے ہیں۔ انکو قرآن مجید کے مزید خزائن سے آگاہ کرنے کی کوشش جاری رہے۔ یہ ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ اس کے مطابق ہر انسان اپنی استطاعت کے مطابق اشاعت قرآن مجید کر سکتا ہے۔ تحریر کے ذریعہ بھی، مال خرچ کر کے بھی یہ کام ممکن ہے۔

دہم

انسان ایک عالمگیر معاشرہ جو قرآنی تعلیم پر عمل پیرا ہو اسے قائم کرنے کی کوشش کرے۔ یہ کام انسان پہلے اپنے عمل سے، اپنے گھر سے، اپنی اولاد سے، اپنے رشتہ داروں اور عزیز و اقارب سے، اپنے گلی محلے سے، اپنے

گاؤں اور شہر سے شروع کرے۔ایسی سوسائٹی بنانے کی کوشش کرے۔جو قرآن مجید کی دلدادہ اور اس پر عمل پیرا ہو۔ ہر گاؤں، ہر شہر اور ہر ملک اس تحریک میں شامل ہو، ہر فرد، ہر مجلس، ہر جگہ قرآنی شریعت کا چرچا ہو اور ہر جگہ اس کتاب کا شہرہ ہو۔اسلام کے مدبر، سیاستدان، جرنیل، تاجر، زمیندار، غرض ہر طبقہ اور ہر شعبہء زندگی کے افراد قرآن مجید کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں۔اور اپنے اپنے دائرہ میں قرآنی معاشرہ کو قائم کرنے والے ہوں۔یہ تو عمومی طریق ہیں۔مگر جماعت احمدیہ نے حضرت امامہدی علیہ السلام کی خواہش کے مطابق قرآن مجید کو ہر لحاظ سے اپنی زندگیوں کا اعلیٰ نصب العین بنا کر اس کتاب عظیم کی ہر لحاظ سے پاسداری کی۔اور قرون اولیٰ کی سی مثالیں پیدا کر کے دکھا دیں۔قرآن کریم کی خدمت کو مقدم رکھ کر آج ساری دنیا کو یہ جماعت عالیہ مات دے رہی ہے۔

سب برّ اعظموں میں اس نے اس کے رنگ میں رنگین معاشروں کی بنیادیں استوار کر دیں۔اور مدرسہ جات اور جامعات کا ایک جال بچھانے میں شب و روز کوشاں نظر آتی ہے۔اب تک سینکڑوں حفاظ قرآن مجید پیدا کئے، تربیتی کورسز کو رواج دیا، صدہا عالم قرآن مجید پیدا کئے، ستر دنیا کی بڑی زبانوں، میں تراجم پیش کر چکی ہے۔اور مزید سو تک زبانوں میں ترجمہ قرآن مجید کرنے کی منصوبہ بندی کر رہی ہے۔لکھوکھہا نسخے قرآن مجید کے شائع کر کے تمام دنیا کے کونے کونے میں پھیلا رہی ہے۔اور ایم ٹی اے انٹرنیشنل شب و روز قرآن مجید کے ورد میں رطب اللسان ہے۔قادیان اور ربوہ کی گلیاں اس بات کی شاھد ہیں کہ اس جماعت کے ہر چھوٹے بڑے نے قرآنی معاشرہ بنانے میں کیا کیا بے نظیر کردار ادا کیا ہے۔اگر اس کی تفصیل میں کوئی جانا چاہے تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔پھر اس مرد حق کی مطیع جماعت کا روان خلافت کے سائے تلے عرصہ ایک صد سال سے قرآن کی خدمت کی جوت دل میں جگائے چہار وانگ عالم میں اپنی بے مائیگی کے باوجود ان اسلامی ممالک (نا نہاد ممالک جو تیل جیسی دولت سے مالا مال ہیں) کے مقابلہ میں شب و روز سرگرم عمل ہے۔دوصد 200 ممالک کی ہزارہا جماعتوں کی مساجد اور مدرسہ جات میں درس قرآن کریم کو یقینی بنائے ہوئے ہے۔اور اب تک پوری کوشش سے ستر بڑی زبانوں میں قرآن کریم کے مکمل ترجمہ کرنے میں کامیاب ہو چکی ہے۔اور ایک سو (100) سے زائد اہم زبانوں میں قرآن کریم کی اہم آیات کا ترجم کر رہی ہے۔ان سب مقامی زبانوں میں لفظی ترجمہ کرنے میں پیش پیش ہے۔قرآنی عالم بنانے کے لئے سب برّ اعظموں کے سب اہم ممالک میں دس جامعات احمدیہ قائم ہو چکی ہیں۔ اور سالانہ سینکڑوں علماء قرآن بن رہے ہیں۔اب جدید وسائل نشر و اشاعت سے استفادہ کرتے ہوئے اشاعت قرآن کریم میں ہزار گنا تیزی آ چکی۔ سینکڑوں روزنامے، ہفت روزے، سہ ماہی مجلہ جات سب ممالک میں شان قرآن بیان کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ایم ٹی اے انٹرنیشنل ٹی وی کے تینوں چینلز مسلسل نور خلافت کی روشنی میں شب و روز اشاعت قرآن کے لئے کمر کسے ہوئے ہے۔ان ساری کوششوں کا سہرا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہی سر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول ؓ نے قرآن مجید کے درس و تدریس اور دوستوں کے اندر قرآنی علوم سیکھنے کا شغف پیدا کرنے کا فریضہ عمر بھر احسن رنگ میں سرانجام دیا۔ان کے بعد حضرت مصلح موعود ؓ نے اللہ تعالیٰ سے قرآنی علوم سیکھے اور دنیا کو چیلنج پیش کیا کہ کوئی شخص قرآن مجید کی تفسیر اور اسکے معارف اور حقائق و لطائف بیان کرنے میں میرا مقابلہ کرلے۔پھر ان کے بعد حضرت ناصر دین ؒ نے تو ساری دنیا کے سات دورہ جات کر کے قرآن کریم کو دنیا کی مزید بڑی زبانوں میں ترجمہ کروا کر گھر گھر پہنچانے کا پروگرام بنایا۔حضرت خلیفہ رابع ابن مریم نے تو اس کام کو اوج ثریا تک پہنچا دیا۔اب حضرت مسرور احمد ایدہ اللہ بنصر العزیز اس اہم کام کو مزید نئی زبانوں میں اس بابرکت کام کو وسعت دینے میں شب و روز اپنے انصار و خدام کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی بہت عظیم الشان خدمت کی ہے۔جس کی نظیر چودہ سو برس میں ملنا بہت مشکل ہے۔یہ آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہی تو ہے کہ قرآن جسے لوگ نظر انداز کر چکے تھے اور گویا اس زمین سے اُٹھ گیا ہوا تھا۔وہ پھر اس زمین پر اُتارا گیا ہے اور آقائے

دو جہاں کی یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی ہے کہ لَوْ کَانَ الْقُرْآنَ مُعَلِّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالاً مِّنْهَا ۔ واقعی قرآن کرّہ ارض سے اٹھ چکا تھا۔ مگر اس فارسی النسل جوان کی ہمت اور کوششوں کے نتیجہ میں آج دوبارہ دنیا میں رائج ہو گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے:۔

’’تمہاری فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔‘‘ (کشتی نوح ص 24)

’’قرآن شریف کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا‘‘۔

(چشمہ معرفت ص 72)

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا نوع انسان کے لئے روئے زمیں پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد ﷺ‘‘

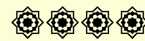
(کشتی نوح ص 13)

قرآن مجید خاتم الکتب ہے ’’آنحضرت ﷺ پر شریعت اور نبوت کا خاتمہ ہو چکا ہے اب کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ قرآن مجید خاتم الکتب ہے اس میں ایک شوشعہ یا نقطہ کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے برکات اور فیوض اور قرآن شریف کی تعلیم اور ہدایت کے ثمرات کا خاتمہ نہیں ہو گیا وہ ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود ہیں‘‘۔

(پیغام امام ص 26 تقریر لدھیانہ 1905)

ہماری کتاب زندہ کتاب ہے ’’اسلام زندہ مذہب ہے اور ہماری کتاب زندہ کتاب ہے اور ہمارا خدا زندہ، اور ہمارا رسول زندہ رسول پھر اس کے برکات، انوار اور تاثیرات مردہ کیونکر ہو سکتی ہیں؟‘‘

(اخبار الحکم 31 اکتوبر 1905ء)




ہمارا عقیدہ

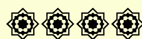


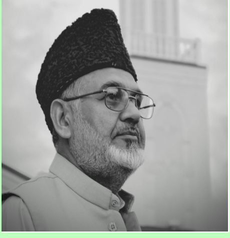
حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی موعود علیہ السلام

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی و معہودؑ، بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں

’’مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت سے آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور ان کا ایسا ظرف بھی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختمِ نبوّت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں، انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوّت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تامّ سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوّت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اِس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۴۲)





آنکھ کے پانی سے یارو! کچھ کرو اس کا علاج

سید شمشاد احمد ناصر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ امریکہ

جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ نہ یورپ میں رہنے والے امن میں رہیں گے نہ امریکہ میں رہنے والے اور نہ ہی جزائر میں رہنے والے اور نہ ہی دوسرے ملکوں میں رہنے والے۔ اسی کی صداقت کی ایک جھلک اس وقت اس عالمی وباء ''کرونا وائرس'' کی شکل میں نظر آ گئی ہے۔

دنیا کے تمام براعظم، دنیا کے تمام ملک، دنیا میں بسنے والی ساری قومیں اس وقت بہت بے چینی کا شکار ہیں۔ اس عالمی وبا کی وجہ سے ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ تین جمعوں میں جامع تفصیلات دے دی ہیں کہ جماعت کے لوگوں نے کرونا وائرس کے سلسلہ میں:

1۔ ساری احتیاطی تدابیر اختیار کرنی ہیں۔

2۔ مساجد میں بھی جب آئیں تو احتیاط کے ساتھ آئیں۔

3۔ اگر کسی کو تھوڑا سا بھی ہلکا بخار ہے یا ہلکی سی تکلیف ہے۔ کسی قسم کی بیماری کی علامات ہیں نہ تو ایسے احباب پبلک جگہوں پر جائیں اور نہ مسجد میں تشریف لائیں۔

4۔ خواتین اور بچیاں اور بچے بھی نہ آئیں۔

5۔ حضور کی اجازت سے اپنے تمام میٹنگز، اجلاسات بھی ملتوی کر دیئے گئے ہیں۔

6۔ نیز صفائی کی طرف بھی حضور نے بڑی وضاحت کے ساتھ توجہ دلائی ہے۔ وضو کریں۔ بار بار ہاتھ دھوئیں۔

7۔ حکومتی اقدامات کی پوری پوری پابندی کرنے کی طرف بھی حضور انور نے تفصیل سے توجہ دلائی ہے۔

8۔ اور احتیاطی تدبیریں ہومیوپیتھی ادویہ کے استعمال کرنے کی طرف تلقین۔

ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ جو اصل بات ہے اور جس کی حضور نے تینوں خطبات میں توجہ دلائی ہے وہ یہ ہے کہ

''اور دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ دیں'' اللہ تعالیٰ سب دنیا کو آفات سے بچائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو بھی الہام ہوا تھا 1906ء میں کہ:

''اٹھو نمازیں پڑھو اور قیامت کا نمونہ دیکھو۔'' (تذکرہ صفحہ 507)

آپ نے اپنی کتاب کشتی نوح کے ''ہماری تعلیم'' کے حصہ میں ہمیں بہت ساری باتوں اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ دلائی ہے آپ نے ایک جگہ یہ لکھا کہ

''کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دور نہیں ہوئی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔''

(کشتی نوح صفحہ 13 پرانا ایڈیشن)

یہ کوئی وقتی تعلیم نہیں ہے اور نہ ہی صرف حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ تک محدود تھی اس کا اطلاق آج بھی بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح آپ کے زمانہ میں تھا اور انہی شرائط کے ساتھ۔ یعنی

''وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے ابدی اور غیر متغیر ہے............

فرمایا:

''دنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ............ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہ تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔''

حضور علیہ السلام جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا............'' (کشتی نوح صفحہ 12 پرانا ایڈیشن)

فرمایا: ''پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔'' کشتی نوح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

دن بہت سخت ہیں اور خوف و خطر درپیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن (درثمین)

جہاں اس کرونا وائرس کی وبا نے ہر جگہ ڈیرے ڈالے ہیں وہاں ہم احمدیوں کی بہت بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ دن رات خدا کے حضور جھک کر، رو رو کر دعائیں کریں اور اٹھو نمازیں پڑھو، قیامت کے نمونے دیکھو کہ ایک زندہ اور عملی تصویر بن جائیں۔ دنیا خدا کو بھول چکی ہے بلکہ صرف ایک فسانہ ہی سمجھ رہی ہے، اپنے اسباب اور تدبیروں پر یوں فخر ہے بلکہ گھمنڈ بھی ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کی طرف آنا نہیں چاہتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

''دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے کہ جو کچھ ہو گا دعا ہی کے ذریعہ ہوگا۔''

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولفہ یعقوب علی عرفان صاحبؓ صفحہ 518)

پھر فرماتے ہیں:

''ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات)

پھر فرماتے ہیں:

''اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ خیریت سے رہو اور تمہارے گھروں میں امن رہے تو مناسب ہے کہ دعائیں بہت کرو اور اپنے گھروں کو دعاؤں سے پُر کرو۔ جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کرتا۔''

(ادعیۃ المہدی صفحہ 8)

پس اے احمدی بھائیو! بہنو اور بچو! ہمیں خدا تعالیٰ کے مسیح نے دعا کا ہتھیار دیا ہے جس میں بہت طاقت ہے۔ اس دعا کی طاقت کا کوئی اور چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اپنی رات اور دن کی دعاؤں سے دنیا کی خیر خواہی اور ان ہلاکت کرنے والے اسباب سے اس کی پناہ مانگو۔

تہجد کی باقاعدہ ادائیگی کریں۔ 5 وقتہ نمازیں پورے خشوع و خضوع کے ساتھ باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔ تلاوت قرآن شریف میں زیادہ وقت دیں۔ قرآن کریم کو بامعنی اور تفسیر اور سے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ جس قدر بھی وقت ذکر الٰہی، استغفار اور درود شریف پڑھنے میں گزار سکیں گزاریں۔

دعاؤں میں خاص طور پر دو دعائیں روزانہ خود بھی پڑھیں اور بچوں کو بھی بار بار پڑھنے کی طرف توجہ دلائیں جو ہمارے خلفائے کرام نے بار بار ہمیں سکھائی ہیں۔ مثلاً

1۔ سورہ فاتحہ۔ کثرت سے پڑھا کریں۔
2۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً والی دعا
3۔ رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنَا وَانْصُرْنَا وَارْحَمْنَا
4۔ یَا حَفِیْظُ یَا عَزِیْزُ یَا رَفِیْقُ
5۔ درود شریف: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
6۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ
7۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ
8۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

کئی یورپین ملکوں میں مساجد، عبادگاہوں اور دیگر ہر قسم کے اجتماع والی جگہوں پر اکٹھے ہونے کی پابندی لگا دی ہے جس سے یقیناً ایک احمدی کو تکلیف ہے کہ مساجد میں اس موذی مرض کی وباء کی وجہ سے جانے پر پابندی ہو گئی ہے لیکن ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس بارے میں کافی عرصہ سے راہنمائی کر دی ہوئی تھی کہ لوگ مساجد میں نمازیں پڑھیں اگر مساجد دور ہوں تو وہ سینٹرز میں نمازیں پڑھیں اور جو وہاں بھی نہیں جا سکتے وہ گھروں میں نماز باجماعت ادا کریں۔ آنحضرت ﷺ نے تو فرمایا ہے کہ وَ رَجُلٌ قَلْبُہٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ

کہ قیامت کے دن ایسے شخص پر بھی خدا کی رحمت کا سایہ ہو گا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے گا۔ پس ہمارے دلوں کو کوئی طاقت بھی مساجد سے الگ

نہیں کر سکتی۔ ہمیں اس نیت کا ثواب مل جائے گا کہ ہمارے دل تو مسجد میں ہی اٹکے ہوئے ہیں۔ اور پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے ایک فضلیت باقی انبیاء پر یہ بھی دی گئی ہے کہ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ کُلُّھَا مَسْجِدًا۔ ساری کی ساری زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ پس گھروں میں نماز باجماعت ادا کریں۔ نماز باجماعت سے کوئی روک نہیں سکتا۔ گھروں میں پڑھیں۔ بچوں کے ساتھ پڑھیں۔ تاکہ ان میں بھی نماز باجماعت کی اہمیت پیدا ہو جائے۔ اس سے تربیتی پہلو نکالیں اور دل کو مسجد کی طرف جھکا رہنے دیں۔ مسجد کی محبت دل سے نہ مٹے اور نہ ہی کم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:

''چاہئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد سے بھر جائیں۔ اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھا کا وقت نہیں ہے یہ وہ بلاء ہے جو آسمان سے آتی ہے اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے دور ہوتی ہے............سو اپنے نفسوں، اپنے بچوں اور اپنی بیویوں پر رحم کرو۔ چاہئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اور توبہ اور استغفار سے بھر جائیں اور تمہارے دل نرم ہو جائیں۔''

(مجموعہ اشتہارات (صفحہ 401_402

پس اے بھائیو، بہنو! ہمیں تو ہر قسم کی بیماریوں سے نجات کا نسخہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے پہلے سے دے دیا ہے، ہمیں اس آسمانی نسخہ پر عمل کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ:

''زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔'' کشتی نوح

پھر آپ فرماتے ہیں:

''تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔'' کشتی نوح

پھر آپ فرماتے ہیں: ''میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم 503_504)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے ایک اشتہار میں ''قرب قیامت کی نشانی'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ:

''اس زمانہ کے فتویٰ دینے والے یعنی مولوی اور محدث اور فقیہ ان تمام لوگوں سے بدتر ہوں گے جو روئے زمین پر رہتے ہوں گے پھر ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ قرآن پڑھیں گے اور قرآن ان کے حنجروں کے نیچے نہیں اترے گا یعنی اس پر عمل نہیں کریں گے۔''

فرمایا: ''آج کل اگر مولویوں کے وجود سے کچھ فائدہ ہے تو صرف اس قدر کہ ان کے یہ لچھن دیکھ کر قیامت یاد آتی ہے اور قرب قیامت کا پتہ لگتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی ایک پیشگوئی کی پوری پوری تصدیق ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 353)

مجھے چند دن پہلے کسی نے ایک ویڈیو کلپ بھجوایا ہے۔ اس مولوی صاحب نے جو وعظ کیا ہے وہ میں نقل کر رہا ہوں اس سے پتہ لگ جائے گا کہ مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ کیا یہ عذاب الٰہی تو نہیں پکار رہے۔

ایک اچھا واقعہ۔ امانت، دیانت، صداقت کا

آجکل کیونکہ سوشل میڈیا کا زمانہ ہے، منٹوں میں ایک بات کہیں سے کہیں پھیل جاتی ہے۔ ایک مولوی صاحب نے بڑے اچھے انداز میں یہ واقعہ سنایا کہ میں صحابہ کی باتیں نہیں کر رہا۔ میں پیغمبروں کی باتیں نہیں کر رہا۔ میں ان کی باتیں کر رہا ہوں جن کو آپ جہنمی سمجھتے ہیں۔ ہم پھر یہ نہیں سمجھتے کہ دنیا میں ان کی ترقی کا راز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ یہ نہیں کہتا کہ یہ جہنمی ہے اگر یہ دنیا دار ہے اور ایماندار ہے۔ تو میں اسے دنیا میں نہیں جینے دوں گا۔ یہ اللہ کا قانون نہیں ہے۔ ہاں مسلمان کی تمنا ضرور ہے، اللہ کا قانون نہیں۔

ایک پاکستانی مسلمان آدمی ٹوکیو جاپان میں ایک ٹیکسی میں سوار ہوا۔ اس نے ٹیکسی والے سے کہا کہ میں نے فلاں جگہ جانا ہے جہاں ایک بہت بڑا ہسپتال اور انسٹیٹیوٹ ہے وہ ڈرائیور جاپانی تھا۔ بہرحال ٹوٹی پھوٹی زبان میں اس نے بتایا کیونکہ جاپانی تو آتی نہیں تھی۔ خیر ڈرائیور سمجھ گیا۔ ڈرائیور نے

احترام کے ساتھ اسے بٹھالیا۔ وہاں ٹیکسی ڈرائیور کا ایک کلچر ہے۔ جب ٹیکسی روکتے ہیں تو ڈرائیور آپ کے سامنے تعظیم کی خاطر اپنے سر کو جھکاتا ہے۔ تب ٹیکسی میں بٹھاتا ہے respectfully۔ وہ پاکستانی مسلمان ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے دیکھا کہ ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی کے میٹر کو بند کر دیا ہے۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ زبان نہ جانتا اس لئے کچھ پوچھ نہ سکا۔ قریباً 2½ میل کے بعد اس نے پھر اپنا میٹر آن کر دیا۔ جب مسافر اپنی منزل پر پہنچا تو وہاں کے مقامی لوگوں نے اس کا استقبال کیا، وہ چونکہ سب زبان جانتے تھے۔ مسافر نے ان مقامی لوگوں سے کہا کہ ذرا اس ڈرائیور سے پوچھئے کہ اس نے راستہ میں 2½ میل تک اپنا میٹر کیوں بند کیا تھا۔ ڈرائیور نے جواب دیا کہ اصل میں مجھے جہاں سے مڑنا تھا وہاں سے ذرا سا چوک گیا اور وہاں سے مڑ نہ سکا اور آگے بڑھ گیا۔ اور 2½ میل تک گیا۔ جو مسافت میں نے اپنی غلطی سے بڑھائی ہے اس کا میں مسافر سے کرایہ نہیں لے سکتا کیونکہ وہ میری غلطی تھی۔

مولوی صاحب نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہا کہ بھائیو! دیکھو، نہ وہ نماز پڑھتا تھا نہ کلمہ، نہ اس کی داڑھی تھی، نہ جبہ، نہ ٹوپی، نہ دستار۔ مگر اس میں ایمانداری تھی۔ ہمارے پاس یہ سب کچھ ہے یعنی داڑھی، جبہ، ٹوپی، نماز کلمہ وغیرہ مگر ہم میں ایمانداری نہیں۔

وہ مولوی مزید کہتا ہے کہ برناڈ شاہ کا مشہور جملہ ہے کہ میں نے یورپ میں اسلام دیکھا لیکن مسلمان نہیں دیکھے۔ میں نے عرب ملکوں میں مسلمان دیکھے مگر اسلام نہیں دیکھا۔ ہم مسلمان تو ضرور ہیں مگر اسلام ہمارے پاس نہیں۔

مجھے صاف کہنے دیجئے کہ ہمارے پاس اسلام نہیں ہے۔ اسلام پگڑی کا نام نہیں اسلام کرتے، پاجامے اور داڑھی کا نام نہیں ہے۔

اسلام سچ کا نام ہے، اسلام ایمانداری کا نام ہے، اسلام صحیح ناپ تول کا نام ہے، اسلام وعدہ پورا کرنے کا نام ہے۔ اسلام وقت کی پابندی کا نام ہے۔

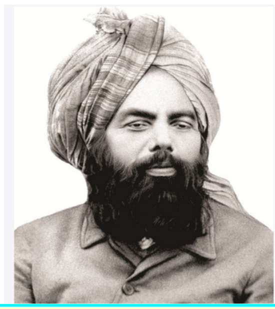
پس آیئے خدا سے صلح کریں اور خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے آخری زمانے میں جو امام آنے والا تھا۔ اس پر ایمان لا کر اس کے مقاصد میں اس کے ہاتھ بٹائیں اور اپنے آپ کو جاہلیت کی موت سے بچائیں۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین

کوئی بارش وہ برسا مولا



مبارک صدیقی

کوئی بارش وہ برسا مولا
پھر موسم سارے چمک اٹھیں
پھر لوگ مبارک بادیں دیں
پھر سجدہ گاہیں دمک اٹھیں
کیا بھول ہوئی انسانوں سے
ہم عرض کریں یہ رو رو کر
اب معاف بھی کر تقصیروں کو
ہم تھکے جنازے ڈھو ڈھو کر
اک بات کھٹکتی ہے سائیں
کچھ لوگ خدا بن بیٹھے تھے
کچھ دشت بگولوں کے ذرے
خود کیا سے کیا بن بیٹھے تھے
اک نادیدہ سے مچھر نے
اوقات کرا دی یاد ہمیں
کیا منظر تھے کیا موسم تھے
ہر بات کرا دی یاد ہمیں
اب تنہائی میں یاد آیا
ہم بھولے تھے اوقات سائیں
پر جانے دے ہم چاکر ہیں
کر پیار کی پھر برسات سائیں
ہم لوگ فقیر ترے در کے
تو مالک ہے ستار بھی ہے
تو پالن ہار ہمارا ہے
تو مرشد بھی غفار بھی ہے
کوئی بارش وہ برسا مولا
پھر موسم سارے چمک اٹھیں
پھر لوگ مبارک بادیں دیں
پھر سجدہ گاہیں دمک اٹھیں



حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مُحبتِ الٰہی

جمیل احمد بٹ



سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں سے آپ کی محبتِ الٰہی کے مضمون کا بیان حضرت مسیح موعود کی تمام حیاتِ طیّبہ کے بیان کا متقاضی ہے کیونکہ اس ارشادِ قرآنی کے کہ تابع کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ　(بقرہ 166:2)

ترجمہ: اور جو لوگ مومن ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ (ہی) محبت کرتے ہیں

یہ محبت آپ کا ملجاء و مقصود تھی اور اسی سبب آپ کی ہر حرکت اور سکون، اظہار اور خاموشی سب خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر تھے۔ غرضیکہ یہ محبت آپ کی زندگی کا محور تھی جیسا کہ فرمایا:

مرا با عشق او وقتے است معمور
چہ خوش وقتے چہ خرّم روزگارے

(حجۃ اللہ روحانی خزائن جلد نمبر 12 صفحہ نمبر 149، ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ از حضرت میر محمد اسماعیل صاحب: میرا وقت اسی کے عشق سے بھرپور ہے واہ کیا اچھا وقت ہے اور کیا عمدہ زمانہ ہے۔

(درِّثمین فارسی صفحہ 218، مطبوعہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور)

محبتِ الٰہی کے اس حیرت انگیز سفر کا نکتۂ آغاز شائد بچپن کا یہ معصوم اظہار تھا جو آپ نے اپنی ایک ہم سِن عزیزہ سے ان الفاظ میں کیا:

'دعا کر کہ خدا میرے نماز نصیب کرے'۔

(حیاتِ احمد از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی جلد اوّل صفحہ نمبر 245 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

اور انتہا وفات سے کچھ قبل حضرت اماں جانؓ کے فکر مندی کے اس اظہار پر کہ 'اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے؟' آپ کا یہ اظہارِ اطمینان تھا کہ 'یہ وہی ہے جو مَیں کہا کرتا تھا'۔

(سلسلہ احمدیہ جلد اول از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ 176 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ 2008ء مشتمل بر ہر سہ حصص)

اس وقت خدا تعالیٰ سے آپ کی اس محبت کے چند پہلوؤں کا کسی قدر ذکر مقصود ہے۔

1۔ حصولِ مُحبتِ الٰہی کی تڑپ:

مُحبتِ الٰہی کے زیادہ سے زیادہ حصول کی تڑپ ہمیشہ آپ کے دل میں رہی۔ اسی طلب میں آپ مسیترٹ کہلائے۔ 8/9 ماہ کے مسلسل روزہ دار ہوئے اور تنہائی میں ہفتوں چِلّہ کشی کی۔ آپ خدا سے خود اسی کے یوں طلب گار ہوئے:

؎ وآنچہ می خواہم از تو نیز توئی

(براہین احمدیہ حصہ اوّل روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 16 2008ء)

ترجمہ از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب: اور جو چیز مَیں تجھ سے چاہتا ہوں وہ بھی تو ہی ہے۔

(درِّثمین فارسی صفحہ 12، مطبوعہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور)

اللہ سے محبت اللہ کے فضل سے ہی مل سکتی ہے۔ عارف باللہ حضرت مسیح موعود اس حقیقت سے خوب واقف تھے۔ اس لئے آپ نے بے تابانہ اس غرض سے دعائیں کیں۔ 1885ء میں آپ نے اپنے ایک عازمِ حج دوست کو ایک دعا لکھ کر دی کہ وہ بیت اللہ کی زیارت پر انہی الفاظ میں گزارش کر دیں جن میں منجملہ یہ الفاظ تھے:

'اے ارحم الراحمین ایک تیرہ بندہ عاجز اور ناکارہ پر خطا اور نالائق غلام احمد جو تیری زمین مُلکِ ہند میں ہے اس کی یہ عرض ہے کہ ارحم الراحمین۔۔۔ میری زندگی اور میری موت اور میری ہر یک قوت اور جو مجھے حاصل ہے اپنی ہی راہ میں کر اور اپنی ہی محبت میں مجھے زندہ رکھ اور اپنی ہی محبت میں مجھے مار اور اپنے ہی کامل متبعین میں مجھے اٹھا'۔ (مکتوباتِ احمد اوّل مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی جلد سوم صفحہ نمبر 28 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

اور خود بھی یوں دعا گو رہے۔

i۔ ’میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا کہ مجھے زندگی حاصل ہو‘۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر 153 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

ii۔ ’اے میرے ربّ! تو اپنے فضل سے ۔۔۔ مجھے (اپنی) محبت میں محو کر دے اور ایسی محبت دے کہ میرے بعد کوئی اس سے بڑھ نہ سکے ۔۔۔ اور مجھے اپنی طرف کھینچ لے اور مجھے خود چلا اور میری تائید کر اور مطابقت کر اور مجھے پاک کر اور منور کر اور مجھے سارے کا سارا اپنا بنا لے اور خود بھی سب میرا ہو جا۔ اے میرے ربّ میری طرف ہر دروازے سے آ اور ہر حجاب سے خلاصی بخش‘۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 5 ایڈیشن 2008ء) (عربی سے ترجمہ از حضرت مرزا عبدالحق روح العرفان صفحہ 116 مطبوعہ 1981ء)

2۔ قبولیتِ دعا:

آپ کی یہ دعائیں قبول ہوئیں اور آپ کو محبتِ الٰہی کا ایک عظیم خزانہ عطا ہوا جیسا کہ فرمایا:

i۔ ’’خدا کی عزت اور جلال کی قسم کہ مَیں نے اپنے ربّ کے چہرے کو ہر چہرے پر ترجیح دی۔ اور اس کے دروازے کو سب دروازوں پر چن لیا اور اس کی رضا کو سب رضاؤں پر اختیار کر لیا ۔۔۔ اور میرے ربّ نے مجھے انتہائی محبت دی ہے اور میرے دل میں یہ محبت رچ گئی ہے‘‘

(تحفۂ بغداد روحانی خزائن جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 19 ایڈیشن 2008ء) (عربی سے ترجمہ از حضرت مرزا عبدالحق روح العرفان صفحہ 170 مطبوعہ 1981ء)

ii۔ ’بارہا قسم کھا کر فرمایا کہ ہم ہر ایک شے سے محض خدا تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں۔ بیوی ہو، بچے ہوں، دوست ہوں سب سے ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے‘۔

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صفحہ نمبر 50 مطبوعہ ابوالفضل قادیان)

3۔ اظہارِ محبت:

آپ نے اللہ سے اپنی اس والہانہ محبت کا بار بار اظہار کیا جیسے یہ الفاظ:

’مَیں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے‘۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 ایڈیشن 2008ء)

’دیکھ میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے‘۔

(تریاق القلوب روحانی خزائن جلد 15 صفحہ نمبر، ایڈیشن 2008ء)

اسی اظہارِ محبت کا ایک رنگ اپنے محبوب خدا کا یوں ذکر تھا:

’ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا ۔۔۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہو گی۔ وہ وہی واحد لاشریک ہے جس کا کوئی بیٹا نہیں اور جس کی کوئی بیوی نہیں۔ وہ وہی بے مثل ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ۔۔۔ جس کا کوئی ہمتا نہیں جس کا کوئی ہم صفات نہیں اور جس کی کوئی طاقت کم نہیں۔ وہ قریب ہے باوجود دور ہونے کے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے ۔۔۔ اُس کے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفاتِ کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامدِ حقّہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا۔ اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبداء ہے تمام فیضوں کا۔ اور مرجع ہے ہر ایک شے کا۔ اور مالک ہے ہر ایک ملک کا۔ اور متصف ہے ہر ایک کمال سے۔ اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے ۔۔۔ اور اُس کے آگے کوئی بات بھی اَن ہونی نہیں۔ اور تمام روح اور اُن طاقتیں اور تمام ذرّات اور اُن کی طاقتیں اُسی کی پیدائش ہیں۔ اُس کے بغیر کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ وہ اپنی طاقتوں اور اپنی قدرتوں اور اپنے نشانوں سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے۔ اور اُس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہیں ۔۔۔ وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھوں کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانوں کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے۔ اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اُس کا کام ہے‘۔

(الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309۔310، اڈیشن 2008ء)

مناظرِ فطرت میں جلوۂ خدائی: یہی محبت مناظرِ فطرت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کر کے آپ کو بے چین کرتی۔ آپ کے ایک ساتھی نے روایت کیا:

'بیان کیا مجھ سے حاجی عبدالحمید صاحب لدھیانوی نے کہ ایک دفعہ حضور لدھیانہ میں تھے۔ میرے مکان میں ایک نیم کا درخت تھا چونکہ برسات کا موسم تھا۔ اس کے پتے بڑے خوشنما طور پر سرسبز تھے۔ حضور نے مجھے فرمایا۔ حاجی صاحب اس درخت کے پتوں کی طرف دیکھئے کیسے خوشنما ہیں۔ حاجی صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے اس وقت دیکھا کہ آپکی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں'۔

(سیرت المہدی جلد اوّل از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ نمبر 68 مطبوعہ نظارت اشاعت 2008ء مشتمل برہر سہ حصص)

ایسا ہی ایک اظہار یہ اشعار ہیں:

ے چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشان اس میں جمالِ یار کا
ہے عجب جلوہ تیری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے تیرے دیدار کا

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 52، اڈیشن 2008ء)

4۔نغماتِ محبت :

آپ مُحبتِ الٰہی کو شعارِ عبودیت جانتے تھے اور اس محبت کے نغمے ابل ابل کر آپ کے لبوں سے یوں بہتے:

ے در دو عالم مرا عزیز توئی

(براہینِ احمدیہ حصہ اوّل روحانی خزائن جلد 1 صفحہ نمبر 16، ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب: دونوں عالم میں تو ہی میرا پیارا ہے۔

(درِثمین فارسی صفحہ 12، مطبوعہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور)

اک دَم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد 2 صفحہ نمبر 52، ایڈیشن 2008ء)

ے آج ہم دل بر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا

(ازالۂ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ نمبر 459، ایڈیشن 2008ء)

ے در کوئے تو اگر سرِ عشاق را زنند
اوّل کسے کہ لافِ تعشق زند منم

(آئینہ کمالاتِ اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ نمبر 658 ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ از حضرت میر محمد اسماعیل صاحب: اگر تیرے کوچہ میں عاشقوں کے سر اتارے جائیں تو سب سے پہلے جو عشق کا دعویٰ کرے گا وہ مَیں ہوں گا۔

(درِثمین فارسی صفحہ 265، مطبوعہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور)

ے سب غیر ہیں وہی ہے اک دل کا یار جانی

(محمود کی آمین روحانی خزائن جلد 12 صفحہ نمبر 319، ایڈیشن 2008ء)

ے تیرا ہوں مَیں سراسر تو میرا ربِّ اکبر

(محمود کی آمین روحانی خزائن جلد 12 صفحہ نمبر 320، ایڈیشن 2008ء)

ے اے میری جان کے جانی اے شاہِ دو جہانی

(محمود کی آمین روحانی خزائن جلد 12 صفحہ نمبر 321، ایڈیشن 2008ء)

ے اے سر و جان و دل و ہر ذرہ ام قربانِ تو

(چشمۂ مسیحی روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 391 ایڈیشن 2008ء)

ترجمہ از حضرت میر محمد اسماعیل صاحب: اے وہ کہ تجھ پر میرا سر، جان، دل اور ہر ذرّہ قربان ہے۔

(درِثمین فارسی صفحہ 265، مطبوعہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور)

ے اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے مُحسن میرے پروردگار

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 127 ایڈیشن 2008ء)

ے ہر اک عاشق نے ہے بت بنایا
ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا
ے وہی آرامِ جان اور دل کو بھایا
وہی جس کو کہیں ربّ لبرایا
ے مجھے اس یار سے پیوندِ جان ہے
وہی جنت، وہی دارالامان ہے

(بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین درِثمین صفحہ نمبر 54 مطبوعہ نظارت اصلاح و ارشاد ربوہ)

اظہارِ مُحبتِ الٰہی کا یہ سلسلہ بہر حال ناتمام رہتا ہے کہ:

بیان اس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبت کا تو اک دریا رواں ہے

(بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین درِثمین صفحہ نمبر 54 مطبوعہ نظارت اصلاح و

(ارشاد ربوہ)

5۔معرفتِ الٰہی:

اللہ سے اس درجہ محبت نے آپ کو اس کا وہ عرفان عطا فرمایا گویا آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔اسی معرفت نے آپ کو ایک غیر متزلزل یقین عطا فرمایا۔ایسے چند اظہار یہ ہیں:

’اگر چہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اسی کے منہ کی قسم ہے کہ مَیں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں‘‘

(اربعین روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ نمبر 399 ایڈیشن 2008ء)

’اے لوگو تم یقینا سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔۔۔اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے‘۔

(اربعین روحانی خزائن جلد 17 صفحہ نمبر 400 ایڈیشن 2008ء)

’تمام دنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی۔جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھائے۔جس نے مجھے اس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا۔اس کے سوا کوئی خدا نہیں نہ آسمان میں نہ زمین میں‘۔

(کشتیٔ نوحؑ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 20 ایڈیشن 2008ء)

’یہ مکالمۂ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔۔۔اور مَیں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر‘۔

(تجلیاتِ الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 412 ایڈیشن 2008ء)

اور ایسے ہی ایک اظہار پر مشتمل آپ کے ایک انتہائی مخلص ساتھی کی یہ تحریر ہے کہ:

’میں صاف دیکھتا تھا کہ کہ آپ ایک پہاڑ ہیں کہ ناتواں پست ہمت چوہے اس میں سرنگ کھود نہیں سکتے۔ایک دفعہ آپ نے جالندھر کے مقام میں فرمایا۔ابتلاء کے وقت ہمیں اندیشہ اپنی جماعت کے بعض ضعیف دلوں کا ہوتا ہے۔میرا تو یہ حال ہے کہ اگر مجھے صاف آواز آوے کہ تو مخذول ہے اور تیری کوئی مراد ہم پوری نہ کریں گے تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس عشق و محبتِ الٰہی اور خدمتِ دین میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔اس لئے کہ میں تو اسے دیکھ چکا ہوں‘۔

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت مولانا صفحہ نمبر 53 مطبوعہ ابوالفضل محمود قادیان)

6۔عملی اظہار۔عبادات:

محبتِ الٰہی کا عملی اظہار اوّل طور پر آپ کا اللہ کی عبادت میں شغف تھا۔آپ

کرونا سے نجات



محمد اسحاق عاجز لندن

دنیا میں نذیر آیا دنیا نے نہ پہچانا
اور اس کا ہر اک دعویٰ بس جھوٹ ہی گردانا
کچھ لوگ خدا والے جب ساتھ ہوئے اس کے
تو قادر مطلق نے ان سب کو سوا جانا
ایک ایسا بھی وقت آیا تہہ تیغ ہوئی دنیا
طاعوں کی وبا پھیلی ہوئیں بستیاں ویرانہ
بشارت دی مسیحا نے آئیگا جو دار اس کے
اللہ بچا ئے گا اس کو تو معجزانہ
دیکھا پھر دنیا نے جو آئے تھے اس کے دار
ان سب کو ملی راحت اور فیض کریمانہ
پھر آج کرونا ہے دنیا کو نگلنے کو
کتنے ہی شکار اس کا ہو جاتے ہیں روزانہ
ہے وقت کہ پہچانو اللہ کے حکموں کو
تا تم کو دکھائے پھر اک صفت وہ رحمانہ
لگ جاؤ دعاؤں میں اللہ کی پناہ مانگو
تا تم کو ملے اس سے اک شفقت پدرانہ
وہ دارِ مسیحا تھا یہ دا رِ خلافت ہے
ہو جاؤ جمع اس میں عاجز کہے دیوانہ

کے ایک صحابی کی روایت ہے:

’مَیں اپنے بچپن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھتا آیا ہوں۔۔۔آپ کی عادت تھی کہ رات کو عشاء کے بعد جلد سو جاتے تھے اور پھر ایک بجے کے قریب تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے اور تہجد پڑھ کر قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے رہتے تھے۔پھر جب صبح کی اذان ہوتی تو سنتیں گھر میں پڑھ کر نماز کے لئے مسجد میں جاتے اور با جماعت نماز پڑھتے‘۔

(سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر 513۔514 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ 2008ء مشتمل بر ہر سہ حصص)

پنج گانہ نماز اور تہجد کے علاوہ آپ بسا اوقات نمازِ اشراق بھی پڑھا کرتے۔

نماز کی ادائیگی آپ کو ہمیشہ مقدم رہی ۔حضرت اماں جان نے روایت کی کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ان سے ذکر فرمایا:

''ایک دفعہ مَیں کسی مقدمہ کی پیروی کے لئے گیا۔عدالت میں اوراور مقدمے ہوتے رہے۔اور مَیں باہر ایک درخت کے نیچے انتظار کرتا رہا۔چونکہ نماز کا وقت ہوگیا تھا۔اس لئے مَیں نے وہیں نماز پڑھنا شروع کر دی۔مگر نماز کے دوران میں ہی عدالت سے مجھے آوازیں پڑنی شروع ہوگئیں ۔مگر مَیں نماز پڑھتا رہا'۔(سیرت المہدی ازحضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر 14 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ 2008ءمشتمل برہرسہ حصص)

آپ روزوں کا بھی خوب التزام کرتے ۔آپ نے ایامِ جوانی میں 8، 9 ماہ تک مسلسل روزے رکھے۔رمضان کے علاوہ نفلی روزے بھی رکھتے خصوصاً شوال کے چھے روزے۔کسی خاص کام کے لئے دعا کرنی ہوتی تو بھی روزہ رکھتے۔

7۔ صبغت اللہ :

محبت کا ایک تقاضا اپنے آپ کو محبوب کے رنگ میں ڈھالنا ہے۔قرآنِ کریم نے اس کے لئے : صِبْغَةَ اللّٰهِ (بقرہ 139:2) اور آنحضرت ﷺ نے تَخَلَّقُوْ بِاَخلَاقِ اللّٰہ کا حکم دیا ہے یعنی اللہ کا رنگ پکڑو۔اور اللہ کے اخلاق اپناؤ۔محبت الٰہی کی راہ پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعود(آپ پر سلامتی ہو) نے بھی اُن صفات الٰہیہ میں سے جو بندہ اختیار کر سکتا ہے تمام رنگوں اور اخلاق کو نہ صرف اپنایا بلکہ کمال تک پہنچایا مثلاً ہمدردئ خلق اور مخلوق پر رحم کے بارے میں آپ کے ایک رفیق حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب نے بیان کیا:

'جو کہتا ہے کہ 'خلق اللہ عیالی' دنیا کی ساری مخلوق کو جو اپنا کنبہ سمجھتا ہے۔اس کی ہمدردی،رحم،چشم پوشی،انکساری،مروت کی کوئی حد بھی ہوسکتی ہے؟۔ہرگز نہیں۔جیسے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ ہے وہ ربّ العالمین ہے۔اسی طرح پر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود کی شان سے دنیا میں نازل ہوا۔خلق اللہ کو اپنا عیال قرار دیتا ہے'۔

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 419 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ 2008ءمشتمل بر جلد اول، دوم، سوم اور پنجم)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے اپنا ایک مشاہدہ رقم کیا کہ کس طرح حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے نادار اور غریب عورتوں کو ادویات کی فراہمی پر تین گھنٹے صرف کئے اور مولوی صاحب کے اس تبصرہ پر کہ یہ تو بڑی زحمت کا کام ہے فرمایا:

'یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے'۔

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صفحہ نمبر 35 مطبوعہ ابوالفضل قادیان)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کسی سائل کو رد نہ فرماتے۔حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی ایک روایت ہے کہ:

'ایک سائل نے آہستگی سے کوئی سوال کیا دیگر آوازوں کے شور میں حضرت اس پر توجہ نہ دے سکے اور گھر چلے گئے۔لیکن جلد واپس آئے اور اس سائل کو تلاش کروایا۔وہ نہ ملا۔لیکن شام کو وہی سائل آ گیا'حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اُسے دیا اور ایسے خوش ہوئے گویا کوئی بوجھ اُتر گیا ہو'۔

(سیرت حضرت مسیح موعود از حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صفحہ نمبر 59 مطبوعہ ابوالفضل قادیان)

آپ کی ہمدردئ خلق میں غیر بلکہ دشمن بھی برابر کے شریک تھے۔ایک شدید مخالف رشتہ دار کی بیماری کا سنا تو علاج کے لئے تشریف لے گئے۔ایک شدید مخالف مولوی کے حسب نسب کے ذکر سے اپنے وکیل کو سختی سے روکا۔طاعون سے مخلوق کی بچت کے لئے رو رو کر دعائیں کیں۔اپنی بیعت کرنے والوں کو بھی مخلوق سے ہمدردی کرنے کا پابند کیا اور شرائطِ بیعت میں یہ شرط بھی رکھی کہ

'یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا'۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ نمبر 108۔109 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ نیا ایڈیشن)

اس باب میں خود آپ کا اعلانیہ مسلک یہ تھا۔

'مَیں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔مَیں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔''

(اربعین روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 344 ایڈیشن 2008ء)

8۔ توکل الی اللہ :

محبت کا ایک پہلو محبوب پر مان ہونا ہے۔محبتِ الٰہی کے مضمون میں یہ توکل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس توکل کا عجیب رنگ نظر آتا ہے۔آپ کے رفیق حضرت عبداللہ سنوری صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود اکثر فرمایا کرتے تھے کہ 'خدا داری چہ غم داری'۔کہ اگر خدا ساتھ ہے تو پھر کیا غم۔آپ نے اپنے مخالفین کو بار بار ہر قسم کے مقابلہ کے لئے بلایا اور ساتھ ہی اپنی فتح کا اعلان کیا۔یہ سب اسی یقین کے بل پر تھا کہ اللہ آپ کے ساتھ ہے۔اس خبر پر کہ ہندو مجسٹریٹ آپ کو سزا دینے پر تُلا ہوا ہے۔اسی توکل نے آپ سے یہ اظہار کروایا:

'مَیں شکار نہیں ہوں مَیں شیر ہوں اور شیر بھی خدا کا شیر۔وہ بھلا خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال سکتا ہے؟ایسا کر کے تو دیکھے۔

(سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر 106 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ 2008ء مشتمل بر ہر سہ حصص)

آپ کے توکل الی اللہ کا ایک خوبصورت اظہار یہ الفاظ ہیں:

'جب مَیں اپنی صندوقچی کو خالی دیکھتا ہوں تو مجھے خدا کے فضل پر یقینِ واثق ہوتا ہے کہ اب یہ بھرے گی اور ایسا ہی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر فرمایا کہ 'جب میرا کیسہ خالی ہوتا ہے تو جو ذوق و سرور اللہ تعالیٰ پر توکل کا اس وقت مجھے حاصل ہوتا ہے مَیں اُس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا اور وہ حالت بہت ہی زیادہ راحت بخش اور طمانیت انگیز ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ کیسہ بھرا ہوا ہو'

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ نمبر 216 مطبوعہ نظارتِ اشاعت ربوہ)

9۔ راضی بارضا:

محب محبوب کی مرضی کا پاس رکھتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ہمیشہ کامل طور پر راضی برضا الٰہی رہے۔حضرت عبداللہ سنوری صاحب نے بیان کیا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ 'مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ یعنی خدا کی رضا سب پر مقدم ہونی چاہئے'۔اور عملاً ایسا ہی کرتے۔نقصان اور صدمہ چھوٹا ہو یا بڑا آپ اس پر یکساں راضی رہتے۔

ایک مسوّدہ کے گم جانے پر کمال سکینت سے فرمایا:

'مجھے افسوس ہے کہ اس کی جستجو میں اس قدر تگاپو کیوں کیا گیا۔میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بہتر عطا فرما دے گا'۔

(سیرت المہدی جلد اوّل از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر 261 مطبوعہ 2008ء مشتمل بر ہر سہ حصص)

آپ کے کئی قریبی ساتھی اور پانچ بچے آپ کے سامنے فوت ہوئے جن میں ایک وہ بیٹا بھی تھا جو آپ کو بہت پیارا تھا لیکن آپ راضی بارضا رہے اور یہی فرمایا:

'مبارک احمد فوت ہو گیا۔میرے مولا کی بات پوری ہوئی۔اس نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ لڑکا یا تو جلدی فوت ہو جائے گا یا بہت باخدا ہوگا۔پس اللہ نے اس کو بلا لیا۔ایک مبارک احمد کیا اگر ہزار بیٹا ہو اور ہزار ہی فوت ہو جائے۔مگر میرا مولا خوش ہو اور اس کی بات پوری ہو تو میری خوشی اسی میں ہے'۔

(سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جلد دوم صفحہ نمبر 140 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ 2008ء مشتمل بر حصص چہارم اور پنجم)

اور یہ کہ

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

(لوحِ مزار مرزا مبارک احمد نوشتہ ستمبر 1907ء بحوالہ درِّثمین صفحہ 100 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

10۔ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی راہ اطاعتِ رسول ٹھہرائی ہے جیسا کہ فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آلِ عمران 32:3)

ترجمہ: تو کہہ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔

محبتِ الٰہی کی تڑپ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہی راہ اختیار کی۔آپ کی حیاتِ طیّبہ اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ تھی۔مہمانوں کے اکرام، بغیر منڈیر چھت پر نہ سونے، جگانے کے لئے آواز دینے کی بجائے پانی کا چھینٹا پھینکنے اور منذر خواب دیکھنے پر قربانی کرنے کے اپنے طریق پر آپ نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حوالہ دیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے کی یہ گواہی اس مضمون کا بہترین خلاصہ ہے۔

'حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طریق تھا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے تھے'۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ نمبر 492 مطبوعہ 1935ء)

11۔عاجزی و نفیِ وجود:

حضرت مسیح موعود کا مسلک تھا کہ

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفی وجود
(براہین احمدیہ جلد پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 139)

اسی کے مطابق آپ نے بارہا انتہائی عاجزانہ نفی وجود کا اظہار فرمایا۔جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

'مَیں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور مَیں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہئے تھا اور مَیں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شاملِ حال ہوا'
(تجلیاتِ الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 410 ایڈیشن 2008ء)

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 127 ایڈیشن 2008ء)

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
مَیں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا
(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 20 ایڈیشن 2008ء)

11۔عطائے محبتِ الٰہی:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا سے ٹوٹ کر محبت کی تو اس رحیم اور ودود خدا نے بھی اس کا محبت سے جواب دیا۔ابتداء میں آپ اپنے والد صاحب کی وفات کی خبر سے فکرمند ہوئے تو فوراً یہ نوید ملی:

اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔
(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ نمبر 194 حاشیہ ایڈیشن 2008ء)

مکالماتِ الٰہیہ میں اس محبت کا خوب اظہار ہوا۔اللہ نے آپ کو بمنزلہ اپنی توحید وتفرید اور اولاد کے قرار دیا اور آپ کو سورج اور خود کو چاند بھی کہا۔محبت کا جاری اظہار وہ تائید ونصرت تھی جو ہر آن آپ کے شاملِ حال رہی اور آپ کو مظفر ومنصور کرتی رہی۔

محبتِ الٰہی کی اسی عطا کا مظہر وہ اَن گنت دعائیں تھیں جو بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوئیں جبکہ ایک موقع پر ایک تقدیر کو ٹالنے کے لئے آپ کو شفاعت کی اجازت بھی عطا ہوئی۔اور اسی کا اظہار وہ سکینت تھی جو درج ذیل ان الفاظ سے مترشح ہے جو آپ نے قادیان میں ہتھکڑی بردار پولیس کو دیکھ کر گھبرائے ہوئے ایک ساتھی سے مسکرا کر فرمائے کہ:

'میر صاحب لوگ دنیا کی خوشیوں میں چاندی،سونے کے کنگن پہنا ہی کرتے ہیں۔ہم سمجھ لیں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لوہے کے کنگن پہن لئے'۔پھر ذرا تامّل کے بعد فرمایا:'مگر ایسا نہیں ہوگا کیونکہ خدا تعالیٰ۔۔۔اپنے خلفائے مامورین کی ایسی رسوائی پسند نہیں کرتا'۔
(ملفوظات جلد نمبر 1 صفحہ 202 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

اور اسی کا مظہر یہ ایقان کہ

؎ کہ یہ جان آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے
(حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ نمبر 595 ایڈیشن 2008ء)

'اس زمانہ میں ہم موجود ہیں۔ہمیں کوئی مخالف دشمنی سے آگ کے اندر ڈال کر دیکھ لے کہ خدا اس آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے یا نہیں؟''
(سیرت المہدی جلد اوّل از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ نمبر 137 ایڈیشن 2008ء مشتمل بر ہر سہ حصص)

اسی مان کے تحت آپ نے اپنے مخالفین کو اپنے خلاف بدعاؤں کی عام اجازت دی۔

12۔درختِ محبت کے پھول پھل:

محبت کے اس سرسبز وباثمر درخت پر مزید بے شمار پھل لگے۔حضرت مسیح موعود (آپ پر سلامتی ہو) کی قوتِ قدسیہ کی بدولت دنیا بھر سے وہ لوگ آپ کے ہاتھ پر جمع ہو گئے جو اپنے دلوں میں مُحبتِ الٰہی کی تڑپ رکھتے تھے۔یہ بزرگ خود اپنی ذات میں پہاڑوں جیسے وجود تھے اور چلتے پھرتے فرشتے جن کا خدا سے زندہ تعلق تھا۔اللہ تعالیٰ اُن کی دعائیں سنتا تھا اور کئی مواقع پر اطلاع دیے جاتے تھے۔خدا نما وجودوں کا یہ اکھٹ چاند کے گرد ستاروں کا جھرمٹ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیرت انگیز قوتِ قدسیہ کا ثبوت۔

ان میں وہ بھی ہوئے جنہیں رویاء وکشوف اور الہام الٰہی کی نعمت بھی عطا ہوئی۔حضرت مسیح موعود نے 1897ء میں تحریر فرمایا:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میری جماعت میں اس قسم کے ملہم اس قدر ہیں کہ بعض کے الہامات کی ایک کتاب بنتی ہے۔سیّد امیر علی شاہ ہر ایک ہفتہ کے بعد الہامات کا ایک ورق بھیجتے ہیں اور بعض عورتیں میری مصدق ہیں جنہوں نے ایک حرف عربی کا نہیں پڑھا اور عربی میں الہام ہوتا ہے۔

(ضرورۃ الامام روحانی خزائن جلد 13 صفحہ نمبر 501)

ایک اور موقع پر فرمایا: ”ہماری جماعت میں کوئی بیس پچیس بلکہ تیس کے قریب ایسے آدمی ہوں گے جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ نمبر 347 نیا ایڈیشن)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے الہامات، رویاء وکشوف کا مجموعہ 596 صفحات پر مشتمل شائع شدہ ہے اور رویاء وکشوف سیّدنا محمود کے نام سے موسوم ہے۔

13۔ محبتِ الٰہی کی تعلیم :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہ صرف خود محبتِ الٰہی میں سرشار تھے بلکہ اسی محبت کو عام کرنے کو آپ نے اپنی ماموریت کی ایک غرض بھی قرار دیا جیسا کہ فرمایا :

”وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں“

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 180 مطبوعہ 2008ء)

اسی لئے آپ نے بار بار یہ درس محبت دیا کہ

سب خیر ہے اسی میں کہ اس سے لگاؤ دل

(رسالہ تشحیذ الاذہان دسمبر 1908ء بحوالہ درّثمین صفحہ 152 مطبوعہ نظارت اشاعت ربوہ)

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 140)

تیر تاثیرِ محبت کا خطا جاتا نہیں
تیر انداز و نہ ہونا سست اس میں زینہار

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 141)

؎ کوئی رہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ نمبر 141 ایڈیشن 2008ء)

آپ ہمیشہ اس امر کے لئے کوشاں رہے کہ سب محبت کی اس راہ کو اپنائیں۔ افرادِ جماعت کو حصولِ مُحبتِ الٰہی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے آپ نے بار بار قلم اٹھایا جن میں سے چند پُراثر الفاظ یہ ہیں:

’یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔۔۔مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوش خبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں‘۔

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 21،22 مطبوعہ 2008ء)

”وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پوری طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو مَیں خدا کی منشاء کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔“

(الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 308 ایڈیشن 2008ء)

اس راہ پر چلنے والوں کے لئے آپ نے یہ خوش خبری بھی دی :

”تمہیں خوش خبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اُس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں جو لوگ پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں اُن کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں“

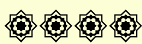
(الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 308۔309 مطبوعہ 2008ء)

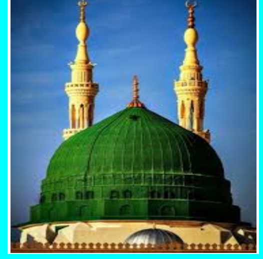
اور ان کے لئے یہ دعا بھی کی :

’ مَیں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا۔۔۔ کیونکہ خدا اس قوم کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ نمبر 77۔78 مطبوعہ 2008ء)

اللہ کرے کہ ہم سب اس خوشخبری سے فائدہ اٹھا کر اور ان دعاؤں کے مصداق ہو کر مُحبتِ الٰہی کے حصول کے لئے سرگرمِ عمل رہیں تا آنکہ ہمارے چہرے اس محبت کے نور سے جگمگا اٹھیں اور ہمارے دل تسکین و اطمینان سے بھر جائیں۔ آمین



یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(چوہدری نعیم احمد باجوہ)



عاشق جانثاران رسول، فدائیان رسول، ناموس رسالت کے الفاظ روزانہ سماعتوں سے ٹکراتے ہیں۔ بیشتر دفعہ یہ الفاظ چوراہوں، سڑکوں کے بیچوں بیچ لگے مجمع سے اٹھ رہے ہوتے ہیں۔ بیک گراونڈ میں جلتے ٹرک، ذلیل وخوار ہوتے مسافر، بھوک سے نڈھال عورتیں بچے، تڑپتے مریض اور نعرے لگانے والے ڈنڈا بردار ہوتے ہیں۔

عشق رسول کا پیمانہ کیا ہے۔ اس کے تقاضے کیا ہیں۔ آج ہمارا عشق، صحابہ کے عشق رسول سے مختلف کیوں ہے۔ وہ جان، مال، وقت عزت، اولاد کی قربانی دے کر عاشق بنے، ہم دوسروں کی جانیں ارزاں کر کے اس دولت کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ انہوں نے راستوں کے حقوق قائم کر کے عشق رسول کا ثبوت دیا۔ ہم پہرے بٹھا کر حب رسول کے نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ بعد المشرقین ہے۔ یہ ضدین ہیں جوا کٹھے نہیں ہو سکتے۔

عشق سچا ہو تو سینہ جلتا ہے۔ بلکہ عشق تو بس ہوتا ہے اسے سچا کہنا بھی شاید درست نہیں۔ بس ہے یا نہیں ہے۔ ایک آگ اندر لگتی ہے۔ اور اندر ہی سلگتی ہے۔ عشق ہو جائے تو لب سل جاتے ہیں۔ سر بازار ناچتا نہیں پھرتا۔ اندرونی آلائشیں پاک ہونے لگتی ہیں۔ نفرت کے آلاؤ محبت کے گل وگلزار ہو جاتے ہیں۔ ایک تڑپ محبوب جیسا بننے کی، ایک لگن نقش پا پر چلنے کی کوئی لمحہ چین نہیں لینے دیتی۔ ہر لحظہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جو نا گوار خاطر ہو۔ اسے محبت کا خوف کہتے ہیں۔

یہ محبت کا خوف عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام نے پالیا تھا۔ پھر ان کی آلائشیں صاف ہوتی گئیں۔ یہ عشق انہیں سفلی زندگی کی اتھاہ گہرائیوں سے اٹھا کر آسمانوں کی بلندیوں پر لے گیا۔ ستاروں کی مانند چمکنے کا خطاب دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پالیا۔ ان میں سے ہر ایک ہادی بن گیا۔ یہی ارشاد ہوا کہ جس کی بھی پیروی کرو گے منزل نزدیک تر ہو جائے گی۔

صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ شیر خدا علی کرم اللہ وجہ حالت جنگ میں مد مقابل کو گرا کر سینہ پر چڑھ گئے۔ کفر ہمیشہ بزدل ہوتا ہے۔ وہ بھی تھڑدلا تھا جلد ی ہمت ہار گیا۔ چہرہ مبارک پر تھوک دیا کہ اشتعال میں آ کر جلدی کام تمام کر دیں۔ پر شیر خدا نے چھوڑ دیا۔ یہ عشق رسول کا تقاضا تھا کہ جب میرے محبوب نے کبھی ذاتی مخاصمت نہیں رکھی تو مجھے بھی زیب نہیں دیتی۔ حالت جنگ، جذبات عروج پر لیکن محبوب کے عشق کی اور اپنی وفا کی لاج رکھنا فراموش نہیں ہوئی۔ یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

دوسرا منظر ہے۔ معاشرتی تشکیل اور تربیت پر کام جا رہی ہے۔ ارشاد ہوا۔ افشو السلام۔ یعنی سلام کو رواج دو۔ عمل پیرا ہونے کے لئے ایک دوڑ لگ گئی۔ بعض اصحاب بغیر کسی دیگر ضرورت کے صرف اس لئے بازار کا چکر لگانے نکل پڑتے کہ آتے جاتے لوگوں کو سلام کہ کر محبوب کے حکم پر زیادہ سے زیادہ عمل کر لیں۔ یہ تھی محبت کی آگ جس کا دیا اندر جلتا تھا اور انہیں بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔ یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

عثمان غنی رسالت مآب کے پیچھے چلتے ہوئے قدموں کے نشان مبارک گنتے جا رہے تھے۔ پلٹ کو پوچھ لیا۔ عثمان کیا کر رہے ہو۔ عرض کیا قدموں کے نشان گن رہا ہوں کہ ان قدموں کے تعداد کے برابر غلام آزاد کر سکوں اور کر بھی دیئے۔ یہ ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ہر نقش پا پر ہر ادا پر سو سو طریقوں سے قربان۔

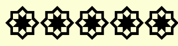
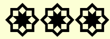
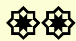
ایک اور منظر حالت جنگ کا ہے۔ اعلان ہوا آج میری تلوار اسے ملے گی جو اس کا حق ادا کرے گا۔ لشکر میں ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک خواہش مچل گئی کہ محبوب خدا اور فتح نصیب جرنیل کی تلوار کے دستے پر میرا ہاتھ پڑے۔ حکم ہوا ابو دجانہ آگے آؤ۔ ابو دجانہ حاضر ہوئے تو تلوار ان کے سپرد فرما دی۔ پر کوئی ہدایت نامہ کوئی طریقہ کار اس کے استعمال کا عطا نہیں فرمایا۔ یہی کہا

تھا اسے ملے گی جو حق ادا کرے گا۔ میدان کارزار میں ایک نقاب پوش نے کئی مجاہدین گھائل کئے۔ کاری وار کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔ ابودجانہ اس کی تاک میں ہو گئے۔ جب تلوار سونت چکے تھے، لمحوں کا کھیل باقی رہ گیا تھا، تو معلوم ہوا نقاب پوش مرد نہیں بلکہ ایک جنگجو عورت ہے۔ ابو دجانہ کا ہاتھ رک گیا۔ تلوار رسول خدا کی ہے کسی عورت پر نہیں اٹھ سکتی۔ یہ ہے عشق رسول ﷺ۔ جذبات قابو میں رکھنے کا حیرت انگیز مکمل کنٹرول۔ ہزار بہانے ہو سکتے تھے مگر نہیں ڈھونڈے۔ آج کا عاشق بلا وجہ کشت وخون کرنے کے بہانوں کی تلاش میں ہے۔ باقی صحابہ بھی سمجھ گئے کہ تلوار کا حق ادا ہونے سے کیا مراد تھی۔ اگر کوئی نہیں سمجھنا چاہتا تو وہ آج کا مسلمان نہیں ہے۔ آج ہم تحریری ہدایت نامہ ہونے کے باوجود عشق رسول کے نام پر حملہ آور ہیں غریب رکشہ والے پر، کمزور نابالغ ریڑھی بان پر۔

اور یہ منظر کوئی آج کے علماء تک بھی پہنچا دے۔ خبر پہنچی کہ لوگ گلی کوچوں میں مجالس سجا لیتے ہیں۔ فرمایا رستوں میں نہ بیٹھو۔ دست بستہ عرض کیا، مجبوری ہے۔ گھروں میں جگہ تھوڑی ہونے اور بعض دیگر وجوہات کی بنا پر ہمیں راستوں پر مجالس لگانا پڑتی ہیں۔ فرمایا: پھر راستے کا حق ادا کرو۔ اے رسول خدا! راستے کا حق بھی بتا دیجئے۔ ارشاد ہوا آتے جاتے کو سلام کرو۔ یعنی راستے میں بیٹھے ہو تو لوگوں کے لئے خوف کا باعث نہ بنو بلکہ ہر آنے جانے والے کے لئے سلامتی اور امن کا پیغام بن جاؤ۔ تمھارے ڈر کی وجہ سے کوئی راستہ نہ بدلے، کوئی خائف نہ ہو۔ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ یاد رہے عام طور پر سوار کو حکم ہے کہ وہ پیادہ کو سلام کرے۔ کھڑے ہوئے کو حکم ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے۔ لیکن بامر مجبوری راستے میں بیٹھنے والوں کو حکم ہوا کہ وہ آنے جانے والے کا سلام کریں۔ فدایان رسول نے اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔ یہ ہے عشق رسول ﷺ۔ آج حب رسول کے دعویداروں نے وطیرہ بنا لیا ہے مسئلہ کوئی بھی ہو۔ فوری راستے بند کر دو۔ پورا ملک جام کر دو۔ لوگوں کو مرنے دو۔ املاک جلا دو۔ لوٹ کر کھا جاؤ۔

یہ آخری منظر تو ایک وارننگ ہے۔ ایک غلطی اسامہ بن زید سے ہوئی۔ قبیلہ جہینہ کے ایک فرد کو باوجود کلمہ پڑھ لینے کے قتل کر دیا۔ معاملہ خدمت اقدس ﷺ میں پیش ہوا۔ ناراضگی کا اظہار اس قدر ہوا کہ اسامہ نے خواہش کی کہ کاش وہ اس سے قبل مسلمان ہی نہ ہوئے ہوتے۔ ''أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ'' کے الفاظ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس نے کلمہ کس وجہ سے پڑھا۔ یہ وارننگ ہے محبوب خدا کی طرف سے ہر شقی القلب نام نہاد عاشق رسول کے لئے کہ دیکھو باز رہنا۔ اسامہ سے غلطی ہوئی لیکن یہ غلطی کوئی اور نہ کرے۔ جب آسیہ بی بی نے اقرار کر لیا کہ نازیبا کلمات میں نے ادا نہیں کئے تو پھر جرم کیسا؟ مان لیتے ہیں کہ اس نے موت کے خوف کی وجہ سے انکار کر دیا۔ معاملہ تو چند لوگوں میں تھا وہیں دفن ہو جاتا۔ لیکن ہم نے دس سال سے اس مسئلہ کو زندہ رکھ کر پوری دنیا میں مشتہر کر دیا۔ بلاشبہ درجنوں گستاخ ہم نے خود ان دس سالوں میں اس معاملے کو زندہ رکھ کر پیدا کر دیئے۔

آج طفلان کوچہ و بازار کی طرف سے اٹھنے والے ہر ہنگامے کے جواب میں میرے محبوب کی یہی صدا گلی کوچوں میں گونج رہی ہے۔ کہ کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا۔ ہے کوئی اس صدا پر کان دھرنے والا۔ ہے کوئی عاشق رسول جو اس صدا کو آواز دے اور اتنا پھیلا دے کہ کمزور پر حملہ آور ہونے سے قبل ہمارے ہاتھ لرز جائیں اور دل اس وعید کی ہیبت سے کانپ اٹھیں۔

عہدِ بیعت

طاہرہ زرتشت ناز

ہے عہدِ بیعت اپنا ہمیں اپنی جاں سے پیارا
ہم ان کے ہیں خواہاں اُلفت ہمارا نعرہ
مقصد بلند اپنا رضائے خدا کو پانا
دنیا کے بُتکدوں سے ہم نے کیا کنارا





حرمین ہائی سپیڈ ریلوے

اونٹوں کے بیکار ھونے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہونے کی عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور

(انجینئر محمود مجیب اصغر)

مکہ مدینہ ھائی سپیڈ ریلوے



اخبار(The Guardian)

دی گارڈین 26 ستمبر 2018ء

نے ایک نہایت اھم خبر شائع کی ہے۔

Saudi Arabia opens High Speed Rail linking Islam's Holy Cities _ Haramain Railway connecting Mecca and Medina

Reuter in Jeddah

The 25 SEP, 2018

سعودی عرب نے حرمین ریلوے کے نام سے برق رفتار ریل جاری کی ہے جو اسلام کے دو مقدس شیروں مکہ اور مدینہ کے درمیان چلے گی۔

کئی اور اخبارات میں بھی اس کی خبریں شائع ھوئی ھیں

اخبار(Arabian Business) ریلوے گزٹ

سعودی فرمانروا نے حرمین ھائی سپیڈ ریل کا افتتاح کیا۔

25 ستمبر 2018ء ہے

سعودی عرب: سعودی عرب آخری ملک ہے جس نے 25 ستمبر (منگل کے روز) ھائی سپیڈ سروس کا آغاز کیا اور مکہ۔جدہ۔مدینہ حرمین ھائی سپیڈ کا سعودی عرب کے فرمانروا سلمان بن عبدالعزیز السعود نے باقاعدہ افتتاح کیا ہے۔

جدہ میں ہونے والی اس تقریب میں تین علاقائی گورنر اور وزیر مواصلات ڈاکٹر نبیل بن محمد العمودی نے شرکت کی

ملک کے 88 ویں نیشنل ڈے سے مطابقت رکھنے کے لئے 23 ستمبر 2018ء کا دن روائتی افتتاح کے لئے مقرر کیا گیا تھا تاھم باقاعدہ افتتاح 25 ستمبر (منگل) کے روز جدہ میں ہوا۔

افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سعودی عرب کے فرمانروا جو مکہ مدینہ کی دو مقدس مساجد کے کسٹوڈین بھی ھیں نے فرمایا

"ہم اللہ پر توکل کرتے ہوئے اس منصوبے کا افتتاح کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالٰی سے التجا کرتے ہیں کہ وہ ھمیں کامیابی عطا فرمائے"

اس کے بعد وہ جدہ سے مدینہ کے trip کے لئے ٹرین Talgo built train set پر سوار ہو گئے۔

وزیر مواصلات العمودی نے بتایا کہ یہ منصوبہ 453 کلومیٹر ریلوے لائن جس پر مکہ مدینہ سمیت پانچ سٹیشن بنائے گئے ھیں ملک کے 2030ء قومی منصوبے کا ایک حصہ ہے جسے 320 کلومیٹر فی گھنٹہ سپیڈ کے لئے ڈیزائن کیا گیا ہے۔

اس کے ذریعے 60 ملین (6 کروڑ) افراد سالانہ کی مکہ اور مدینہ کے درمیان سفر کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے۔اس سے مکہ اور مدینہ کے درمیان فاصلہ کم اور سفر آسان ھوگیا ہے۔

اس منصوبے کے سول ورکس (Civil Works) چین اور سعودی عرب کے کنٹریکٹرز نے تعمیر کئے ہیں۔

ریلوے سسٹم کی سپلائی 12 سال کے Operation اور maintenance کا کام سپین اور سعودی عرب کے ایک اشتراک Al Shola Consortium کو 7.6 بلین یورو Euro کے عوض دیا گیا ہے۔اس میں 36 عدد Talgo 350 Train Set اور ریلوے ٹریک اور اس کی Electrification بھی شامل ہے۔سپین کے دو قومی ادارے ADIF

اور RENFE بارہ سال تک یہ سارا نظام چلائیں گے

ہائی سپیڈ ریل ٹرانسپورٹ کی تاریخ

پہلی Electrified High Speed Rail جاپان میں 1964ء میں Tkaido Shinkansen کے ذریعے متعارف ہوئی۔

اس وقت سے ہائی سپیڈ ریل ٹرانسپورٹ 300 کلومیٹر فی گھنٹہ اور اس سے زیادہ رفتار سے جاپان، سپین، فرانس، جرمنی، اٹلی، چین، تائیوان، برطانیہ، جنوبی کوریا، سکینڈے نیویا، بلجیئم اور نیدرلینڈ میں بنائی جا چکی ہے

سعودی عرب میں مکہ سے مدینہ ھائی سپیڈ ریل کا پراجیکٹ مارچ 2009ء میں شروع ھو کر 23 ستمبر 2018ء کو پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اس طرح ان ممالک کے بعد سعودی عرب آخری نمبر پر ہے

ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور



زمانہ قدیم سے لوگ خانہ کعبہ کا حج ادا کرنے کے لئے پیدل اور اونٹوں پر سفر کرتے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ ’’لوگوں میں بیت اللہ کے حج کا اعلان کر دو اور لوگوں کے قافلے دور دراز سے پیدل اور نحیف اونٹنیوں پر سوار ہو کر چلے آئیں گے۔‘‘ (الحج:28)

پھر فرمایا ’’یاد کرو وہ زمانہ جب اونٹنیوں کی سواری بیکار ھو جائے گی اور ایک حملدار اونٹنی کا بھی قدر نہیں رہے گا جو اھل عرب کے نزدیک بڑی قیمتی سواری تھی۔‘‘ (التکویر:5)

اس کی تشریح مسلم کی ایک حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے کہ اونٹ کی سواری معطل ہو جائے گی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے استعمال نہ ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے تقریباً سوا سو سال پہلے تحریر فرمایا تیرہ سو برس سے مکہ سے مدینہ تک جانے کے لئے اونٹوں کی سواری چلی آتی ہے اور ھر سال کئی لاکھ اونٹ مکہ سے مدینہ اور مدینہ سے مکہ کو جاتا تھا اور ان اونٹوں کے متعلق قرآن اور حدیث میں بالاتفاق یہ پیشگوئی تھی کہ ایک وہ زمانہ آتا ہے کہ یہ اونٹ بے کار کئے جائیں گے اور کوئی ان پر سوار نہ ہوگا چنانچہ آیت واذ العشار عطلت اور حدیث یترک القلاص فلا یسعی علیھا اس کی گواہ ہے پس یہ کس قدر بھاری پیشگوئی ہے جو مسیح کے زمانہ کے لئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی جو ریل کی طیاری سے پوری ہوگئی ہے۔ فالحمد علی ذالک

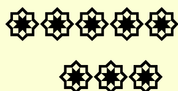
(روحانی خزائن جلد 17 ص 375 ح)

سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا طیار ھو جانا گویا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ اور مدینہ منورہ ہے۔

جس شخص کو عرب کی پرانی تاریخ سے کچھ واقفیت ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اونٹ اھل عرب کا پرانا رفیق ہے اور عربی زبان میں ہزار کے قریب اونٹ کا نام ہے اور اونٹ سے اس قدر قدیم تعلقاتِ اھل عرب کے پائے جاتے ھیں کہ میرے خیال میں بیس ہزار کے قریب عربی زبان میں ایسا شعر ہوگا جس میں اونٹ کا ذکر ہے اور خدا تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ کسی پیشگوئی میں اونٹوں کے ایسے انقلاب عظیم کا ذکر کرنا اس سے بڑھ کر اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالنے کے لئے اور پیشگوئی کی عظمت دلوں میں بٹھانے کے لئے اور کوئی راہ نہیں۔ اسی وجہ سے یہ عظیم الشان پیشگوئی قرآن شریف میں ذکر کی گئی ہے ہر ایک مومن کو خوشی سے اچھلنا چاہیے کہ قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے یہ خبر دی ہے کہ اس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنی اونٹ جس پر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلاد شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کے لئے ان سے الگ ہو جائے گا۔

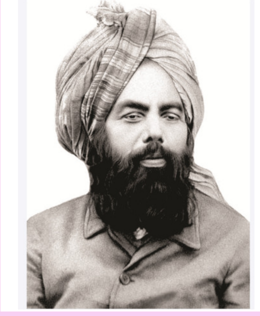
سبحان اللہ کس قدر روشن پیشگوئی ہے یہاں تک کہ دل چاہتا ہے کہ خوشی سے نعرے ماریں کیونکہ ہماری پیاری کتاب اللہ قرآن شریف کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ ایک ایسا نشان دنیا پر ظاہر ہو گیا ہے کہ نہ توریت میں ایسی بزرگ اور کھلی کھلی پیشگوئی پائی جاتی ہے اور نہ انجیل میں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب میں۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 17 ص 197196)





آسٹریلین پریس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تذکرے



تحقیق، ترجمہ و تلخیص: ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو ساتھ ہی خوشخبری دیتے ہوئے یہ وعدہ بھی کیا کہ

''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔''

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ خدائی وعدہ غیر معمولی طور پر پوری شان کے ساتھ پورا ہو گیا اور دنیا کے کناروں تک ان کی تبلیغ پہنچی۔

آسٹریلیا بھی ان خوش قسمت ممالک میں شامل ہے۔ متعدد مقامی اخبارات وجرائد میں شائع ہونے والی خبریں، فیچر اور تبصرے اس کی شاہد ہیں۔ ان میں سے کچھ کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو آپ کی زندگی میں آسٹریلیا کے اخبارات وجرائد میں شائع ہوئیں۔

آسٹریلیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں اولین مطبوعہ تذکروں میں سے ایک ذکر میلبورن (Australia,Melbourne) کے ایک مرکزی چرچ کی طرف سے شائع شدہ گزٹ مطبوعہ 10 ستمبر سنہ 1900ء میں ملتا ہے۔ اس کے مطابق ''لاہور کے مسلمانوں نے بشپ آف لاہور کے نام کچھ مسلمانوں کی طرف سے ایک اہم مکتوب بھیجا ہے، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اگر ہم صحیح راستہ پر نہیں تو دل وجان سے سچائی کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہوں نے بشپ اور مرزا غلام احمد، جو خود کو مسیح کہتے ہیں، کے مابین ایک تنازعہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔''

بحوالہ: The Church of England Messenger for Victoria and Ecclesiastical Gazette for the Diocese ofMelbourne.10.09.1900. صفحہ 142۔

یہ نام نہاد ''تنازعہ'' جسے رپورٹ میں controversy قرار دیا گیا، کیا تھا؟۔ اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ 25 مئی سنہ 1900ء کو عیسائیوں کے ایک نامی گرامی پادری لیفرائے نے، جو کہ بشپ آف لاہور تھا، مسلمانوں کو مدعو کر کے ایک لیکچر دیا تھا جس میں اس نے جملہ انبیاء میں سے صرف یسوع مسیح کو ''معصوم نبی'' کے طور پر پیش کیا۔ اس کا فوری جواب قریباً 3000 حاضرین میں سے کسی کو نہ سوجھ سکا۔ اس موقعہ پر حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لکھی ہوئی ایک تحریر پڑھ کر سنائی جس نے ماحول کا رخ پلٹ کر رکھ دیا۔ موقعہ پر موجود دیگر مسلمانوں نے اعتراف کیا کہ آج ہم احمدیوں کے جواب کی بدولت اپنا ایمان بچا پائے ہیں۔

(ہفت روزہ الحکم۔ مطبوعہ 25 مئی 2018ء)۔

☆☆☆☆

ساؤتھ آسٹریلیا کے شہر ایڈیلیڈ (Adelaide) سے شائع ہونے والے اخبار دی رجسٹر (The Register) نے 26 فروری سنہ 1902ء کے صفحہ 3 پر حضرت مسیح موعودؑ کے جاری کردہ انگریزی رسالہ ''دی ریویو آف ریلیجنز'' کے بارہ میں ایک طویل تعارفی نوٹ شائع کیا۔ اخبار نے لکھا کہ:

''انجمن اشاعت اسلام قادیان انڈیا نے یہ ماہوار رسالہ ''دی ریویو آف ریلیجنز'' کے نام سے جاری کیا ہے۔ اس کا واضح مقصد مختلف مذاہب کا غیر جانبدارانہ موازنہ پیش کرنا اور اسلام، قرآن اور پیغمبر اسلام (حضرت) محمد (ﷺ) پر کئے گئے جملہ اعتراضات کا جواب دینا ہے۔ اسی طرح اس کا کام مرزا غلام احمد کے غیر معمولی دعاوی کو متعارف کروانا ہے، جو کہ ایک اسلامی نبی ہیں۔

رسالہ کا ایڈیٹر لکھتا ہے کہ وہ پیغمبر مبعوث ہوا ہے جس کے لئے تمام نگاہیں

منتظر تھیں اور جس کے نزول کی امیدیں کی جا رہی تھیں۔انبیاء گزشتہ نے اس کے نزول کی پیشگوئیاں کی تھیں اور صحائف مقدسہ نے بھی مشرق میں ظاہر ہونے والے اس مقدس وجود کے ظہور کی خوشخبری دی تھی۔

مرزا غلام احمد کے وجود میں، جسے خدا نے اس مقصد کے لئے چنا، ان تمام پیشگوئیوں کا ظہور ہوا ہے جو یہودیوں، عیسائیوں، اور مسلمانوں کو دی گئی تھیں۔

اخبار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے مزید دعاوی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ یہ میگزین اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ ہمیں علم ہو سکے کہ عیسائی مشنریوں کو انڈیا میں کس قسم کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

☆☆☆☆

آسٹریلیا کی ریاست کوئنزلینڈ کے شہر برسبین (Brisban, Queensland) سے شائع ہونے والے اخبار دی ٹیلیگراف (The Telegraph) نے بروز ہفتہ مؤرخہ 3 جنوری سنہ 1903 کو طاعون سے بچاؤ کے ٹیکہ سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلان کی خبر شائع کی۔اخبار نے لکھا کہ:

''مرزا غلام احمد نے، جو کہ پنجاب میں بود و باش رکھتے ہیں، ایک دلچسپ مقالہ شائع کیا ہے جو کہ طاعون کے ٹیکہ سے متعلق ہے۔احمد (علیہ السلام) نے اعلان کیا ہے کہ وہ ذاتی طور پر یہ ٹیکہ نہیں لگوائیں گے۔اس کے ساتھ ہی آپ نے اس تدبیر کو مفید قرار دیا اور اس کی دستیابی کے لئے حکومت کی مہربانی کا اعتراف کیا ہے۔آپ ایک مذہبی تحریک کے سربراہ ہیں جو مسلم سوادِ اعظم سے جداگانہ قسم کی ہے۔آپ کے مطابق انہیں الہاماً بتلایا گیا ہے کہ وہ اور ان کے پیروکار طاعون سے محفوظ رکھے جائیں گے۔اس لحاظ سے ان کے لئے طاعون کا ٹیکہ لگوانا قدرت الٰہیہ کی طرف سے ظاہر ہونے والے نشان کی حیثیت کو مشکوک بنا سکتا ہے۔(بلکہ) ایسا کرنا ان کے نزدیک گناہ تصور ہوگا، کیونکہ خدا اس نشان کے ذریعہ ان کے مخلص اور وفادار پیروکاروں کے حق میں اپنی خاص تائید ظاہر کرنا چاہتا ہے۔''

☆☆☆☆

ریاست نیو ساؤتھ ویلز کے ایک اخبار نیوکیسل مارننگ ہیرلڈ اینڈ مائنز ایڈووکیٹ (Newcastle Morning Herald and Miners' Advocate) نے 26 ستمبر سنہ 1903ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے جان الیگزینڈر ڈوئی کو دی گئی دعوت مباہلہ کی خبر شائع کی جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

''مرزا غلام احمد آف پنجاب انڈیا نے، جن کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے، ڈوئی آف شکاگو کو چیلنج کیا ہے کہ دعا کے ذریعہ ایک دوسرے کا مقابلہ کریں، جس میں ہر فریق خدا تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے۔اِس وقت تک اس چیلنج کو قبول نہیں کیا گیا"۔

چند دن بعد مؤرخہ 30 ستمبر 1903 کو یہی خبر نیو ساؤتھ ویلز کے ایک اور اخبار ویسٹرن ہیرلڈ (Western Herald) نے بھی شائع کی جو بورک (Bourke) سے شائع ہوتا تھا۔

جبکہ سڈنی سے شائع ہونے والے اخبار ٹرتھ (Truth) نے 27 ستمبر 1903ء کو کم وبیش انہی الفاظ میں یہی خبر شائع کی۔

☆☆☆☆

سڈنی سے شائع ہونے والا اخبار دی سڈنی سن (The Sydney Sun) نے 17 اپریل 1904 کو ایک نیوز آرٹیکل شائع کیا جو اپنے اندر طنز و تمسخر کا انداز لئے ہوئے تھا لیکن بہر حال اس میں اعتراف کیا گیا تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیحیت کے امریکی دعویدار جان ڈوئی سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

اخبار نے ''معجزے دکھانے والا ہندوستانی مسیحا'' کے ذیلی عنوان کے ساتھ حضور کا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

''ہندوستانی نبی کا نام مرزا غلام احمد ہے جو مرزا صاحب کے نام سے معروف ہیں۔۔وہ اسلام کے احمدیہ فرقے کے بانی ہیں۔وہ قادیان، پنجاب میں رہتے ہیں۔ان کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا ہے جن کے ذریعہ ایک نئے ہزار سالہ دور (ملینیم) کا آغاز ہوا ہے۔ان کے مطابق خیر اور بد کے درمیان ایک نئی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔

وہ پیشگوئیاں کرتے ہیں، معجزے دکھاتے ہیں، جن میں علامتی (روحانی۔

ناقل) طور پر مردوں کا زندہ کرنا شامل ہے۔وہ 150 خارق عادت معجزات کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اسی طرح دعاؤں کی قبولیت کے 30،000 واقعات بیان کرتے ہیں۔

ان کے پیروکاروں کی تعداد 10،000 ہے۔وہ 65 برس کے ہیں اور ان کا تعلق ایک معروف مذہبی خاندان سے ہے۔(ملخّص)۔

کم وبیش انہی الفاظ میں یہ آرٹیکل ساؤتھ آسٹریلیا کے اخبار ایوننگ جرنل (Evening Journal Adelaide) نے بدھ 16 مارچ 1904 کو: ''ایک اور مسیح'' اور مغربی آسٹریلیا کے ایک اخبار (Southern Times.Bunbury) نے بھی ہفتہ 26 مارچ 1904 کو ''محمدی مسیح'' کے عنوان سے شائع کیا تھا۔

☆☆☆☆

ہفتہ یکم جولائی سنہ 1905 کو آسٹریلیا کے شہر برسبین کوئنز لینڈ سے شائع ہونے والے اخبار دی ٹیلیگراف(Brisbane The Telegraph, QLD,) نے صفحہ 10 پر وکٹوریہ انسٹی ٹیوٹ میں ہونے والے ایک پروگرام کی روئداد شائع کی جس میں ایک پادری صاحب نے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں اپنا مقالہ پیش کیا۔اخبار لکھتا ہے (ترجمہ مطابق اصل):

"وکٹوریہ انسٹی ٹیوٹ میں ریورنڈ ایچ ڈی گرِسوَلڈ (Rev H.D. Griswold) نے ''مسیح آف قادیان'' کے عنوان پر مقالہ پڑھا جو کہ ایک اسلامی تجدیدی فرقہ کے بانی مرزا غلام احمد رئیس قادیان کے بارہ میں ہے۔

ان کا دعویٰ ہے کہ وہ (1) یسوع مسیح کی روح اور طاقت کے حامل ہیں، لہٰذہ مسیح موعود ہیں۔(2) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی روح اور طاقت بھی رکھتے ہیں اور موعود ''احمد'' ہیں۔اور (3) کرشنا کی روح اور طاقت بھی، اور یوں ہندوؤں کے منتظر موعود بھی ہیں۔(ظاہر ہے کہ پادری صاحب کو غلطی لگی ہے۔حضرت مسیح موعودؑ نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی طاقت رکھتے ہیں۔ناقل)۔

وہ نظریہ جہاد سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ مذہب کے نام پر کی جانے والی جملہ متشدد مجرمانہ کارروائیوں کی بھی مذمت کرتے ہیں۔

وہ کرائسٹ کی صلیبی موت پر یقین نہیں رکھتے بلکہ وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان پر محض غشی کی حالت طاری ہوئی تھی اور ٹھیک ہو جانے کے بعد وہ کشمیر اور افغانستان چلے گئے تھے جہاں ان کی وفات 120 برس کی عمر میں ہوئی۔ان کی تدفین سری نگر کشمیر میں ہوئی۔

اس نئے مسیح کے پیروکاروں کی تعداد تقریباً دو لاکھ ہے۔جن میں سے اکثر بمبئی اور پنجاب میں ہیں۔

قادیان میں ایک ہائی سکول کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جو سیکنڈری کالج کا درجہ اختیار کرنے والا ہے۔''

قارئین کرام، یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہوگا کہ پادری صاحب کا یہ مقالہ اس مجلس کی مکمل روئیداد سمیت کتابی شکل میں بھی شائع ہوا تھا جو 30 صفحات پر مشتمل ہے اور انٹرنیٹ آرکائیوز (Archives.org) پہ دستیاب ہے۔اس مقالہ کے اختتام پر بحث کا آغاز کرتے ہوئے مجلس میں موجود حاضرین میں سے سب سے پہلے کرنل آلوز (Colonel Alves) کے منہ سے جو جملہ نکلا وہ بہت ایمان افروز ہے۔آپ نے کہا:

"I think that when we entered this room, most of us did not know who Qadian was or where it or he was."

یعنی: میرے خیال میں جب ہم اس کمرہ میں داخل ہوئے تو ہم میں سے اکثر کو معلوم نہ تھا کہ ''قادیان'' کون ہے، کہاں واقع ہے یا کہ موصوف (مراد۔مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود) کہاں ہیں۔

(The Messiah of Qadian By The Rev H.D.Griswold MA,PhD.Authors Copy,Cornell University Library.Page 13.)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

میں تھا غریب وبیکس وگمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی

میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا
اک مرجع خواص یہی قادیاں ہوا

☆☆☆☆

نیوساؤتھ ویلز آسٹریلیا کے ایک اور اخبار البیوری بینر اینڈ ووڈ نگا ایکسپریس (Albury Banner and Wodonga Express) کے نامہ نگار نے جمعہ 27 مارچ سنہ 1903ء کی اشاعت میں صفحہ 22 پر پگٹ (Piggot) نامی ایک برطانوی شخص کا، جو کہ مسیحا (بلکہ مبینہ طور پر خدا) ہونے کا دعویدار تھا، ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے بارہ میں خبر دی۔ نامہ نگار کے مطابق:

''کچھ عرصہ قبل لندن کے ایک نواحی علاقہ میں پگٹ نامی ایک شخص نے اپنے مسیح ہونے کا اعلان کر کے کچھ مذہبی حلقوں میں سنسنی خیز ہلچل پھیلا دی تھی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس نے اپنے دعویٰ کے حق میں کوئی دستاویزی یا دوسری قسم کا ثبوت بھی پیش کیا ہے یا نہیں اور کیا اسے علم ہے کہ اس سے قبل ایلیا، ڈوئی آف شکاگو نے بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بہر حال جب تک وہ اپنے حق میں کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا لوگوں کو اس کے بارہ میں کوئی فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ لندن کے ایک جریدہ میں شائع شدہ ایک بیان سے یہ بات علم میں آئی ہے کہ مسیح ہونے کا ایک تیسرا دعویدار بھی موجود ہے جو کہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان، پنجاب ہے۔

یورپ اور امریکہ کے لئے شائع کردہ اپنے منشور میں انہوں (مرزا غلام احمد۔ ناقل) نے مسٹر پگٹ کو بہت سخت الفاظ میں یاد کیا ہے۔ آپ نے مسٹر پگٹ کو تنبیہہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر وہ اپنے بے بنیاد دعویٰ سے باز نہیں آتا اور توبہ نہیں کرتا تو عنقریب، بلکہ میری زندگی میں ہی، ایک ایسے قہر کا نشانہ بنے گا جو کہ خدا کی طرف سے ہوگا نہ کہ کسی انسان کی طرف سے۔

مرزا غلام احمد ایک یقین کے ساتھ یہ بات کہتے نظر آتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہی سچے مسیحا ہیں جو اس دنیا میں خدا کی حکومت قائم کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ اپنے دعویٰ کی تصدیق کے لئے ایسے نشانات پیش کرتے ہیں جن کی تعداد ان کے نزدیک ہزاروں میں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ "میرے پیروکاروں کی تعداد ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے جنہوں نے میرے ذریعہ ایک پاک زندگی کو حاصل کیا ہے۔ انہوں نے اپنی زندگیوں میں ہزاروں نشانات دیکھے جن کی بدولت ان کی زندگیوں میں ایک انقلاب برپا ہو گیا۔''

نامہ نگار لکھتا ہے کہ سچے مذہب کی پہچان کے لیئے اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ ان دونوں مدعیان کے درمیان فیصلہ ہو جائے کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ دونوں ہی اپنے اپنے دعویٰ میں سچے ہوں۔ غیر یقینی صورتحال کا جاری رہنا ہرگز فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔

☆☆☆☆

قارئین کرام جس طرح آسٹریلین پریس نے جان الیگزنڈر ڈوئی کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کی طرف سے دی گئی دعوت مباہلہ کی تفصیلات شائع کیں اسی طرح اس مباہلہ کے نتیجہ میں ڈوئی کے عبرتناک انجام اور مباہلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فتح کی خبریں بھی نمایاں طور پر شائع کیں۔

آسٹریلین پریس اور عوام اس لئے بھی اس معاملہ میں دلچسپی رکھتے تھے کہ ڈوئی نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ آسٹریلیا میں بھی گزارا تھا اور یہاں اس کے خلاف کچھ ایسی باتیں منظر عام پر آئی تھیں جس نے اس کے کردار اور شہرت کو داغدار کر ڈالا تھا۔ اس پر غبن اور بغاوت کے بھی الزامات لگے اور اس کے خلاف مقدمات بھی دائر کئے گئے جن سے تنگ آ کر وہ آسٹریلیا سے بھاگ نکلنے پر مجبور ہو گیا۔

پرتھ (Perth) سے شائع ہونے والے مؤقر اخبار دی ویسٹرن آسٹریلین (The Western Australian) نے جمعہ 14 جون 1907 کے صفحہ 6 پر یہ سرخی جمائی ''ڈاکٹر ڈوئی اور ایک ہندی مسیح''۔

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اخبار لکھتا ہے کہ ہمیں صدر انجمن احمدیہ قادیان، انڈیا کی طرف سے ایک پمفلٹ موصول ہوا ہے جس کا عنوان ''ڈوئی کی موت، خدائی فیصلہ''

(Divine Judgement in Dowie's Death) ہے۔

یہ دلچسپ پمفلٹ مرزا غلام احمد کی طرف سے ہے جو بوجہ اپنے دعویٰ مسیح

موعود ہونے کے اہمیت رکھتے ہیں۔اس پمفلٹ میں آپ نے آنجہانی ڈاکٹر ڈوئی کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرزا (غلام احمد)، جو اپنے مقام کی وجہ سے تمام جھوٹے نبیوں پر کڑی نظر رکھتا ہے،ضروری سمجھتا ہے کہ مسٹر پگٹ کو لگام ڈالے جسے انگلینڈ میں کچھ شہرت ملی تھی،اور اسی طرح ڈاکٹر ڈوئی کو بھی۔

ان دونوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ایسی خداداد صلاحیتوں سے متصف ہیں جن سے وہ (درحقیقت) عاری تھے۔ان دونوں کو مرزا (غلام احمد) نے 1902 میں خصوصی طور پر چیلنج دیا تھا کہ وہ خدا سے دعا مانگیں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اسے پہلے موت آئے۔

ڈوئی نے اس چیلنج کو اس طرح سے قبول تو نہ کیا لیکن اسلام کے خلاف لکھنا جاری رکھا اور دھمکی دی کہ ”صیحون (Zion) اسلام کا خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔“

مرزا (غلام احمد) نے اس بیان کو (دعوتِ مباہلہ کے) چیلنج کا قبول کرنا قرار دے دیا باوجود اس کے کہ ان کی عمر 70 برس تھی اور ڈاکٹر ڈوئی صرف 55 برس کا۔“

☆☆☆☆

جمعہ 31 مئی سنہ 1907 کو ریاست وکٹوریہ کے دو جرائد Alexandra and Yea Standard) اور Thorntonand Acheron Express) نے بھی صدر انجمن احمدیہ کے ارسال کردہ اس پمفلٹ کے حوالہ سے لکھا کہ یہ پمفلٹ ڈوئی کی موت کے آسمانی فیصلہ یا ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے کے بارہ میں ہے۔یہ صیحون (شہر) میں ڈوئی پر گزرنے والے حالات و واقعات کی عمدہ تفصیلات پر مشتمل ہے۔

پمفلٹ کے مطابق ڈوئی نے سنہ 1902 میں پیشگوئی شائع کی تھی کہ اگر کرہ ارض پہ بسنے والے تمام مسلمان صلیب کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کریں گے تو وہ سب کے سب نیست و نابود کر دیئے جائیں گے۔ایک ہندوستانی مرزا غلام احمد،جن کا دعویٰ ہے کہ وہ مسیح موعود ہیں،ڈوئی کو جواب دیتے ہوئے چیلنج دیا اور کہا کہ وہ دعا کرے کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو جائے۔یہ چیلنج متعدد امریکی اور برطانوی اخبارات میں شائع ہوا جسے ڈوئی نے قبول نہیں کیا۔

23 اگست 1903 کو مسیح موعود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ وہ مزید سات ماہ انتظار کریں گے اور اگر ڈوئی نے اس مدت کے دوران اس (دعوت مباہلہ۔ناقل) کو قبول کر لیا تو دنیا اس مقابلہ کا انجام دیکھ لے گی۔اس کے بعد ڈوئی مسیح موعود کی کھلم کھلا مخالفت پر اتر آیا اور یوں بالواسطہ طور پر یہ چیلنج قبول کر بیٹھا۔

جیسا کہ ظاہر ہے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی ہے۔ڈوئی ہلاک ہو گیا اور اس کے (آباد کردہ شہر۔ناقل) صیحون کو ایک ہولناک تباہی نے آلیا۔

☆☆☆☆

برسبین (کوئنز لینڈ، آسٹریلیا) سے شائع ہونے والے اخبار دی ٹیلیگراف (The Telegraph.QLD) نے ہفتہ 5 اکتوبر سنہ 1907ء کو صفحہ 12 پر ایک طویل رپورٹ شائع کی جس کا عنوان ”ہندوستان میں طاعون۔ مذہبی اعلامیہ“ (Plague in India.Religious Manifesto) ہے۔

رپورٹ کے مطابق تحریک احمدیت کے بانی مرزا غلام احمد رئیس قادیان نے اپنے معتقدین کے لئے طاعون سے نبٹنے کے لئے ہدایت نامہ جاری کیا ہے جو کہ اخبار ”پائنیر میل“ (Pioneer Mail) نے 30 اگست کو شائع کیا ہے۔ ہدایت نامہ میں کسی گاؤں یا محلہ میں طاعون پھیل جانے پر اس علاقہ سے فوری طور پر انخلاء کر کے کسی کھلی اور صاف ستھری جگہ منتقل ہو جانے اور طاعون زدہ علاقہ سے دوری اختیار کرنے کے حکومتی احکامات سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اخبار کے مطابق حضرت مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ ”آنحضور نبی پاک ﷺ نے بھی یہی فرمایا تھا کہ جہاں طاعون نکلے وہاں سے لوگوں کو نکل جانا چاہیئے، بصورت دیگر اس کا مطلب خدا سے جنگ لڑنا ہوگا۔“

آپ نے اپنے پیروکاروں سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ: ”حکومت لاکھوں روپے محض اپنی عوام کی فلاح و بہبود اور قیمتی جانوں کے تحفظ کی خاطر خرچ کر رہی ہے۔اس سے بڑھ کر اور کون بیوقوف ہو سکتا ہے جو حکومتی اقدامات کو شک

کی نگاہ سے دیکھے۔میری جماعت اس حوالہ سے حکومتی احکامات کی خاص طور پر اطاعت کرے۔اس وقت تمہاری تعداد قریباً چار لاکھ ہے اور تمہارا نمونہ بہتوں کی زندگیاں بچانے کے لئے ایک مثال ہونا چاہیئے۔۔میں جو بھی کہہ رہا ہوں تمہاری بھلائی کی خاطر کہہ رہا ہوں نہ کہ گورنمنٹ کو خوش کرنے کے لئے۔کیونکہ میرا بادشاہ میرا خدا ہے جو میری پناہ ہے اور اسی سے میں اپنی حفاظت چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ مرتے دم تک مجھے کسی اور سے مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔لیکن میں اس بات کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی حکومت عطا کی ہے جو ہم سب کی بہبود کا اتنا سامان کر رہی ہے۔۔۔تو اس حکومت کا شکریہ ادا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے کے مترادف ہوگا۔"

☆☆☆☆

قارئین کرام ،یہ تو ذکر تھا حضرت امام الزماں علیہ السلام کے کچھ ان تذکروں کا جو آسٹریلین پریس میں ان کی حیات میں شائع ہوئے۔جب آپ کا وصال ہوا تو اس کی خبریں بھی آسٹریلیا کے متعدد اخبارات وجرائد نے شائع کیں۔طوالت سے احتراز برتتے ہوئے ان میں سے بعض اخبارات کے نام اور حوالہ جات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

The North West Post (Formby, Tas. : 1887 - 1916) Saturday 7 November 1908 p 4 Article

West Gippsland Gazette (Warragul, Vic. : 1898 - 1930) Tuesday 1 September 1908 p 3

The Southern Argus and Wagin-Arthur Express (Perth, WA : 1905 - 1924) Friday 18 December 1908 p 7

The Northam Advertiser (WA : 1895 - 1918; 1948 - 1955) Saturday 26 September 1908 p 6

The Braidwood Dispatch and Mining Journal (NSW : 1888 - 1954) Wednesday 26 August 1908 p 3

The Colac Herald (Vic. : 1875 - 1918) Friday 21 August 1908 p 5

☆☆☆☆☆☆

زندگی (لاک ڈاؤن)

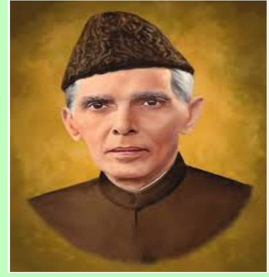
ڈاکٹر نکہت افتخار

بدن مفلوج ہوتے جا رہے ہیں
صدا بے صوت ہوتی جا رہی ہے
کوئی چہرہ نظر آتا نہیں اب
یا شاید روشنی دُھندلا گئی ہے
کسی بھی آنکھ میں آنسو نہیں ہیں
سمندر بھاپ بن کے اُڑ چکا ہے
وہاں پر خوف کا ڈیرہ لگا ہے
رگوں میں خون سارا منجمد ہے
سفر اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے
کہ اب تو راستہ بھی تھک چکا ہے
علاج درد ہے ابتک ندارد
کوئی تریاق ملتا ہی نہیں ہے
مسیحا آج بے بس ہوچکے ہیں
قلم کی آنکھ سے آنسو بہے ہیں
کہ سارے لفظ پتھر ہو چکے ہیں
کہ ہر اک سوچ بنجر ہوگئی ہے
ہوا بھی سانس کو روکے کھڑی ہے
یوں لگتا ہے قیامت کی گھڑی ہے
مگر اس شہر کی گلیوں میں رقصاں
عجب وحشت زدہ یہ زندگی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆



قائداعظم اور جماعت احمدیہ

جمیل احمد بٹ



قائداعظم ایک سچے، دیانتدار، محنتی، قانون پسند اور مخلص انسان تھے۔ انہوں نے مسلمانان ہند کی کامیاب قیادت کی اور آئینی طریق پر ان کے لئے ایک آزاد اور اس وقت مسلمانوں کے سب سے بڑے ملک کا قیام ممکن بنایا۔ اس جدو جہد میں مسلمان عوام ان کے ساتھ تھے۔ گو ہندوستان کی بیشتر مسلم تنظیمیں اور گروپ از قسم علمائے دیوبند، جمعیت علمائے ہند، جماعت اسلامی، مجلس احرار، خاکسار تحریک ان کے بھرپور مخالف رہے۔ صرف جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت تھی جو اس تحریک میں شامل اور دامے، درمے، سخنے تحریک پاکستان کی مددگار رہی اسی لئے قائداعظم اور احمدیوں کے مابین ہمیشہ خوشگوار تعلقات رہے۔ حضرت امام جماعت قائداعظم کے معترف رہے، آپ اور قائداعظم کی باہم کئی ملاقاتیں ہوئیں، خط و کتابت رہی، اہم معاملات میں حضرت صاحب نے قائداعظم کو صائب مشورے دئے اور گراں قدر عملی مدد کی۔ دوسری طرف قائداعظم نے بھی احمدیوں سے روابط رکھے، ان کی حمایت کی، احمدیوں کی مدد کو الم نشرح کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کو دعا کے لئے درخواست کی، ایک مشہور احمدی کی برملا تعریف کی اور انہیں اعلیٰ مراتب پر فائز کیا۔ ان حقائق پر مشتمل چند واقعات درج ذیل ہیں۔

1۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے قائداعظم کے بارے میں تعریفی ارشاد:

i۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے 11 ستمبر 1927ء کو شملہ میں الفنسٹن ہال میں نواب سر ذولفقار علی خاں کی صدارت میں ایک لیکچر دیا جس میں منجملہ یہ بھی فرمایا:

جناح صاحب اس وقت سے مسلمانوں کی خدمت کرتے آئے ہیں کہ محمد علی (جوہر) صاحب ابھی میدان میں نہ آئے تھے۔۔۔۔۔۔ میں انکی خدمات کے باعث ان کو قابل عزت اور قابل ادب سمجھتا ہوں'۔

(لیکچر شملہ بحوالہ انوارالعلوم جلد 10 صفحہ 18)

ii حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے ایک مضمون رقم فرمودہ 8 دسمبر 1927ء میں فرمایا:

مسٹر جناح اور مولانا محمد علی سے پچھلے دنوں شملہ میں مجھے شناسائی ہو چکی ہے اور یونیٹی کانفرنس اور قانون حفاظت مذاہب کے متعلق گھنٹوں ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع ملا ہے میں مسٹر جناح کو ایک بہت زیرک، قابل اور مخلص خادمِ قوم سمجھتا ہوں اور ان سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی میرے نزدیک وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جنہیں اپنے ذاتی عروج کا اس قدر خیال نہیں جس قدر کہ قومی ترقی کا ہے'۔

(ٹریکٹ مسلمانانِ ہند کے امتحان کا وقت بحوالہ انوارالعلوم جلد 10 صفحہ 45)

2۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی قائداعظم سے ملاقاتیں:

جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بعض اہم معاملات پر ہندوستان کے مشہور سیاسی زعماء سے تبادلہ خیالات کے لئے اگست، ستمبر 1927ء میں شملہ میں مقیم رہے۔ اسی دوران آپ کے قائد اعظم سے جو اس وقت اپنے نام سے پہچانے جاتے تھے درج ذیل ذاتی رابطے اور ملاقاتیں ہوئیں۔ i ناموس پیشوایان مذاہب کے تحفظ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح نے جو مسودہ قانون تجویز کیا تھا اس پر گفتگو کے لئے جو مشہور لیڈر گاہے بگاہے آپ کی فرودگاہ پر تشریف لائے اور گھنٹوں بیٹھ کر تبادلہ خیالات کیا ان میں محمد علی جناح بھی تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 612)

ii. اس دوران شملہ میں ہندو مسلم اتحاد کانفرنس ہوئی جس کے شریک لیڈروں میں حضرت خلیۃ المسیح اور جناب محمد علی جناح بھی شامل تھے اور ہر دو کانفرنس کے تینوں اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ پہلے دو اجلاسوں میں حضرت

صاحب نے خطاب فرمایا جبکہ تیسرا اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں ہوا۔iii شملہ کانفرنس کا آخری اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں ہوا اور اس میں حضرت خلیفۃ المسیح نے جداگانہ انتخاب کے حق میں تقریر فرمائی۔

iv۔حضرت خلیفۃ المسیح اور قائد اعظم کی پہلی One to One ملاقات:

شملہ ہی میں حضرت خلیفۃ المسیح کی قائد اعظم کے ساتھ ایک One to One ملاقات ہوئی، اس کی چشم دید روایت ایک بزرگ کی زبانی یوں ہے۔

یہ موسم گرما 1927ء کا واقعہ ہے ستمبر کا مہینہ تھا تمام صوبوں کے لیڈر شملہ میں اکٹھے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح کی رائے جداگانہ انتخاب کے حق میں تھی۔۔۔قائد اعظم اس وقت مشترکہ انتخاب کے حق میں تھے۔۔۔آپ (حضرت خلیفۃ المسیح) نے ان دنوں انتہائی کوشش کی کہ مسلمان مشترکہ انتخاب کے سراب نما خوشکن نظریہ فریب میں نہ آجائیں چنانچہ آپ نے مختلف صوبوں کے لیڈروں کو ایک ایک کر کے اپنے ہاں مدعو کیا ہر ایک کے ساتھ فرداً فرداً تبادلہ خیال کر کے ان پر اپنا نقطہ نگاہ واضح کیا۔مرحوم قائد اعظم اس وقت کانگریس کے ممبر اور مسٹر محمد علی جناح کہلاتے تھے آپ کو بھی کنگزلے (شملہ میں آپ کی رہائش گاہ) میں دعوت چائے دی گئی تھی میں اس وقت اس دعوت میں موجود تھا۔آپ نے تبادلہ خیال کے آخر میں فرمایا۔مرزا صاحب! میں نہیں مان سکتا کہ نصب العین ہمارا یہ ہو کہ ہندوستانی قوم بلند مقام تک جا پہنچے اور اس کا ذریعہ جداگانہ انتخاب ہو؟ (ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب صفحہ 15۔16 دارالتجلید لاہور) گو بالآخر قائد اعظم نے اپنی رائے بدل لی اور جداگانہ انتخاب کے حامی ہو گئے۔

v۔1946ء میں ہندوستان میں عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت میں درپیش مسائل ایک وقت میں اتنے گھمبیر ہو گئے کہ تحریک کی کامیابی بالکل مخدوش ہو گئی۔اس مشکل وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح ستمبر/اکتوبر 46ء میں تین ہفتہ تک دہلی میں تشریف فرما رہے۔اس دوران آپ نے 24 ستمبر کو قائد اعظم سے انتہائی مخلصانہ اور دوستانہ ماحول میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ملاقات کی جس کی خبر اورینٹ پریس کی طرف سے اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 405)

3۔حضرت خلیفۃ المسیح کی قائدِ اعظم سے خط و کتابت:

حضرت خلیفۃ المسیح نے کئی اہم مواقع پر قائدِ اعظم سے مراسلت کر کے مسائل کے حل میں خصوصی کردار ادا کیا۔

i۔آپ نے قائد اعظم کے نام اپنے 6 اکتوبر 1946ء کے ایک خط میں تحریر فرمایا

I did not perhaps inform you that the very day I met you , I sent a note to H.E. the Viceroy telling him that the Muslim League demands have the full support and sympathy of my community.

ترجمہ: میں شاید اس سے قبل آپ کو مطلع نہیں کر سکا کہ اسی روز جس دن میں نے آپ سے ملاقات کی تھی میں نے ہز ایکسی لینسی وائسرائے کو ایک خط بھجوایا تھا جس میں میں نے انہیں یہ لکھا تھا کہ مسلم لیگ کے تمام مطالبات کو مجھے اور میری جماعت کا پورا تعاون اور حمایت حاصل ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 462۔ 463)

ii۔جب عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت کا معاملہ حل ہو گیا تو حضرت صاحب نے 27 اکتوبر 46ء کو قادیان سے قائد اعظم کو مبارکباد کا خط بھیجا جس میں تحریر فرمایا

The new allotment of portfolios has been announced, though their distribution is not equitable but I must congratulate you on your successfull efforts...May Allah help you in your great task and lead you to the right path. Amen

ترجمہ: قلم دانِ وزارت کی نئی تشکیل کا اعلان ہو چکا ہے۔اگرچہ ان کی تقسیم منصفانہ اور معقول نہیں ہے تاہم میں آپ کو آپ کی کامیاب مساعی پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی عظیم مساعی میں برکت ڈالے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

(تاریخ احمدیت جلد 11 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 463۔464)

iii۔فروری 1947ء تک صوبہ پنجاب کی پاکستان میں شمولیت مخدوش تھی کیونکہ وہاں یونینیسٹ حکومت قائم تھی جس سے مسلم لیگی اکابر کے مذاکرات ناکام ہو چکے تھے۔اس نازک وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی کوشش سے ملک خضر حیات نے دو مارچ کو استعفیٰ دیا اور مسلم لیگ کا راستہ صاف ہوا۔یہ خبر اس وقت کئی اخبارات میں شائع ہوئی۔اس بارے میں قائداعظم کے نام حضرت صاحب کے ایک خط تحریر فرمودہ 2مارچ 1947ء کا کچھ حصہ درج ذیل ہے۔

As I told you when we met at Delhi that at the proper time Sir Khizar Hayat Khan could be persuaded to join the league......Sir Muhammad (Zafarullah Khan) came yesterday and discussed the matter with me. Deliberating this, last night he had a long discussion with Malik Sahib and Qazlibash. They have agreed to resign......Now you have a great lever to get Muslim rights from your ooponents. Now only NWFP remains. I will try to study its situation. Hope you will get help from some other sources as well, but no more can be disclosed in a letter. May be we meet in Dehli in April.

(Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah papers Vol I, (20 February - 2 June 1947) P 161 , Govt of Pakistan,Printed by Ministry of Culture 1993 بحوالہ ماہنامہ خالد اگست 1997ء صفحہ 30)

ترجمہ: جیسا کہ میں نے دہلی میں آپ سے ملاقات کے دوران ذکر کیا تھا کہ مناسب وقت پر سر خضر حیات کو مسلم لیگ میں شمولیت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے۔۔سر محمد ظفر اللہ خاں نے گزشتہ روز اس معاملہ پر مجھ سے گفتگو کی اور پھر اس کی روشنی میں رات ملک صاحب اور قزلباش سے تفصیلی گفتگو کی۔وہ مستعفی ہونے پر رضامند ہو گئے ہیں۔۔اب مخالفین سے مسلمانوں کے حقوق حاصل کرنے کے لئے آپ کے ہاتھ ایک مضبوط ذریعہ آ گیا ہے۔اب صرف صوبہ سرحد باقی رہتا ہے میں اس کی صورتحال کا جائزہ لینے کی کوشش کروں گا اور امید کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں بھی بعض ذرائع سے آپ کو مدد مل سکتی ہے لیکن یہ بات خط میں ظاہر نہیں کر سکتا۔بہتر ہوگا کہ ہم اپریل میں دہلی میں ملاقات کر لیں۔

iv۔پنجاب باؤنڈری کمیشن کی کاروائی کے ایک اہم مرحلہ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنا ایک مکتوب مرقومہ 11 اگست 1947ء حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب کے ہاتھ قائداعظم کو بھیجا جس میں منجملہ آپ نے تحریر فرمایا:''بے شک آپ ستلج پر اصرار کریں لیکن یہ ساتھ ہی کہہ دیں کہ اگر ہمیں بیاس سے ورے دھکیلا گیا تو ہم نہ مانیں گے اور واقعی میں نہ مانیں تب کامیاب ہوں گے، ورنہ وہ بیاس سے بھی ورے دھکیل دیں گے۔ہم تو چاہتے ہیں کہ سارا پنجاب ہی تقسیم نہ ہو۔تاہم تقسیم کو تسلیم کر لیں تو محفوظ موقف ہمارا بیاس ہے، ستلج نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 479)

4۔حضرت خلیفۃ المسیح کی قائدِ اعظم کی عملی مدد:

تحریکِ پاکستان کے ہر اہم موڑ پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی خداداد فراست سے قائدِ اعظم کو عملی مدد بہم پہنچائی۔ایسے چند واقعات درج ذیل ہیں:

i۔جناح لیگ اور شفیع لیگ میں الحاق کی کامیاب جماعتی کوشش: سائمن کمیشن کے بائیکاٹ کے مسئلہ پر مسلم لیگ دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔حضرت خلیفۃ المسیح کی نگاہ میں جناب محمد علی جناح صاحب کی سیاسی خدمات کی بہت قدر ومنزلت تھی اس لئے آپ دل سے چاہتے تھے کہ دونوں دھڑوں میں مفاہمت ہو جائے۔چنانچہ آپ نے جناب محمد علی جناح اور شفیع لیگ کے سیکریٹری ڈاکٹر سر محمد اقبال کو خطوط لکھے جن کا ذکر ہر دو اصحاب نے بعض مجالس میں کیا اور مصالحت کی امید پیدا ہو گئی۔مارچ 1929ء میں جناب محمد علی جناح اور سر محمد شفیع کی ملاقات ہوئی جس میں جماعت احمدیہ کے ناظر امور خارجہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی شریک ہوئے۔دونوں لیڈر اتحاد پر آمادہ ہو گئے اور آخر مارچ میں مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں قرار پایا۔اس اجلاس میں شرکت کی دعوت حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی دی گئی۔اس اجلاس کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب نے اپنی کوششیں جاری رکھیں جو بالآخر رنگ لائیں اور فروری

1930ء میں دہلی میں دونوں مسلم لیگیں ایک ہو گئیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 129۔130)

ii۔قائداعظم کی وطن واپسی کے لئے کامیاب جماعتی کوشش: قائداعظم نے پہلی گول میز کانفرنس کے بعد اصلاح احوال سے سخت مایوس ہو کر ہندوستان چھوڑ کر لندن میں مستقل قیام کر لیا اور وہیں پریکٹس شروع کر دی۔حضرت خلیفۃ المسیح قائداعظم کی صلاحیتوں سے واقف تھے اور دلی طور پر چاہتے تھے کہ وہ واپس آ کر مسلمانان ہند کی قیادت کریں۔ چنانچہ جب 12 مارچ 1933ء کو حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب نے جماعت کے لندن مشن کا چارج سنبھالا تو آپ نے ان کے سپرد یہ کام کیا کہ وہ قائداعظم سے ملاقات کر کے انہیں ہندوستان واپس آنے کی ترغیب دیں۔

حضرت عبدالرحیم درد صاحب مارچ 1933ء میں لندن میں قائداعظم کے دفتر واقع King's Bench Walk میں ان سے ملے جس کا حال ان کے اپنے الفاظ میں یوں ہے: میں نے ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ہندوستان واپس آ کر سیاسی لحاظ سے مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ مسٹر جناح سے میری یہ ملاقات تین چار گھنٹے تک جاری رہی میں نے انہیں آمادہ کر لیا کہ اگر اس آڑے وقت میں جب کہ مسلمانوں کی رہنمائی کرنے والا اور کوئی نہیں ہے انہوں نے ان کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کی کوشش نہ کی تو اس قسم کی علیحدگی قوم کے ساتھ بے وفائی کے مترادف ہو گی چنانچہ اس تفصیلی گفتگو کے بعد آپ (بیت) احمدیہ لندن تشریف لائے اور وہاں باقاعدہ ایک تقریر کی۔(الفضل یکم جنوری 1955ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 6 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 103)اس تقریر کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خاں اور ان کی بیگم بھی جولائی 1933ء میں لندن میں قائداعظم سے ملے اور ان سے ہندوستان واپس آنے کی درخواست کی۔ چند ماہ بعد قائداعظم واپس آ گئے۔ بزرگ صحافی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر جناب میاں محمد شفیع (میم شین) نے اس بارے میں لکھا (ترجمہ از انگریزی)''انہوں نے ہندوستانی سیاست سے ریٹائر ہونے کا فیصلہ کر لیا اور علامتی طور پر قریباً ہمیشہ کے لئے لندن میں بود و باش اختیار کر لی۔ یہ جناب لیاقت علی خاں اور لندن (بیت) کے امام مولانا عبدالرحیم درد تھے جنہوں نے جناح صاحب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ اپنا ارادہ بدلیں اور وطن واپس آ کر قومی سیاست میں اپنا کردار ادا کریں۔ جناح صاحب 1934ء میں ہندوستان واپس آ گئے۔''(اخبار پاکستان ٹائمز لاہور قائداعظم ایڈیشن 11 ستمبر 1981ء بحوالہ تحریک پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 5)نامور محقق جناب زاہد حسین انجم صاحب نے 1991ء میں انسائیکلو پیڈیا قائداعظم شائع کیا تو اس میں زیر عنوان درد۔عبدالرحیم احمدیہ (بیت) لندن کے امام۔ قائداعظم سے اس ملاقات اور اس کے نتیجہ میں ان کے بیت الفضل لندن میں تقریر کا ذکر کیا ہے۔(انسائیکلو پیڈیا قائداعظم از زاہد حسین انجم صفحہ 309 مطبوعہ مقبول اکیڈمی لاہور 1991ء بحوالہ ماہنامہ خالد ربوہ اگست 1997ء صفحہ 21)iii۔۔1945ء کے انتخابات میں آپ نے جماعت کو مسلم لیگ کی حمایت کی تلقین فرمائی۔اس کی کچھ اور تفصیل آگے آئے گی۔ان کے علاوہ درج ذیل معاملات میں مدد کا ذکر آپ کی قائدِاعظم سے خط و کتابت کے ذیل میں ہو چکا ہے:iv۔1946ء میں ہندوستان کی عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت v۔فروری 1947ء میں پنجاب کی یونینسٹ حکومت کا استعفیٰ۔iv۔ پنجاب باؤنڈری کمیشن

5۔قائداعظم کی جماعت کی بیت فضل لندن میں تقریر

مولانا عبدالرحیم درد صاحب کی قائدِاعظم سے ملاقات کے نتیجہ میں انہوں نے سیاست میں دوبارہ حصہ لینے کا جو فیصلہ کیا تھا اس کا پہلا اظہار اس تقریب میں شرکت تھی جو عیدالاضحیٰ کے موقع پر 6 اپریل 1933ء کو بیت فضل لندن میں منعقد ہوئی۔ یہ ایک بڑی تقریب تھی اور اس میں دو سو کے قریب شخصیات مدعو تھیں جن میں مسٹر پیتھک لارنس، سر ایڈورڈ میکلگین، پروفیسر ایچ اے آر گب اور سر ڈینی سن راس شامل تھے جبکہ صدارت Sir Stewart Sandaman نے کی۔

انسائیکلو پیڈیا قائدِاعظم کے مصنف نے اس تقریب کے ذکر میں لکھا:

'قائدِاعظم نے اپنی تقریر کا آغاز ان الفاظ سے کیا:

The eloquent persuation of the Imam left me no escape'

ترجمہ: امام صاحب کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے بچنے کی کوئی راہ

نہیں چھوڑی۔(انسائکلو پیڈیا قائدِ اعظم از زاہد حسین انجم صفحہ 780،مقبول اکیڈمی،انارکلی،لاہور،1991ء) قائداعظم کی یہ تقریر جس کا موضوع India of the Future تھا برطانوی اور ہندوستانی پریس کی خاص توجہ کا مرکز بنی اور چوٹی کے اخبارات میں اس کی اشاعت ہوئی۔سنڈے ٹائمز لندن نے لکھا:

There was also a large gathering in the grounds of the mosque in the Melrose Road,Wimbledon, where Mr. Jinnah, the famous Indian Muslim spoke on India's future.

(London 9th April 1933,Sunday Times

(بحوالہ ہماری ہجرت اور قیام پاکستان از حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ دارالتجلید لاہور)

ترجمہ:میلر وز روڈ ویمبلڈن پر واقع (بیت) کے احاطہ میں ایک بڑے مجمع سے مشہور ہندوستانی مسلمان مسٹر جناح نے ہندوستان کے مستقبل کے موضوع پر خطاب کیا اس کے علاوہ درج ذیل اخبارات نے اس تقریب کی خبریں شائع کیں

The Evening Standard, London 7/4/33,
Hindu, Madras 7/4/33,
The Madras Mail, Madras 7/4/33,
Pioneer, Alahabad,
The Statesman, Calcutta 8/4/33,
The Civil & Military Gazette, Lahore 8/4/33,
Egyptian Gazette, Alexenderia,
West Africa, London,15/4/33
اور رسالہ The Near East and India

6۔قائداعظم کی احمدیوں کے مسلم لیگ کا ممبر بن سکنے کی حمایت:

بعض مولویوں نے 1944ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں کوشش کی تھی کہ یہ قانون بن جائے کہ کوئی احمدی مسلم لیگ کا ممبر نہیں بن سکتا۔کافی حمایت بھی حاصل کر لی گئی تھی لیکن خود قائداعظم نے مداخلت کر کے یہ قرار داد واپس لینے پر آمادہ کر لیا۔(نوائے وقت 10 اکتوبر 1953ء بحوالہ سلسلہ احمدیہ جلد دوم مرتبہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صفحہ 134) قائدِ اعظم کی اصولی بنیاد پر احمدیوں کی اس حمایت کا ذکر اور اس پر ناراضگی کا اظہار کئی جگہ ملتا ہے۔مثلاً

i۔آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور 1944ء میں مولوی عبدالحامد بدایونی نے ایک قرار داد پیش کرنا چاہی جس کا مقصد یہ تھا کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے یہ لوگ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہیں لیکن مسٹر جناح نے اپنے آمرانہ اقتدار سے اس قرارداد کو پیش نہیں ہونے دیا۔

(مسلم لیگ کے شاندار اسلامی کارنامے صفحہ 4 مرتبہ جمعیۃ علماء صوبہ دہلی)

ii۔'مرزا محمود احمد اور اس کی پراپاگنڈہ ایجنسی نے مسٹر جناح سے خط و کتابت کی آخر مسٹر جناح نے مرزائیوں کو مسلم لیگ میں شامل کر لیا۔1944ء کے ایک اجلاس میں اس کے خلاف ایک قرارداد پیش ہوئی تو مسٹر جناح نے اس پر بحث کی اجازت نہ دی'۔(احرار کا کتابچہ مسلم لیگ اور مرزائیوں کی آنکھ مچولی صفحہ 18۔19 اکتوبر 1946ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 366۔367)iii'قادیانیوں کے اخراج کے متعلق جو تجویز پیش ہونے والی تھی اسے بھی مسٹر جناح نے پیش ہونے سے روک دیا'۔

(اخبار مدینہ بجنور 5 اگست 1944ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 588)

7۔قائداعظم کا حضرت خلیفۃ المسیح کے خط کو پریس میں جاری کرنا

انگریز حکومت نے 19 ستمبر 1945ء کو ملک میں انتخابات کروانے کا اعلان کیا اس حوالے سے قائداعظم نے مسلمانان ہند کے نام یہ پیغام دیا کہ موجودہ حالات میں انتخابات کو خاص اہمیت حاصل ہے انتخابات ہمارے لئے ایک آزمائش کی صورت رکھتے ہیں۔(اخبار انقلاب لاہور 18 اکتوبر 1945ء بحوالہ تاریخ احمدیت از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 345) حضرت خلیفۃ المسیح نے جماعت کو ان انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کی ہدایت کی۔اس حمایت کی اہمیت کے پیش نظر قائداعظم نے اس خط و کتابت کو از خود پریس کو جاری کر دیا جو ناظر صاحب امور خارجہ قادیان نے ان کے ملاحظہ کے لئے بھجوائی تھے اور جس میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی ایک احمدی کو یہ ہدایت درج تھی کہ آپ کو موجودہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہئے اور ان سے تعاون کے تمام ممکنہ زریعوں کو بروئے کار لانا چاہئے۔یہ خط و کتابت انگریزی اخبار ڈان دہلی میں 8 اکتوبر 1945ء کو دہرے عنوان کے

تحت یوں شائع ہوئی۔

AHMADIYA
COMMUNITY TO SUPPORT MUSLIM LEAGUE
Qadian Leader's Guaidance.

Jinnah has .A . M.Mr - Oct 7,Quetta released the following correspondance to the .press

ترجمہ: جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی۔امام جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت کوئٹہ 7 اکتوبر۔جناب محمد علی جناح نے درج ذیل خط وکتابت پریس کو بھجوائی ہے۔(تاریخ احمدیت جلد نمبر 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 356-357) حضرت امام جماعت احمدیہ نے ایک مضمون کے ذریعہ بھی احمدیوں کو مسلم لیگ کی تائید کی ان الفاظ میں تلقین فرمائی۔آئندہ الیکشنوں میں ہر احمدی کو مسلم لیگ کی تائید کرنی چاہیئے تا انتخابات کے بعد مسلم لیگ بلا خوفِ تردید کانگریس سے یہ کہہ سکے کہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ ہے‘۔

(الفضل قادیان 22 اکتوبر 1945ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد نمبر 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 351)

8۔قائداعظم کا حضرت امام جماعت احمدیہ کو دعا اور مدد کا پیغام اور آپ کا مثبت ردِعمل:

قدیم مسلم لیگی اور قائداعظم کے ساتھی سردار شوکت حیات کی کتاب The Nation that lost its soul 1995ء میں شائع ہوئی اور پہلی بار یہ بات ظاہر ہوئی کہ ان انتخابات میں قائداعظم نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو دعا کی درخواست اور امداد کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔سردار صاحب کے الفاظ درج ذیل ہیں:

'One day I got a message from Quaid e Azam saying Shaukat, I believe you are going to Batala, which I understand is about five miles from Qadian, please go there and meet Hazrat Sahib and request him on my behalf for his blessings and support for Pakistan's cause. After the meeting that night at about twelve mid night, I reached Qadian, when I got there Hazrat Sahib had retired. I sent him a message that I had brought a request from Quaid-e-Azam. He came down immediately and enquired what were Quaid's orders. I conveyed him Quaid's message to pray for and also support Pakistan. He replied please convey to the Quaid-e-Azam that we have been praying for Mission from the very beginning. Where the help of his followers concerned, no Ahmadi will stand against a muslim leaguer and someone disobays my advice the community would not support him.'

(The Nation that lost its soul by Sardar Shoukat Hayat P147 Jang Publishers, Lahore Dec 1995 بحوالہ رسالہ خالد ربوہ اگست 1997ء صفحہ 25)

ترجمہ: ایک دفعہ مجھے قائداعظم کی طرف سے ایک پیغام موصول ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ شوکت مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم بٹالہ جا رہے ہو اور میرا خیال ہے کہ قادیان بٹالہ سے پانچ میل دور ہے۔مہربانی کر کے تم وہاں جاؤ اور حضرت صاحب سے مل کر میری طرف سے انہیں پاکستان کے لئے دعا اور مدد کی درخواست کرو۔جلسہ کے بعد بھی آدھی رات بارہ بجے کے قریب میں قادیان پہنچا۔اس وقت حضرت صاحب سو چکے تھے۔میں نے انہیں پیغام بھجوایا کہ میں ان کے لئے قائداعظم کی درخواست لے کر آیا ہوں۔فوراً اٹھ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ کیا احکام ہیں؟ میں نے انہیں قائداعظم کا پیغام پہنچایا کہ پاکستان کے لئے دعا اور مدد کریں۔اس پر انہوں نے کہا کہ قائداعظم کو بتا دیں کہ ہم پاکستان کے لئے ابتداء سے ہی دعا کر رہے ہیں، اور جہاں تک ان کے پیروکاروں کی مدد کا تعلق ہے تو کوئی احمدی کسی مسلم لیگی امیدوار کا مقابلہ نہیں کرے گا اور اگر کہیں ایسا ہوا تو جماعت اس کی حمایت نہیں کرے گی۔

9۔قائداعظم کا جماعتی خدمات پر اظہار تشکر

i۔1946ء کے آخر میں بہار میں فسادات میں مسلمانوں کو نشانہ بنایا گیا اور بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح نے مظلوم

مسلمانانِ بہار کے ریلیف فنڈ کے لئے قائداعظم کی خدمت میں پندرہ ہزار روپے کی پہلی قسط بھجوائی۔قائداعظم نے جواباً لکھا۔نیو دہلی 23 نومبر بنام ناظر صاحب امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان۔آپ کا خط اور چیک مل گیا ہے آپ کی امداد کے لئے بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔جناح۔

(الفضل 28 نومبر 1946ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 771)

2۔اوائل 1947ء میں سر خضر حیات کے استعفیٰ کا معاملہ بہت اہم تھا اور یہ صرف حضرت خلیفۃ المسیح کی راہنمائی میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی کوشش سے حل ہوا۔قائداعظم اس کے معترف تھے۔چنانچہ واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جماعت کے ناظر امور خارجہ حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب قائد اعظم سے ملے تو انہوں نے جماعت احمدیہ کی اس کوشش کا بہت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ نے نہایت آڑے وقت ہماری مدد کی نیز کہا I can never forget it میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔(قیام پاکستان اور جماعت احمدیہ از مولانا جلال الدین شمس صفحہ 50 تقریر 28 دسمبر 1949ء)

10۔قائداعظم کا ایک احمدی کی تعریف اور اعلیٰ ذمہ داریاں تفویض کرنا:

چودھری محمد ظفر اللہ خاں اپنی خداداد صلاحیتوں کے باعث برصغیر کی سیاست میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے۔قائدِاعظم کی مردم شناس نگاہ سے یہ امر پوشیدہ نہ تھا۔اسی لئے آپ ان کے مداح رہے۔مثلاً

1939ء میں ہندوستان کی مرکزی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

میں اپنی اور اپنی پارٹی کی طرف سے آنریبل سر محمد ظفر اللہ خاں کو ہدیہ تبرک پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مسلمان ہیں اور یوں کہنا چاہئے کہ گویا اپنے بیٹے کی تعریف کر رہا ہوں'۔(ہماری قومی جدوجہد از ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی صفحہ 218 مطبوعہ سنگِ میل پبلیکیشنز،لاہور،1995ء)

اسی سبب جولائی 1947ء سے ستمبر 1948ء تک کے پندرہ مہینوں میں قائداعظم نے چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو یکے بعد دیگرے چار اہم ترین ذمہ داریاں تفویض فرمائیں اور ان میں مکرم چودھری صاحب کی اعلیٰ کارکردگی کی کھلے دل سے تعریف کی۔

1۔i پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کی نمائندگی:

جولائی 1947ء میں پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے بھی پہلے پنجاب باؤنڈری کمیشن میں مسلم لیگ کا کیس لڑنے کے لئے قائداعظم کی نگاہِ انتخاب ظفر اللہ خاں صاحب پر پڑی۔اس تقرری کے بارے میں مشہور صحافی م ش صاحب نے لکھا:

قائداعظم نے چوہدری سر ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے نامزد کیا تاکہ وہ پارٹیشن کمیٹی (باؤنڈری کمیشن) کے سامنے پیش ہوں ---قائداعظم معمولی انسان نہیں تھے وہ تاثرات کی بناء پر لوگوں کے متعلق رائے قائم کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ وہ تجربہ کی کسوٹی پر لوگوں کو پرکھا کرتے تھے انہوں نے بہت سوچ بچار کے بعد ظفر اللہ خاں کو مسلم لیگ کی نمائندگی کے لئے نامزد کیا تھا۔(نوائے وقت لاہور میگزین 6 مارچ 1992ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ خاں صفحہ 106) کمیشن میں آپ کی کارکردگی پر قائداعظم کے خراج تحسین کا حال معروف صحافی منیر احمد منیر صاحب نے یوں بیان کیا: قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا اور جب چوہدری ظفر اللہ خاں یہ کیس پیش کر چکے تو قائد اعظم نے انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی اور انہیں معانقہ کا شرف بخشا جو قائداعظم کی طرف سے کرہ ارض پر بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا۔معانقہ کرنے کے بعد قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں سے کہا میں تم سے بہت خوش ہوں اور تمہارا ممنون ہوں کہ جو کام تمہارے سپرد کیا گیا تھا تم نے اسے اعلیٰ قابلیت اور نہایت احسن طریق سے سرانجام دیا۔''

(کالم مطبوعہ روزنامہ خبریں لاہور مورخہ 7 جون 2003ء بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ 143)

2۔iاقوام متحدہ میں پاکستان کے پہلے وفد کی سربراہی:

پاکستان بنتے ہی اقوام متحدہ میں نمائندگی دلوانے اور دیگر زیر بحث معاملات میں پاکستان کی آواز بلند کرنے کے لئے پہلے پاکستانی وفد کی سربراہی کے لئے قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو مقرر فرمایا۔آپ کی اعلیٰ کارکردگی

کے بارے میں امریکہ میں اس وقت کے پاکستانی سفیر حسن اصفہانی صاحب نے قائداعظم کے نام اپنے خط مورخہ 4 اکتوبر 1947ء میں لکھا۔ ترجمہ:

''اقوام متحدہ میں پاکستانی وفد نے توقع سے بڑھ کر کارکردگی دکھائی ہے فلسطین کے مسئلہ پر ظفر اللہ خاں نے جو تقریر کی وہ اقوام متحدہ میں اس مسئلہ پر ہونے والی بہترین تقریروں میں سے ایک ہے۔۔۔۔ یہ کسی قسم کی تعلّی نہیں ہے کہ ہم نے واقعی عمدہ تاثر پیدا کیا ہے پاکستان نے اپنا آپ منوالیا ہے۔''

Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah Papers) Vol, VI,(1st Oct-31 Dec 1947) P 101, Published by Ministry of Culture, Govenment of Pakistan, Islamabad 2001 بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ 161)

اسی تعلق میں میں قائداعظم نے حسن اصفہانی صاحب کے نام اپنے خط مورخہ 11 ستمبر 1947ء میں لکھا:

ظفر اللہ (نیو یارک سے) واپس پہنچ گئے ہیں اور میری ان سے طویل گفتگو ہوئی ہے۔ واقعی انہوں نے اپنا کام عمدگی سے انجام دیا ہے۔

Quaid-i-Azam Mohammad Ali JInnah) Papers, Vol VI, (1 Oct-31 Dec 1947) P 403, Published by Ministry of Culture, Govenment of Pakistan, Islamabad 2001 بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ 162)

3۔ وزیر خارجہ پاکستان کی حیثیت سے تقرری: ابھی اقوام متحدہ کا اجلاس جاری تھا کہ قائداعظم نے ظفر اللہ خاں صاحب کو واپس بلوا بھیجا اور 22 اکتوبر 1947ء کو حسن اصفہانی صاحب کو لکھا: جہاں تک ظفر اللہ خاں کا تعلق ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ جب تک وہاں (اقوام متحدہ) پر ان کا قیام ضروری ہے وہ اپنا کام ادھورا چھوڑ کر آجائیں۔۔۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ہاں قابل لوگوں خاص طور پر ان جیسی اعلیٰ صلاحیت کے اشخاص کی بہت کمی ہے اس لئے جب بھی ہمیں مختلف مسائل سے واسطہ پڑتا ہے تو ان کے حل کے لئے لامحالہ ہماری نظریں ان کی طرف اٹھتی ہیں۔

Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah) Papers, Vol VI, Page 165, Published by Ministry of Culture, Govt of Pakistan, Islamabad 2001 بحوالہ تعمیر وترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ 232-233)

اقوام متحدہ سے وفد کی واپسی پر آپ کو حضرت قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا آپ اس عہدے پر سات سال تک فائز رہے'۔ (نوائے وقت لاہور 3 ستمبر 1985ء) یہ تقرری قائداعظم کے یوم پیدائش یعنی 1947ء کے 25 دسمبر کو ہوئی۔ قائداعظم کے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب پر اس اعتماد اور بھروسہ کے مجموعی ذکر پر مشتمل دو تحریریں درج ذیل ہیں: اخبار 'نوائے وقت' لاہور نے جو اس تحریر کے وقت مسلم لیگ کا ترجمان شمار ہوتا تھا، قائداعظم کی زندگی میں اپنے اداریہ میں لکھا: جب قائد اعظم نے یہ چاہا کہ آپ باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمات انجام دینے کی حامی بھر لی۔۔۔۔ اور اسے ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو۔این۔او میں پاکستانی وفد کا قائد مقرر کر دیا جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابل احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا آپ نے ملک وملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائداعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبار منصب وزیراعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے۔ قائداعظم نے چوہدری صاحب کو بلا تامل پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا۔ (نوائے وقت لاہور 24 اگست 1948ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 9 از مولانا دوست محمد شاہد صاحب صفحہ 578-579) معروف صحافی منیر احمد منیر نے اپنے کالم 'جگ ورتی' میں لکھا: ان کی تعریفیں تو وہ ہستی کرتی رہی جسے دنیا بانی پاکستان بابائے قوم حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے مبارک القاب اور نام سے جانتی ہے سچائی جن کی پہچان تھی جنہوں نے کسی کا دل رکھنے کے لئے مصلحتاً بھی جھوٹ نہ بولا۔۔۔ قائداعظم نے چوہدری ظفر اللہ خاں کو پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلم لیگ کا کیس پیش کرنے کے لئے مقرر کیا تھا۔۔۔ قیام پاکستان کے بعد۔۔۔ قائداعظم نے

چوہدری ظفر اللہ خاں کو پاکستان کی نمائندگی کے لئے یو۔این۔او میں بھیجا تھا جب قائداعظم نے امریکہ میں پاکستانی سفیر حسن اصفہانی کو لکھا کہ ظفر اللہ کو واپس بھیج دیں تو اصفہانی صاحب نے پس و پیش کی اس پر 22 اکتوبر 1947ء کو اصفہانی کے نام اپنے خط میں یہ جملہ قائداعظم نے ہی ظفر اللہ خاں کے لئے لکھا تھا۔۔۔ یہاں ہمارے پاس اہل خاص طور پر ان جیسے مقام (Calibure) کے حامل افراد کی کمی ہے۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مسائل کے حل کے لئے ہماری نگاہیں بار باران کی طرف اُٹھتی ہیں۔۔۔ ظفر اللہ خاں کو پاکستان کا وزیر خارجہ بھی قائداعظم نے ہی مقرر کیا تھا۔ قیام پاکستان سے کوئی 12 برس قبل سنٹرل لجیسلیٹو اسمبلی کے بھرے اجلاس میں یہ جملہ بھی قائداعظم نے ہی ادا کیا تھا ظفر اللہ خاں میرا سیاسی بیٹا ہے۔''

(کالم مطبوعہ روزنامہ خبریں مورخہ 7 جون 2003ء بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا صفحہ 249-250)

4۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے دوسرے وفد کی سربراہی: قائداعظم نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے دوسرے وفد کی سربراہی کے لئے بھی ظفر اللہ خان صاحب کو مقرر فرمایا۔ اس غرض سے کئے گئے آپ کے یہ دستخط اس سبب یادگاری ہوگئے کہ یہ قائدِاعظم کے آخری دستخط تھے جو آپ نے کسی بھی سرکاری کاغذ پر کئے۔ جیسا کہ آپ کے اس وقت سکریٹری فرخ امین صاحب نے بیان کیا کہ بیماری کے پورے زمانے میں قائداعظم نے اس وقت تک سرکاری کاموں کا سلسلہ جاری رکھا جب تک ان میں ذرا بھی سکت باقی تھی۔۔۔ مجھے وہ دن ہمیشہ یاد رہے گا جب انہوں نے یو۔این۔او میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے سر محمد ظفر اللہ خاں کو پورے اختیارات دینے کے لئے آخری سرکاری دستخط کئے'۔

(زندہ قائداعظم از منظور حسین عباسی صفحہ 34 مطبوعہ مکتبہ شاہکار لاہور بحوالہ تعمیر و ترقی پاکستان میں جماعت احمدیہ کا مثالی کردار از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا 251-252)

5۔ قائداعظم کی وفات پر جماعتی ردّعمل: 7۔ قائدِاعظم کی وفات ایک سانحہ تھا۔ جس پر حضرت خلیفۃ المسیح اور جماعت کے دیگر اکابرین نے اپنے دلی غم کا اظہار کیا۔ i۔ چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب آپ کے قریبی اور قابل اعتماد ساتھیوں میں سے تھے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ آپ ایک غیر از

نظم



ثاقب زیروی

فرصت ہے کسے جو سوچ سکے پس منظر ان افسانوں کا
کیوں خوابِ طرب سب خواب ہوئے کیوں خون ہوا ارمانوں کا
طاقت کے نشے میں چور تھے جو توفیق نظر جن کو نہ ملی
مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے لکھے فرمانوں کا
پستے ہیں بالآخر وہ اِک دن اپنے ہی ستم کی چکّی میں
انجام یہی ہوتا آیا فرعونوں کا ہامانوں کا
جب زخم لگیں تو چہروں پر پھولوں کا تبسم لہرائے
فرزانوں کا اتنا ظرف کہاں، یہ حوصلہ ہے دیوانوں کا
اے صبر و رضا کے متوالو، اُٹھو تو سہی، دیکھو تو سہی
طُوفانوں کے مالک نے آخر رُخ پھیر دیا طوفانوں کا
اب آئے جو یار کی محفل میں جاں رکھ کے ہتھیلی پر آئے
اس راہ پہ ہر سُو پہرہ ہے کم فہموں کا نادانوں کا
آندھی کی طرح جو اُٹھے تھے وہ گرد کی صورت بیٹھے ہیں
ہے میری نگاہوں میں ثاقبؔ انجام بلند ایوانوں کا

☆☆☆☆

جماعت امام کے پیچھے قائد کی نماز جنازہ میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس علم کے باوجود کہ آپ کا نمایاں طور پر ایسا نہ کرنا ایک نئے اعتراض کو جنم دے گا۔ محبت کا یہی تعلق آپ کو کشاں کشاں جنازہ کے اس اجتماع میں لے گیا۔ آپ کا یہ طرزِ عمل بہادری سے اصولوں پر ڈٹے رہنے کی ایک اعلیٰ مثال تھا۔ اور عالمِ بالا میں اصول پسند قائدِاعظم بھی اس پر اظہارِ پسندیدگی کئے بغیر نہ رہے ہوں گے۔ اس موقع کی پریس میں چھپنے والی وہ تصویر جس میں آپ اکیلے غم و اندوہ کی تصویر بنے بیٹھے تھے اس موقع پر آپ کے دلی جذبات کی آئینہ دار تھی۔

ii۔تاہم اس حادثہ پر اصل جماعتی اظہار وہ تعزیتی پیغام تھا جو حضرت مصلح موعود نے جناب لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان کے نام بذریعہ تار ارسال فرمایا اور جس کا درج ذیل متن اگلے دن کے اخبار الفضل میں صفحہ اول پر جلی حروف میں شائع ہوا۔ میں پاکستان کے تمام احمدیوں کی طرف سے قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں۔ یہ نقصان اکیلے پاکستان کا ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے اسلام کا مشترکہ نقصان ہے کیونکہ اس انتہائی نازک دور میں قدرتی طور پر تمام عالم اسلام کی نگاہیں امداد کے لئے پاکستان اور قائد اعظم کی عظیم شخصیت کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ خدا تعالیٰ قائد اعظم کے کام میں برکت ڈالے اور پاکستان اور تمام باشندگان پاکستان پر اپنا فضل نازل فرمائے۔ بڑے لوگ اپنے کارناموں کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہر سچا پاکستانی اپنی رہنمائی کے لئے آپ کے اصولوں کو پیش نظر رکھے گا۔ اور ذاتی خواہشات اور ذاتی مفاد سے بالا ہو کر اپنی زندگی کو از سر نو (دین) اور (مومنوں) کی خدمت کے لئے وقف کر دے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پاکستان کے احمدی پاکستان کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی ہر ممکن کوشش کرینگے۔ اور اپنی طرف سے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کرینگے۔ خدا تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ رتن باغ لاہور۔

(روزنامہ الفضل لاہور مورخہ 12 ستمبر 1948ء)

iii۔وفات کے تیسرے دن روزنامہ الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح کے بھائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان قائد اعظم محمد علی جناح شائع ہوا جس کے چند جملے درج ذیل ہیں۔ گو قائد اعظم کا جسد خاکی سپرد خاک ہو کر اپنے دنیوی دور زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے مگر ان کی روح اپنے اچھے اور شاندار اعمال کے ساتھ زندہ ہے اور زندہ رہے گی۔۔۔ قائد اعظم میں بہت سی خوبیاں تھیں مگر ان کا جو کام سب سے زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتا ہے وہ یقیناً یہی ہے کہ ان کے ذریعہ مسلمانان ہندوستان سیاسی اتحاد کی لڑی میں پروئے گئے جو اس سے پہلے بالکل مفقود تھا۔۔۔ مسلمانوں کے سیاسی اتحاد اور پاکستان کے وجود کے بعد قائد اعظم محمد علی جناح کا سب سے بڑا کام اور سب سے بڑا وصف ان کا عزم و استقلال تھا۔۔۔(وہ) ہمیشہ ایک مضبوط چٹان کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہے اور مسلمانوں کی کشتی کو نہایت عزم اور استقلال کے ساتھ چلاتے اور ارد گرد کی چٹانوں سے بچاتے ہوئے منزل مقصود پر لے آئے۔۔۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا تیسرا نمایاں وصف ہر قسم کی پارٹی بندی سے بالا ہو کر غیر جانبدارانہ انصاف پر قائم رہنا تھا۔۔۔ ان کے لئے صرف یہی ایک معیار قابل لحاظ تھا کہ ایک شخص کام کا اہل ہو اور یہ وہی زریں معیار ہے جس کی طرف قرآن شریف نے۔۔۔ توجہ دلائی ہے۔۔۔ قائد اعظم محمد علی جناح کی یہی بہترین یادگار ہو سکتی ہے کہ ان کے نیک اوصاف کو زندہ رکھا جائے۔''

(اخبار الفضل لاہور 14 ستمبر 1948ء)

5۔دسویں دن روزنامہ الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح کا تحریر فرمودہ ایک مضمون بعنوان (مومنین) پاکستان کے تازہ مصائب شائع ہوا جس سے چند روشن جملے بطور حرف آخر درج ذیل ہیں۔ ''میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر جناح کی وفات کے بعد اگر وہ (مومن) جو واقعہ میں ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے کام کی قدر پہچانتے تھے سچے دل سے یہ عہد کر لیں کہ جو منزل پاکستان کی انہوں نے تجویز کی تھی وہ اس سے بھی آگے اسے لے جانے کی کوشش کریں گے اور اس عہد کے ساتھ ساتھ وہ پوری تندہی سے اس کو نباہنے کی کوشش بھی کریں تو یقیناً پاکستان روز بروز ترقی کرتا چلا جائے گا اور دنیا کی مضبوط ترین طاقتوں میں سے ہو جائے گا'۔

(اخبار الفضل لاہور 21 ستمبر 1948ء بحوالہ انوار العلوم جلد 20 صفحہ 555)

غرضیکہ مذکورہ بالا گیارہ پہلوؤں سے یہ جائزہ اس حقیقت کو پورے طور سے واضح کر دیتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور قائد اعظم کے درمیان ہمیشہ انتہائی مخلصانہ دوستانہ تعلقات رہے۔ اکابرین جماعت اور افرادِ جماعت نے ہر اہم موقع پر قیام پاکستان اور استحکام پاکستان کے لئے بے لوث خدمات انجام دیں اور قائد اعظم نے ان کو برملا سراہا۔









میرے پیارے ابا جان۔ ڈاکٹر شریف احمد ڈینٹسٹ

نصیر احمد۔ فضل مسجد لندن



میرے والد محترم ڈاکٹر شریف احمد صاحب ڈینٹسٹ ضلع شیخوپورہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں 1927ء میں پیدا ہوئے۔ آپ پیدائشی احمدی تھے۔ ابتدائی تعلیم لاہور سے مکمل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنی عملی زندگی کا آغاز منڈی مرید کے میں ایک ڈینٹسٹ کی حیثیت سے کیا لیکن یہ زیادہ دیر تک وہاں پریکٹس نہ کر سکے اور 1953ء میں جب احمدیوں کے خلاف ہنگامے ہوئے تو احمدی ہونے کی وجہ سے آپ کی بھی بہت مخالفت ہوئی جسکی وجہ سے آپ کو ہجرت کرنا پڑی۔ آپ کی ہمیشہ سے یہ دلی خواہش تھی کہ میں مرکز سلسلہ میں رہوں اور خلیفہ وقت کے پیچھے نمازیں پڑھوں۔ چنانچہ ربوہ کے قریب چنیوٹ میں اپنی پریکٹس کا دوبارہ آغاز کیا۔ اس زمانہ میں پورے چنیوٹ، بلکہ ضلع جھنگ میں بھی اور کوئی ڈینٹسٹ نہیں تھا۔ آپ چونکہ کام بہت محنت، ایمانداری اور دل لگا کر کیا کرتے تھے اس لئے چند ہی مہینوں میں دور دور تک آپکی شہرت پھیل گئی۔ ہرطرف آپ کا نام ایک ڈینٹسٹ کی حیثیت سے بہت مشہور ہوا اور بڑی دور دور سے مریض آپ کے پاس آنے لگے۔

ہمارے خاندان میں احمدیت میرے دادا محترم حاجی ماسٹر غلام محمد صاحب کے ذریعہ آئی۔ انہیں کسی نے تبلیغ نہیں کی تھی، انہوں نے کسی سے سنا تھا کہ امام مہدی آ گیا ہے اور قادیان میں ہے۔ کسی طریق سے پتہ معلوم کر کے ڈاک کے ذریعہ کتب منگوائیں اور ان کا مطالعہ کرتے رہے۔ جب انہیں پوری تسلی ہوگئی کہ یہی امام مہدی ہے اور سچا ہے تو 1925ء میں قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ احمدیت قبول کرنے کی وجہ سے کچھ عرصہ انہیں کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا حتیٰ کہ ان کے والدین تک نے انہیں گھر سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں خیال آیا کہ مجھے گھر واپس جا کر اپنے والدین کو منانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ واپس آئے، پہلے تو گھر والوں نے کافی سختی دکھائی لیکن آخر یہ انہیں راضی کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ انہوں نے سب کو تبلیغ کرنی شروع کر دی۔ باقی فیملی تو احمدی نہ ہوئی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی اہلیہ کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق دی اور وہ بڑی مخلص احمدی رہیں۔ دونوں میاں بیوی اپنے اپنے خاندان میں اکیلے احمدی ہوئے تھے اور دونوں کو ہی احمدیت کی وجہ سے کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا مگر ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد جلد ہی آپ دونوں نظام وصیت میں شامل ہو گئے اور اس وقت بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔ دونوں ہی بہت نیک اور دعا گو بزرگ تھے۔ نماز تہجد بہت باقاعدگی سے پڑھا کرتے تھے۔ صدقہ و خیرات کرنے والے، ملنسار اور بہت غریب پرور انسان تھے۔

چنیوٹ ہجرت کرنے کے بعد جلد ہی آپ نے نظام وصیت میں شمولیت اختیار کی۔ آپ کے چندہ ادا کرنے کا طریق یہ تھا کہ روزانہ جتنی آپ کی آمدنی ہوتی اس کا 1/10 حصہ علیحدہ نکال کر رکھا کرتے تھے۔ ان پیسوں کو اپنی ذاتی زندگی پر خرچ کرنے کا تصور بھی نہیں تھا۔ مہینہ کے آخر میں سارا چندہ گن کر علیحدہ رکھتے اور ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اگر سیکریٹری مال صاحب کسی وجہ سے نہ آسکتے تو اگلے روز خود ان کے گھر جا کر چندہ ادا کیا کرتے۔ اکثر اس بات کا ذکر کرتے کہ اگر میں خود جا کر چندہ ادا کروں تو اس سے مجھے زیادہ خوشی ملتی ہے اور ثواب بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اور اگر سیکریٹری مال صاحب آ کر چندہ لے جائیں تو خود جا کر چندہ ادا کرنے کا ثواب وہ لے جاتے ہیں اور میں اس سے محروم رہ جاتا ہوں۔

آپ بہت بہادر، نڈر، نہایت کھرے اور سچے انسان تھے۔ اب میں 1974ء کا واقعہ بیان کرتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کو چنیوٹ سے ربوہ ہجرت کرنی پڑی:

29 مئی 1974ء کا دن تھا۔ آپ نے عادت کے مطابق صبح نماز تہجد ادا

کی۔ پھر نماز فجر کی ادائیگی کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کی۔ صبح کی سیر کی۔ سیر کر کے جب آپ گھر واپس آرہے تھے تو اس وقت اخبار فروش اونچی اونچی آوازیں لگا رہا تھا کہ ربوہ میں مرزائیوں نے مسلمان لڑکوں کی زبانیں کاٹ دی ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ آپ واپس آکر معمول کے مطابق کلینک پر چلے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ چھ سات ہزار کے مجمع نے ہمارے کلینک اور گھر پر حملہ کر دیا (ہمارا گھر کلینک کے پیچھے تھا اور کلینک کے اندر سے ہی گھر آیا جایا جا سکتا تھا)۔ جلوس کو دیکھ کر آپ نے فوراً کلینک بند کر دیا اور اندر سے ہی گھر آ گئے۔ سب گھر والے بہت پریشان تھے کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ مجمع میں شامل لوگوں نے کلینک کے دروازوں پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی اور دوسری طرف سے گھر کے اندر گھس آئے۔ جب محترم والد صاحب نے دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو انہوں نے گھر والوں کا دفاع کرتے ہوئے فائر کر دئے جس کے نتیجہ میں ایک شخص موقع پر ہی ہلاک ہو گیا اور کچھ لوگ زخمی ہوئے۔ موقع پر موجود پولیس آفیسر نے، جو کہ مجمع والوں کا ہی ساتھ دے رہا تھا، تھانے میں D.S.P کو فون کیا کہ ایک بندہ مارا گیا ہے۔ لہذا پولیس کی مزید نفری بھیجی جائے تا کہ ان لوگوں کو گرفتار کیا جا سکے۔ D.S.P اپنے ساتھ مزید نفری لے کر آیا اور انہوں نے محترم والد صاحب سمیت میرے دادا جانمحترم حاجی غلام محمد صاحب اور میرے چھوٹے بھائی مکرم شیر احمد پر قتل کا کیس بنا کر ان کو جیل بھجوا دیا اور باقی فیملی کو گرفتار کرنے کے بعد شام کو لاری اڈہ ربوہ چھوڑ آئے۔

اس کیس میں میرے دادا محترم حاجی غلام محمد صاحب اور چھوٹا بھائی مکرم شبیر احمد اڑھائی اڑھائی مہینہ جبکہ محترم والد صاحب کو قریباً اڑھائی سال اسیران راہ مولیٰ رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ بعد میں دس سال تک یہ کیس چلتا رہا اور پھر ہائی کورٹ لاہور سے محترم والد صاحب کو 1984ء میں باعزت بری کر دیا گیا۔ الحمدللہ

ان تمام حالات میں محترم والد صاحب مرحوم کو دو دفعہ ہجرت کرنی پڑی۔ والد صاحب کے تمام حالات کو دیکھا جائے تو وہ غازی بھی ہیں اور شہید بھی۔ آپ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ خلافت احمدیہ سے عشق کی حد تک پیار تھا۔ خلیفہ وقت کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات پر نہ صرف خود بلکہ اپنے بچوں سے بھی عمل کروانے کی کوشش کرتے۔ میں ذاتی طور پر اس بات کا گواہ ہوں کہ میں نے ان کو کبھی زندگی میں جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ سچ کہتے اور اپنی اولاد کو بھی سچ بولنے کی تاکید کرتے۔ آپ نماز باجماعت اور تہجد کے پابند تھے۔ آپ نے 27 سال کی عمر سے نماز تہجد ادا کرنی شروع کی اور تادم وفات باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ نماز پڑھنے کے لئے مارکیٹ گئے تو وہاں جماعت ہو چکی تھی۔ آپ جلدی واپس آئے اور محلہ کی مسجد میں گئے کہ وہاں جا کر باجماعت نماز ادا کرتا ہوں۔ اتفاق سے وہاں بھی نماز ہو چکی تھی۔ واپس گھر آئے اور موٹر سائیکل پر مسجد مبارک چلے گئے اور وہاں نماز باجماعت ادا کی (مسجد مبارک میں نماز کا وقت باقی محلہ جات سے پندرہ منٹ بعد ہوا کرتا تھا جس کی وجہ سے ان کو باجماعت نماز مل گئی)۔

آپ بہت نیک دل، صدقہ وخیرات کرنے والے، ملنسار، غریب پرور، بچوں سے شفقت سے پیش آنے والے، ہمدرد، دعا گو اور صاحب رویاء بزرگ تھے۔ آپ کے صاحب رویاء ہونے کے متعلق 2 واقعات پیش کرتا ہوں:

1. مورخہ 24 اکتوبر 2019ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ اسی سال اگست 2019ء میں آپ جرمنی گئے تھے۔ واپس آنے سے چار پانچ روز قبل صبح نماز ادا کرنے کے بعد لیٹے تو خواب آئی کہ 2 فرشتے آئے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ اٹھو ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ آپ فرشتوں کو جواب دیتے ہیں کہ میں تو گھر پر نہیں ہوں، چار پانچ دن ٹھہرو اور مجھے گھر جا لینے دو پھر آ جانا۔ یہ جواب سن کر فرشتے چلے جاتے ہیں۔ یہی فرشتے اگلی صبح نماز کے بعد پھر آئے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس چلے گئے اور کوئی بات نہیں ہوئی۔

2. جرمنی سے واپس آنے کے بعد ستمبر 2019ء میں صبح نماز کے بعد ایک اور خواب آئی کہ آپ سوئے ہوئے ہیں اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے جس میں آہستہ آہستہ تیزی آتی جا رہی ہے اور اس کا رنگ سفیدی مائل ہوتا جا رہا ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ سفیدی اتنی گہری ہو جاتی ہے کہ اس میں سے کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر یہ سفیدی آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں ہی مطلع بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیا نظارہ تھا تو آواز

آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ صاف کر کے ساتھ لے گیا ہے۔ جس کے بعد آنکھ کھل جاتی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ ہمارے خاندان میں احمدیت میرے دادا محترم حاجی ماسٹر غلام محمد صاحب کے ذریعہ 1925ء میں آئی اور میرے والد محترم ڈاکٹر شریف احمد صاحب مرحوم 1927ء میں پیدا ہوئے۔ اس طرح آپ پیدائشی احمدی تھے۔ آپ کے پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں، جن میں سے اب صرف ایک بھائی مکرم عبد الرشید صاحب آرکیٹیکٹ (جو کہ مورڈن میں بیت الفتوح کے پاس رہتے ہیں) حیات ہیں۔ اللہ تعالی ان کو صحت و تندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

آپ چندہ بہت باقاعدگی اور فراخ دلی سے ادا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور چندہ وصیت ہمیشہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ادا کر دیتے تھے۔ نیز ہر قسم کی مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور سال کے شروع میں ہی ادائیگی کر دیتے۔ 201819ء میں آپکا تحریک جدید کا وعدہ پانچ ہزار پونڈ جبکہ وقف جدید کا وعدہ اڑھائی ہزار پونڈ تھا۔ آپ نے اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ جتنا مرضی کماؤ مگر چندہ باقاعدگی سے اور ہمیشہ بڑھ چڑھ کر ادا کیا کرو۔ جتنا زیادہ چندہ دو گے، اللہ تعالیٰ اتنے ہی زیادہ فضل فرمائے گا۔ چندہ جات کی ادائیگی اور دیگر تحریکات میں حصہ لینے کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے۔ مالی قربانی کے متعلق آپ کے چند واقعات پیش کرتا ہوں:

1. میرے چچا مکرم عبد الرشید صاحب آرکیٹیکٹ اللہ تعالیٰ کے فضل سے واقف زندگی ہیں اور جماعت کی اکثر مساجد وغیرہ ان کے زیر نگرانی قادیان اور افریقہ کے ممالک میں تعمیر ہو رہی ہیں۔ کافی عرصہ پہلے کی بات ہے کہ چچا جان والد صاحب سے ملنے گھر آئے اور باتوں باتوں میں ذکر کیا کہ گھانا میں جامعہ احمدیہ اور مسجد تعمیر ہونی ہے اور میں اس کا نقشہ تیار کر رہا ہوں۔ میں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے عرض کی ہے کہ ان کی تعمیر پر تقریباً 30 ہزار پونڈ لاگت آئے گی۔ اب میری خواہش ہے کہ ہم دونوں بھائی مل کر اس کی تعمیر پر جو بھی خرچ آئے وہ ادا کریں۔ والد صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اس بات سے اتفاق کیا۔ چنانچہ دونوں بھائیوں نے مل کر اُن تعمیرات کے تمام اخراجات ادا کئے۔

2. ایک مرتبہ دونوں بھائی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ محترم چچا جان کہنے لگے کہ مسجد اقصیٰ قادیان میں قالین ڈلوانا ہے اور اس کا تخمینہ بھی بتایا جو کئی لاکھ روپیہ پر مشتمل تھا۔ والد صاحب نے اکیلے ہی سارا خرچ برداشت کر کے وہ قالین ڈلوایا۔

3. دارالعلوم جنوبی ربوہ میں آپ کی شریف کالونی کے نام سے ایک رہائشی کالونی ہے جس میں آپ نے پانچ مرلہ زمین پر مسجد تعمیر کروائی اور انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کروا دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نمازیوں کی تعداد بڑھنے کی وجہ سے مسجد چھوٹی پڑ گئی۔ چنانچہ آپ نے اس سے ملحقہ مزید پانچ مرلہ زمین مسجد کے لئے دیتے ہوئے اس کی بھی انجمن احمدیہ کے نام رجسٹری کروا دی اور قبضہ جماعت کو دے دیا۔ اس کے بعد صدر صاحب محلہ نے اباجی کو یہاں لندن فون کیا کہ آپ نے مسجد کے لئے زمین تو ہمیں دے دی ہے جس کے لئے ہم آپ کے بہت شکر گزار ہیں، لیکن اب مسجد کی تعمیر کے لئے بھی اگر آپ ہماری کچھ مدد کریں تو ہمیں مسجد بنانے میں آسانی ہو جائے گی۔ صدر صاحب محلہ کی درخواست پر محترم والد صاحب نے مبلغ دس ہزار پونڈ کی رقم جماعت کو اس مسجد کی تعمیر کے لئے دے دی جو کہ اس وقت جماعت لندن کے پاس بطور امانت جمع ہے اور ان کو کہا ہوا ہے کہ جب بھی محلہ دارالعلوم جنوبی ربوہ والے اپنی مسجد کی تعمیر کرنا چاہیں ان کو یہ رقم مسجد کی تعمیر کے لئے دے دیں (آجکل چونکہ ربوہ میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لئے یہ کام رکا ہوا ہے)۔

تیسری ہجرت آپ نے خلیفہ وقت سے بے انتہا محبت کی وجہ سے کی۔ سن 1992ء میں لندن آئے اور مسجد کے نزدیک گھر لیا۔ تمام نمازیں باجماعت خلیفہ وقت کے پیچھے پڑھتے اور بڑی خوشی محسوس کیا کرتے۔ جب آپ لندن آئے تو اس وقت آپ کی تمام اولاد جرمنی میں تھی۔ انہوں نے بہت زور لگایا کہ آپ ہمارے پاس جرمنی آجائیں لیکن آپ وہاں نہیں گئے بلکہ خلیفہ وقت کے قدموں میں ڈیرہ لگا لیا اور آخری دم تک یہاں ہی رہے۔

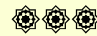
آپ مورخہ 18 اکتوبر 2019ء کو نماز جمعہ مسجد فضل میں ادا کرنے کے بعد

گھر واپس جا رہے تھے کہ سڑک کراس کرتے ہوئے ایک ڈلیوری وین کے ساتھ حادثہ ہوا جس کے نتیجہ میں شدید زخمی ہوئے۔ ایمبولینس کے ذریعہ ہسپتال منتقل کیا گیا جہاں I.C.U میں داخل رہے۔ آپکی چوٹیں اتنی زیادہ اور اتنی گہری تھیں کہ جسکی وجہ سے آپ دوبارہ صحت یاب نہ ہو سکے اور مورخہ 24 اکتوبر 2019ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 31 اکتوبر 2019ء کو نماز ظہر سے قبل مسجد مبارک (اسلام آباد، لندن) کے باہر تشریف لا کر آپ کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مرحوم کا چہرہ دیکھا اور دایاں ہاتھ آپ کے ماتھے پر رکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والی انگوٹھی جو آپ نے اپنے داہنے ہاتھ میں پہن رکھی تھی اسے ڈاکٹر صاحب کے چہرہ سے مس فرمایا اور پسماندگان سے ملاقات فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو جنت الفردوس سے نوازے اور آپ سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ہمیں بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین





بدلیں گے دعاؤں سے یہ حالات کرونا

انیس ندیم جاپان

ٹل جائے گی تقدیر سے آفاتِ کرونا
بدلیں گے دعاؤں سے یہ حالات کرونا
رحمت سے خداوند کی مایوس نہ ہو تم
وا اس کا ہے در آؤ مناجات کرونا
آئیگی بہار اب کے تو پھر پھول کھلیں گے
ہلکان نہ رو رو کے یُوں دن رات کرونا
بے چین، فکر مند، پریشان ہو گر تم
سجدوں میں بیاں سارے یہ حالات کرونا
ویران ہیں معبد تو کلیسا بھی ہے خالی
دکھلائے گا کیا کیا یہ کرشمات کرونا
مجبور ہیں لاچار ہیں مشرق ہو یا مغرب
چہروں سے ہویدا ہیں علامات کرونا
ہر شخص حجابوں میں نقابوں میں ہیملبوس
دیکھی ہیں عجب ہم نے کرامات کرونا
ہر شہر قرنطینہ و سُنسان پڑا ہے
ہر ملک میں ارزاں ہے یہ سوغات کرونا
مشکل ہو پہاڑوں سی تو ٹل جاتی ہے اس سے
اخلاص سے کچھ صدقہ و خیرات کرونا
غفلت کو کرو دُور کرو راضی خدا کو
الفت کی محبت کی شروعات کرونا



شکرانہ

نامعلوم

رشک آتا ہے اپنے نصیب پر
رحم آیا جو مجھ سے غریب پر
تیری رحمت نے پھر جوش مارا
مجھ کو در پر ہے ا پنے بلایا
میرے مولا اے رب البرایا
میں تو لائق نہیں تھا عنایات کا
رحمتوں کا تری مجھ پہ برسات کا
پھر بھی عاجز نادار جہاں کو
کی عطا دید کی تو نے مایا
میرے مولا اے رب البرایا



قومیں تباہ کیوں ہوتی ہیں

رانا عبدالرزاق خان۔لندن



پانچ ہزار سال قبل مسیح کا ذکر ہے کہ قوم نوح دریا دجلہ اور فرات کی وادیوں میں آباد تھی۔طاقت،علم اور دولت کے لحاظ سے یہ قوم گئی گزری نہ تھی۔مگر اس قوم میں یہ خرابی پیدا ہوگئی تھی۔کہ امیر اور غریب میں تقسیم ہوگئی تھی۔اچھے اور بُرے کو امارت اور غربت سے پرکھا جاتا تھا۔حسن سیرت اور کردار کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی۔قانون اُس کا تھا جسے دولت اور اقتدار حاصل تھا۔دوسری خرابی اس قوم میں یہ تھی کہ اباہ و اجداد سے وراثت میں لئے ہوئے رسم و رواج اور معاشرتی طور طریقوں کو مذہب جتنا مقدس سمجھتے تھے۔حضرت نوح علیہ السلام اس قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے آئے۔قوم اپنے سرداروں کے ہاتھوں ظلم اور بے انصافی کی اذیت میں پڑی تڑپ رہی تھی۔حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے اس پرچار کیا کہ ہر انسان قابل احترام ہے۔اور برتری اسے حاصل ہے۔جس کا کردار بلند ہے۔اور جس کے پاس عقل و دانش اور انسانیت کا درد ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کے اس پیغام کی وجہ سے سردارانِ قوم نے انہیں پاگل تک کہہ ڈالا۔اور کہا کہ تیری آواز پر لبیک کہنے والے کون لوگ ہیں ؟۔ہمارے کھیتوں میں ہل چلانے والے ہماری جوتیاں مرمت کرنے والے ،ہمارے کپڑے سینے اور دھونے والے اور اسی قسم کے گھٹیا اور کمین لوگ تمہیں جانے کیا سمجھ بیٹھے ہیں۔کیا تو ہمیں بھی اپنے پیروکار بنا کر ان کے جیسے بنانا چاہتا ہے۔۔حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں یہ تو اللہ کا پیغام ہے۔اور جب تم اللہ کے سامنے جاؤ گے تو تم اس پر اپنی امارت کی دھونس نہیں جما سکو گے۔اس کی بجائے اپنے اعمال بد کی سزا پاؤ گے۔اب جبکہ میں اللہ کی طرف سے تم تک پیغام اور احکام پہنچا چکا ہوں۔تم سزا سے نہیں بچ سکو گے وہ جو دولت کے نشے میں سرشار تھے۔بولے اے نوح ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ غلام آقا کی برابری میں،کسان اپنے مالک کی برابری کرے اور کمتر بہتر کے برابر بیٹھے۔ہماری قوم کو ہمارے سر نہ چڑھاؤ۔حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں اللہ کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔سرداروں نے کہا کہ ہم تیری یہ باتیں تا دیر برداشت نہیں کریں گے اور جو تیری حمایت میں آواز اٹھائے گا اسے بھوک سے تڑپا تڑپا کر ماریں گے۔ان سرداروں نے اپنی قوم کو حضرت نوح علیہ السلام کے پیچھے لگا دیا کہ یہ اباؤ اجداد کے مذہب کا منکر ہے۔اور پوری قوم کو مذہب سے متنفر کر رہا ہے۔مذہبی پیشواؤں اور حاکمان قوم نے مل کر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کا جینا حرام کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ کھیتوں اور مویشیوں کی ملکیت کے نشے میں لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔اور ان کے رازق بنے ہوئے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی بنانے کے اشارے دیئے۔اکابرین قوم نے جب جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بناتے دیکھا تو ان کی ہنسی اُڑانے لگے کہ دیکھو یہ پاگل (نعوذ باللہ) کیا کر رہا ہے۔یہاں تو بارش نہیں ہوتی۔سیلاب کا تصور کیسا؟کشتی تیار ہوگئی تو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا کہ تو اور تیرے خاندان کے افراد اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔میں سب کو بچا لوں گا۔پھر ایک طوفان باد و باراں آیا آسمان کے بند ٹوٹ گئے۔اتنا پانی برسا کہ دجلہ اور فرات ایک ہو گئے۔وادیاں پانی سے لبریز ہو گئیں۔پہاڑیاں اور چٹانیں ڈوبیں۔اللہ تعالیٰ کے منکرین کی بستیاں ڈوبیں۔بستیوں کے باسی ڈوبے۔لیکن حضرت نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں محفوظ رہے ۔حضرت نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کا بیٹا بھی ڈوبنے لگا ہے تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ تو نے تو فرمایا تھا کہ میں تیرے خاندان کو بچاؤں گا لیکن اس میں میرا بیٹا شامل نہیں۔اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔کہ اگر تیرا بیٹا گنہگار ہے تو تو اسے اپنے خاندان کا فرد نہ سمجھ۔اور تُو دیکھ نہیں رہا کہ بچ نکلنے والوں میں تیری بیوی بھی شامل نہیں۔وہ بھی میری منکر تھی اور وہ قوم ایسی تباہ ہوئی کہ پھر کبھی ابھر نہ سکی۔

قوم عاد،نوح کی قوم کے بعد تاریخ میں ابھری یہ زمانہ دواڑھائی سال قبل مسیح کا تھا۔اس قوم کی حکومت عرب،شام اور مصر تک پھیلی ہوئی تھی۔یہ قوم علم و حکمت اور دولت وثروت سے مالا مال تھی۔لیکن حکومت کا حق صرف چند افراد کو حاصل تھا یہ لوگ کمزور اور ناتوانوں کو غلام بنائے رکھتے اور ان سے اتنا کام لیتے کہ ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتیں۔ارباب اقتدار جابر اور ظالم تھے ان میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ اپنی یادگاریں تعمیر کرواتے جو کہ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بنائی جاتی تھیں۔تاکہ مرنے کے بعد بھی قوم ان کی برتری سے مرعوب رہے۔یہ قوم کا حق مار کر اپنے خزانے بھرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم المجرمین کہا ہے۔انہیں ہدایت کی روشنی دکھانے کے لئے حضرت ہودؑ مبعوث ہوئے مگر عاد کے سرداروں نے جو اپنے آپ کو قوم کا دیوتا سمجھتے تھے۔حضرت ہودؑ سے وہی سلوک کیا جو قوم نوح نے حضرت نوحؑ کے ساتھ کیا تھا۔جب حضرت ہودؑ نے قوم کو عذاب سے ڈرایا تو اس قوم نے ان کا مذاق اُڑایا۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔''اور جس تباہی کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے اس نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا'' یہ قوم صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔ ان کی بنائی ہوئی یادگاروں سے مرعوب رہنے والا کوئی نہ رہا۔

تباہی کی ایسی ہی کہانی قوم ثمود کی ہے۔جو وادی قریٰ میں آباد تھی۔یہ بھی تقریباً دو تین ہزار سال قبل مسیح کا واقعہ ہے۔اس قوم کو بھی چند دولت مند افراد نے اپنا غلام بنا رکھا تھا۔یہ گروہ انسانیت کی تذلیل کو اپنا حق سمجھتا تھا۔اس کی کوشش یہی رہی تھی کہ قوم کی محنت کی کمائی کسی نہ کسی طریقے سے قانون کی زد میں لا کر اپنے خزانوں میں اکٹھی کر لی جائے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سرداروں سے کہو کہ جنہیں تم غلام سمجھتے ہو یہی لوگ اللہ کو عزیز ہیں۔مگر حضرت صالح علیہ السلام کو اکابرین قوم نے جنہوں نے دولت اور طاقت کے زور پر اپنے آپ کو قوم پر ٹھونس رکھا تھا وہی کچھ کہا جو ان سے پہلی اقوام کے خود سر سرداروں نے نوحؑ اور ہودؑ سے کہا تھا۔انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اُڑایا اور برا بھلا کہا۔حضرت صالح علیہ السلام کو قوم کی نظروں سے گرانے کے لئے ان کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈا کیا۔اور ان پر جھوٹے الزامات لگائے۔اور وہ سمجھ نہ سکے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کا نہیں اللہ تعالیٰ کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔اس کا نتیجہ وہی ہوا جو قوم عادؑ وثمودؑ اور نوحؑ کا ہوا تھا۔اُن کی بستیاں اُجڑ گئیں۔ان کے محل ویران ہو گئے ان کے مویشی ہلاک ہو گئے۔اور یہ لوگ ایک عبرتناک تاریخ چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے نابود ہو گئے۔

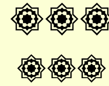
قوم مدین کی داستاں بھی کچھ ایسی ہی ہے۔یہ قوم کوئی ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح شام کے قریب آباد تھی یہ تاجر قوم تھی۔تجارت میں دھوکہ ان کا شیوہ تھا ان میں ہر وہ خرابی اور بددیانتی موجود تھی جو آج کے تاجروں میں پائی جاتی ہے مال کم دیتے اور قیمت زیادہ لیتے تھے۔ملاوٹ کرتے اور وزن بڑھانے کے طریقے ایجاد کرتے تھے۔اس بددیانتی سے جو رقم اکٹھی کرتے اس کے بل بوتے پر قوم پر حکومت کرتے تھے۔قوم ان کی رعایا بھی اور ان کے مال کی گاہک بھی تھی۔مال،اناج اور دولت ان کے پاس تھی اور حاکم بھی اُن کے ہاتھ میں تھے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان لوگوں کو نیکی کی راہ پر ڈالنے کے لئے بھیجا۔آپ نے انہیں احکام الٰہی سنائے اور اس پر وہ حیران ہو کر بولے کہ شعیب تم تو ہم میں سے ہو یہ تم کیسی باتیں کرنے لگے ہو کہ ہم جو کماتے ہیں وہ سب غرباء میں تقسیم کر دیں؟۔یہ کیسے ہو سکتا ہے کیا اس طرح تو ساری قوم خوشحال ہو جائے گی اس کی عقل ٹھکانے آجائے گی۔اور پھر وہ کیا ہماری برابری کا دعویٰ نہیں کرے گی؟۔ہم بھلا قوم کو اپنی تقدیر اپنے ہاتھ میں لینے کا حق کیسے دے سکتے ہیں؟۔حضرت شعیب علیہ السلام کو پاگل اور مجذوب قرار دے دیا گیا۔سردارانِ قوم نے ان سے قطع تعلق کر کے ان کا جینا حرام کر دیا۔حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ ان ہی کی قوم کے ایک فرد تھے۔اس لئے سرداران نے کہا کہ اگر تم ہماری قبیل میں سے نہ ہوتے تو ہم تمہیں قتل کر ڈالتے یا سنگسار کر دیتے۔آخرکار اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو عبرت کا نشان بنا دیا۔کچھ وقت تک ان کے کھنڈرات نظر آتے رہے پھر اللہ کی زمین نے انہیں بھی نگل لیا۔موجودہ زمانہ میں بھی اسی قسم کی قباحتیں پھیل گئی ہیں۔اور وباء کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔اور ان کو اتنی مقبولیت مل چکی ہے کہ ملکوں اور قوموں نے ان برائیوں کو اپنی تہذیب وتمدن کا لازمی جزو بنا لیا ہے۔وہ ہے جنسی بے راہ روی، لوگوں پر حیوانی اور سفلی جذبات کا غلبہ ہو رہا ہے۔اجتماعی آبروریزی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ہر طرف ذہنی لذت اور جنسی تسکین کے مناظر

نظر آتے ہیں۔تعلیم کی فراوانی نے انسان کو یہ جواز فراہم کر دیا ہے کہ نیم عریانی بے حیائی نہیں بلکہ یہ آرٹ ہے اور یہ کسی بڑے ذہین مصور کا شاہکار ہے ۔کتب،رسائل،فلموں اورٹی وی پر عورت کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھنے اور پڑھنے والے کے حیوانی جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔اوران کی تسکین کے لئے انسان جنسی جبلت کی زنجیروں کو توڑ کر انحراف کے طریقے اختیار کرتا ہے ۔اللہ تعالیٰ نے عصمت اور حیاء کو بہت زیادہ قدرومنزلت اور اہمیت عطا کی ہے ۔یہ مرد کی آمریت اور خودساختہ آمریت کا مظاہرہ ہے۔کہ اس نے عصمت و حیا کو عورت کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔اورمعاشرے میں یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ صنف عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت کرے۔اور حیا کو اپنا زیور سمجھے۔مرد خود کتنا ہی بے حیا اور عصمت بریدہ ہو جائے،کوئی باز پُرس نہیں ۔عصمت مرد کی بھی ہوتی ہے۔درحقیقت حیا اگر عورت کا زیور ہے تو یہ مرد کی تلوار بھی ہے اور ڈھال بھی۔مرد جو اپنی عصمت سے دست بردار ہوا اور حیا کو اتار پھینکا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اتنا ہی گنہگار ٹھہرا جتنی کہ ایک عورت۔قرآن کریم میں دونوں کی سزا ایک جیسی مقرر ہے۔اللہ تعالیٰ نے بدکاری اور بے حیائی اور گھناؤنے گناہ کی جو سزا قوموں کے لئے مقرر کی ہے اس کے آثار پہلے زمانوں میں بھی ملے ہیں۔

اردن اور فلسطین کے درمیان بحیرہ مردار کے نام سے ایک سمندر ہے ۔اس کے جنوبی حصے میں پانی کے نیچے ایک غرق شدہ شہر کے آثار دیکھے گئے ہیں ۔ماہرین کا کہنا ہے کہ یہ قوم لوطؑ کا ایک شہر ہے۔جس کا نام سدوم تھا۔اس سے تھوڑی ہی دور ایک اور شہر کا پتہ چلا ہے یہ بھی قوم لوط کی بہت بڑی بستی تھی۔اس کا نام گھوارہ بتایا گیا ہے۔اُس دور کی دستاویزات میں ان دونوں بڑے شہروں کا ذکر آتا ہے۔قوم لوط اسی علاقے میں بحیرہ مردار کے جنوب میں آباد تھی ۔سمندر کے علاوہ زمین پر بھی اس قوم کی تباہی کے آثار ملتے ہیں۔اس قوم کے گناہوں کی تفصیل بہت ہی شرم ناک ہے۔مختصر یہ کہ یہ قوم حیوانوں کی سطح سے بھی پست ہو چکی تھی۔اوراس نے سفلی جذبات کی تسکین کو ہی جینے کا مقصد بنا لیا تھا۔جنسی بے راہ روی میں اس قوم نے اتنا نام پیدا کیا کہ آج اس شہر سدوم کے نام پر sodomy باقاعدہ اصطلاح بن گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو انسانیت کی تذلیل سے باز رکھنے کے لئے حضرت لوطؑ کو مبعوث کیا مگر ان کی بات سن کر لوگوں نے حیرت سے کہا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟۔ہمیں گنہگار کہتا ہے اور اپنے آپ کو مقدس اور ہم سے برتر سمجھتا ہے۔مختصر یہ کہ حضرت لوطؑ کی کسی نے نہ سنی۔جنسی لذت انسان کو پاگل پن کی حد تک پہنچا دیتی ہے۔انسان پر کسی پندونصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا وہ اسے بھی پاگل سمجھتا ہے جو اسے اس پاگل پن سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔یہی سلوک حضرت لوطؑ سے اس کی قوم نے کیا۔

اورحضرت لوطؑ پر غیر ملکی ایجنٹ ہونے کا غلط الزام لگا کر قوم کے جذبات کو اُبھارا۔جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ کہ اس قوم کی تباہی ضرور ہوگی یہ تباہی اس قوم کے لئے سزا بھی تھی اور اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ ایسے گھناؤنے گناہ کے جراثیم اس قوم کے ساتھ ہی زمین میں دفن ہو جائیں۔قرآن کریم نے اس قوم کی تباہی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ان کی بلندیاں پستیوں میں بدل گئیں اُن کے شہر ایسے تباہ ہوئے کہ اُن کے اوپر پانی آ گیا اور گناہگار بستیوں کو دنیا کی نظروں سے اوجھل کر دیا زمین پر ان بستیوں کے بکھرے بکھرے کھنڈرات ملتے ہیں۔ان میں سے ایک چٹان ستون کی طرح کھڑی ہے۔جسے لوطؑ کا ستون کہتے ہیں۔روایت ہے کہ یہ لوطؑ کی بیوی تھی۔اور وہ ان کے مخالفین میں سے تھی ۔اللہ تعالیٰ نے چراغ کے تلے اس اندھیرے کو یہ سزا دی کہ اسے پتھر بنا دیا۔ اسے آج بھی لوگ لوطؑ کی بیوی یا لوطؑ کا ستون کہتے ہیں۔جنسی بے راہ روی کے واقعات میں دن رات اضافہ ہو رہا ہے۔آپ کو قومِ نوح، قومِ عاد،قومِ ثمود،قومِ مدین اور قوم لوطؑ کی ساری بدیاں اور سارے ہی گناہ نظر آئیں گے ۔چند ایک افراد دولت اور جاگیرداری کے زور پر قوم کو رعایا بنائے ہوئے ہیں۔ قرآن ہاتھ میں لے کر اور اللہ و رسول کا نام لیکر قوم سے جھوٹے وعدے کرتے اور دھوکا دیتے ہیں قوم کو روٹی کا نعرہ دے کر بھوکا رکھتے ہیں۔اور مذہب کا فسوں طاری کر کے کفر کے راستے پر ڈالتے ہیں۔چند ایک افراد اپنے خزانے بھرنے کے لئے قوم کو پینسٹھ برسوں سے لوٹ رہے ہیں۔اور جب انہیں کوئی کہتا ہے کہ تمہارے اعمال قرآن کریم کے منافی ہیں۔جو تم ہاتھ میں لے کر حکومت کرتے ہو۔تو وہ اُس شخص سے وہی سلوک کرتے ہیں جو انہوں نے نوح،ہود،شعیب اور لوطؑ سے کیا تھا۔

خدا تعالیٰ غضب میں دھیما ہے وہ قوموں کو سزا دینے سے قبل اتمام حجت کرتا ہے۔ دنیا میں نذیر بھیجتا ہے جو انکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ نذیر آچکا۔ اتمام حجت ہو چکی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے دی جانے والی ڈھیل کا وقت آہستہ آہستہ گزر رہا ہے۔لیکن پکڑ لازمی ہوگی۔ چنانچہ اس نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا! کہ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اُس کے آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے۔وہ چپ رہا۔مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلا دے گا۔جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ بخش دے۔ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔اور ہمیں ہر قسم کی تباہی سے اور عذاب سے اپنی پناہ میں رکھے۔آمین



کورونا کیا کر رہا ہے؟

ایک عرب سکالر مستشار عدلی حسین کا کہنا ہے کہ کورونا وائرس پر لعنت مت بھیجو کیوں؟

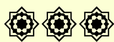
اس نے انسان کو انسانیت اور خالق کی حقانیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔وہ اپنے اس دعوی کے حق میں دلائل دیتے ہوئے مزید کہتے ہیں۔کیا پوری دنیا میں تمام عیش وطرب کے مراکز بند نہیں ہو گئے۔سینما گھر، نائٹ کلب، شراب خانے، جوا خانے اور ریڈ ایریا بند نہیں ہیں کیا؟ کیا خاندانوں کو ایک طویل جدائی کے بعد ان کے گھروں میں دوبارہ اکٹھا ہونے کا موقع نہیں دیا کیا؟ کیا اس نے غیر مرد اور غیر عورت کو ایک دوسرے کا بوسا لینے سے نہیں روکا؟

کیا اس نے عالمی ادارہ صحت کو اس بات کے اعتراف پر مجبور نہیں کیا کہ شراب پینا تباہی ہے،لہذا اس سے اجتناب کیا جائے؟ کیا اس نے صحت کے تمام اداروں کو یہ بات کہنے پر مجبور نہیں کیا کہ درندے، شکاری پرندے، خون، مردار اور مریض جانور صحت کے لئے تباہ کن ہیں؟

کیا اس نے انسان کو نہیں سکھایا کہ چھینکنے کا طریقہ کیا ہے، صفائی کس طرح کی جاتی ہے جو ہمیں ہمارے رسول ﷺ نے آج سے 1450 سال پہلے بتایا تھا؟ کیا اس نے فوجی بجٹ کا ایک تہائی حصہ صحت کی طرف منتقل نہیں کیا ہے؟ کیا اس نے دونوں جنسوں کے اختلاط کو مذموم قرار نہیں کر دیا۔کیا اس نے دنیا کے فرعون حکمرانوں کو بتا نہیں دیا کہ لوگوں کو گھروں میں پابند کرنے، جبری بٹھانے اور ان کی آزادی چھین لینے کا مطلب ہوتا کیا ہے؟ کیا اس نے لوگوں کو اللہ سے دعا مانگنے گریہ وزاری کرنے اور استغفار کرنے پر مجبور اور منکرات اور گناہ چھوڑنے پر آمادہ نہیں کیا؟

کیا اس نے متکبرین کے کبر و غرور کا سر پھوڑ نہیں دیا اور انہیں عام انسانوں کی طرح لباس نہیں پہنایا؟ کیا اس نے دنیا میں کارخانوں کی زہریلی گیس اور دیگر آلودگیوں کو کم کرنے کی طرف متوجہ نہیں کیا؟ جن آلودگیوں نے باغات، جنگلات، دریا اور سمندروں کو گندہ کیا ہوا ہے۔کیا اس نے ٹیکنالوجی کو رب ماننے والوں کو دوبارہ حقیقی رب کی طرف متوجہ نہیں کیا؟ کیا اس نے حکمرانوں کو جیلوں اور قیدیوں کی حالت ٹھیک کرنے پر آمادہ نہیں کیا؟ اور اس کا سب سے بڑا کارنامہ کیا یہ نہیں ہے کہ اس نے انسانوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف متوجہ کیا، شرک اور غیر اللہ سے مدد مانگنے سے منع نہیں کیا؟

آج عملی طور پر یہ بات واضح ہوگئی کہ کس طرح بظاہر ایک وائرس لیکن حقیقت میں اللہ کا ادنا سپاہی انسانیت کے لئے شر کے بجائے خیر کا باعث بن گیا۔تو اے لوگو! کرونا وائرس پر لعنت مت بھیجو یہ تمہارے خیر کے لئے آیا ہے کہ اب انسانیت اس طرح نہ ہوگی جس طرح پہلے تھی۔۔آج دنیا جس کرب سے گزر رہی ہے! نظر نہ آنے والا ایک وائرس پوری دنیا کے لئے تھرٹ بنا ہوا ہے۔شخصی آزادی جسمانی آزادی، میرا جسم میری مرضی، مائی باڈی مائی چائس اور بڑے بڑے فرعون نما انسانوں کی اصلیت کھول کر نہیں رکھ دی۔





کبوتروں کے پوٹے اور پیر کی روٹیاں

(چوہدری نعیم احمد باجوہ)



رنگ دار اونچی دستار سجائے، آرام دہ تخت پر براجمان، گلاب کے پھولوں کے ہار گردن میں ڈالے، آلہ شیطان (مائک) دہان مبارک کے عنقریب رکھے، مریدوں کے جھنڈ سامنے فرش پر اور حضرت گویا عرش پر۔عشاق دہان مبارک سے جھڑنے والے پھولوں کی خوشبو دامن میں سمیٹنے کے لئے تیار و بے قرار۔حضرت کا دہان وا ہوا۔کھنگارتے بلکہ چنگاڑتے ہوئے غریب دھاڑی داروں کو مژدہ جاں فزاں سنایا۔کرونا وریس (وائرس نہیں ویرس) کا الہامی علاج کبوتروں کے پوٹوں میں اور وہ بھی تصدیق شدہ۔پھر خبر دی کہ جہاں جہاں لوگ وضو کر رہے ہیں وہاں ان کا کرونا ویرس ختم ہو رہا ہے۔درج ذیل لنک پر حضرت کے ارشادات ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

https://www.youtube.com/watch?v=vg7iHahJxw0

واہ حضرت واہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری رنگ بھی چوکھا آپ نے جما دیا۔آپ جیسے نابغے کو واقعی سلام۔واقعی قابل رشک ہیں یہ حضرت جن کو اس قدر سادہ لوح مرید عطا ہوئے ہیں کہ جن کے لیے دین بھی حضرت دنیا بھی حضرت۔ہر بیماری کا علاج بھی حضرت کے ملفوظات، ہر مصیبت کی نجات بھی ممدوح کے ارشادات۔

رسالت مآب ﷺ نے فرمایا **العلم علمان علم الادیان و علم الابدان** کہ علم کی دو ہی بڑی کیٹیگریز ہیں۔دین کا علم اور اجسام کا علم۔دین کے علم میں عبادات، اخلاقیات، روحانیت، عقائد، فرائض، اعمال، اقدار الغرض سب شامل۔اور اجسام کے علم میں طب، تمام تر میڈیکل، تمام تر سائنس، علمی ترقی، جدید تحقیقات وغیرہ سب شامل۔

سرور کائنات ﷺ نے کہیں بھی ان کو ایک دوسرے کی ضد کے طور پر بیان کیا نہ سمجھا۔دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ایک دوسرے کے ساتھ چل کر نوع انسانی کی بقا، نشو نما، اور بہبود کے لئے کارگر ضرور ہیں۔

ہم دونوں سے بے بہرہ ہو چکے۔سائنسی علوم اور جدید تحقیقات کو جبہ پوش گدی نشین اپنے کاروبار میں مداخلت سمجھتا ہے۔اس لئے ہر ترقی ہر ایجاد کو پہلے تو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا۔اپنی جہالت کو علم کل اور علم کو جہالت قرار دیتا نظر آتا ہے۔جب علم جہالت کو کچلتا ہوا اگلی منزلوں کی طرف رواں ہوتا ہے تو پھر یہی جبہ پوش سینکڑوں، ہزاروں کی منزلیں کھوٹی کرنے کے بعد لولا لنگڑا بھاگتا نظر آتا ہے۔اپنے سر پر پڑتی ہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ ہسپتال کا رخ کرتا ہے جب کہ مریدوں کو کبوتروں کے پوٹے کھلانے کی تبلیغ کرتا ہے۔

اعتراض یہ نہیں علاج کے لئے کبوتروں کے پوٹے کیوں بتائے۔علاج کسی بھی چیز میں ہوسکتا ہے۔کسی دوا کسی خوارک میں، کسی خاص علاقے کی جڑی بوٹیوں میں۔کہیں بھی۔لیکن فی الوقت تمام تر معلوم ذرائع اور تمام تر ترقی کے باوجود انسان کو یہ علاج معلوم نہیں ہو رہا۔اس وقت دنیا میں لاکھوں مریض اس جان لیوا مرض میں مبتلا ہو چکے۔پاکستان میں یہ تعداد سات سو تک پہنچ چکی۔

اگر واقعی آپ کا علاج الہامی ہے اور خدا تعالیٰ کا نام لے کر آپ اتنی تحدی سے اس کی تشہیر کر رہے ہیں تو پھر باہر آیئے۔ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ترپتی انسانیت کے مسیحا بن جائیں۔کسی ایک قرنطینہ کیمپ میں تشریف لے جائیں اور بابرکت ہاتھوں سے دربار کے کبوتروں کے پوٹے دعا خاص کر کے اس موذی مرض میں مبتلا مریضوں کو دیں۔موت کے منہ میں جاتے انسانوں کو بچالائیں۔پاکستانی قوم کیا پوری دنیا آپ کو ہیرو مان لے گی۔آپ کے قدموں میں دنیا جہاں کے کبوتر ڈھیر کر دئے جائیں گے۔اس عظیم خدمت انسانیت پر امن کا نوبل انعام یقیناً آپ کے قدموں پر نچھاور کر دیا جائے گا۔رہتی دنیا تک آپ ایک عظیم انسان ایک ہمدرد ایک عظیم دیوتا کے طور پر جانے جائیں گے۔

لیکن اگر ایسا کچھ نہیں اور یقیناً کچھ نہیں ہے تو ایسی بونگیاں مار کر صرف اپنی روٹیاں قائم رکھنے کی خاطر غریب اور جاہل عوام کو تباہی کی طرف مت دھکیلیں۔ان کی تربیت کریں۔ان کو سمجھائیں کی جب تک علاج ممکن نہیں احتیاط کریں۔خود بھی بچیں اور اپنے پیاروں کو بھی بچائیں۔علاج سنت انبیاء ہے۔اور متعدی اور وبائی امراض سے بچنے کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنا مذہب اور ایمان کے خلاف نہیں۔بلکہ انسانی جان کو بچانا اولین فرائض میں شامل ہے۔وہ جان آپ کی اپنی ہو یا کسی دوسرے کی۔لیکن افسوس کہ اس وقت یہ ایک مزاج بن چکا ہے۔اوپر دی جانے والی مثال صرف بطور نمونہ ہے ورنہ ایسے نمونے گلی کوچوں میں بھرے پڑے ہیں۔اور یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ جہالت واقعی کسی کی میراث نہیں آج ان کے گھر کی لونڈی ہے۔

عشقِ قرآن کا ایک نادر واقعہ



اے آر۔ راجپوت

قرآن مجید سارے کا سارا مختلف قسم کے سوال و جواب سے بھرا پڑا ہے۔ یہ سوالات دہریوں، مشرکوں اور کافروں کے ہیں اور قرآن مجید کے سارے جوابات عقلی دلائل اور مطالعہ کائنات پر مبنی ہیں۔ سوال و جواب کے لحاظ سے عشقِ قرآن کا ایک بالکل نادِر واقعہ ایک بدوی عورت کا ہے جو ہر سوال کے جواب میں صرف قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھ کر اپنے سائل کو جواب دیتی تھی۔

عربی ادب کی روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ یہ عورت حج کے اِرادے سے اپنے گھر سے نکلی لیکن اپنے قافلے سے بچھڑ گئی۔ اس حالت میں یہ ایک درخت کے نیچے بیٹھی تھی کہ اُدھر سے امام عبداللہ مبارک (امام فقہ و حدیث) کا گزر ہوا جو خود بھی حج پر جا رہے تھے، آپ نے اُس بڑھیا کو یوں تنہا دیکھ کر اُس کے قریب جا کر اُسے ''السلام علیکم'' کہا تو اُس عورت نے اُس کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ''سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾''۔

اس کے بعد امام عبداللہ بن مبارک نے اُس سے پوچھا 'مَاذَا تَسْنَعِيْنَ هُنَا'، یعنی تم بیٹھی یہاں کیا کر رہی ہو؟ جواباً اُس نے کہا 'مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ'، جسے اللہ گمراہ کر دے اُسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں۔ مطلب یہ تھا کہ مَیں قافلے سے بچھڑ کر راستہ بھول گئی ہوں۔ اس پر امام صاحب نے اُس سے پوچھا کہ آپ کدھر جانا چاہتی ہیں تو اس عورت نے اس کے جواب میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ''سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ'، یعنی مَیں مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ جانا چاہتی ہوں۔

اس پر آپ نے اُس سے استفسار کیا ''اے خالہ! آپ کب سے یہاں ٹھہری ہوئی ہیں؟'' تو اُس عورت نے جواباً کہا ''ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿۱۰﴾'' یعنی لگاتار تین راتوں سے۔

اس پر آپ نے پوچھا تم وضو کیلئے پانی کہاں سے لیتی ہو تو اُس نے جواب دیا 'فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا'، یعنی پانی دستیاب نہ ہونے کے باعث تیمم کر کے نماز پڑھتی ہوں۔

اس پر امام صاحب نے اُسے کھانا پیش کرتے ہوئے کہا تناول فرمائیں، اُس نے جواباً کہا
'ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ'، یعنی مَیں روزہ دار ہوں۔ غروب شمس سے پہلے کھانا نہیں کھا سکتی۔ اس پر امام صاحب نے کہ یہ تو رمضان کا مہینہ نہیں ہے۔ اس پر اس عورت نے کہا ''وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾'' مراد یہ کہ مَیں نے نفلی روزہ رکھا ہوا ہے۔

اس پر امام صاحب نے کہا کہ سفر میں تو روزہ رکھنے کی رخصت ہے، اس پر اُس عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ''وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾'، کہ روزہ رکھنا بہر حال بہتر ہے۔

اس پر امام عبداللہ بن مبارک نے اُسے کہا کہ جس طرح مَیں کلام کرتا ہوں تم بھی اُسی لہجے میں کلام کرو اس عورت نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ''مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾'' یعنی تم خواہ کس طرح بولو کراماً کاتبین اُسے لکھ لیتے ہیں۔

اس پر امام صاحب نے اُسے پوچھا ''خالہ! آپ کا تعلق کس قبیلہ سے ہے؟'' اُس نے جواباً قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ''وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ''، یعنی جس چیز کا تجھے علم نہیں اُس کے پیچھے نہ لگ۔ اس سرزنش کے بعد امام صاحب نے ''خالہ! مجھے معاف کر دیں کیونکہ مَیں نے غلطی کی ہے'' اس پر اس عورت نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ''قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾''، یعنی اللہ آپ کو معاف کرے تم پر کوئی ملامت نہیں۔

اس پر امام صاحب نے اُسے کہا کیا آپ میری اُونٹنی پر سوار ہو کر قافلہ سے جا ملنے کو پسند کریں گی؟ اس پر اُس عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی ''قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ، سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾'، مراد یہ تھی کہ امام صاحب اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

مَیں اس سواری کے لئے خدا کی تعریف کرتی ہوں اور ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اُونٹنی پر سوار ہونے کے بعد جب امام صاحب نے اپنی اُونٹنی کی مُہار پکڑ کر اُسے ہانکا تو اُس عورت نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی 'وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ'' یعنی چال میانہ رکھو اور اُونچی آواز سے نہ ہانکو۔

اس پر آپ نے آہستہ چلنا شروع کر دیا اور حُدی خوانی شروع کر دی۔ اس پر اس عورت نے کہا 'فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ'' یعنی حُدی کے بجائے قرآن مجید پڑھو۔

کچھ دیر کے بعد امام صاحب نے کہا ''خالہ! کیا آپ شادی شدہ ہیں؟ اس پر اس عورت نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ '' یعنی ایسی باتوں کے متعلق مت پوچھو جو اگر تُمہیں بتا دی جائیں تو تمہیں برا لگے۔ مراد یہ تھی کہ مَیں شادی شدہ ہوں۔ پھر چلتے چلتے آپ اس عورت کے ساتھ اُس کے قافلے کے قریب پہنچے تو امام صاحب نے اُس سے پوچھا ''کیا اس قافلے میں تمہارا کوئی بیٹا یا کوئی اور رشتہ دار ہے؟ اس پر اس عورت نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی " اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا'' مُراد یہ تھی کہ اس قافلہ میں میرے بیٹے ہیں۔ اس پر آپ نے اس سے پوچھا کہ اس قافلہ میں تمہارے بیٹے کس بات پر مامور ہیں؟ تو اس نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی " وَ عَلٰمٰتٍ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷﴾'' یعنی میرے بیٹے قافلے کے گائیڈ یعنی رہبر ہیں۔ اس پر امام صاحب نے اس کے لڑکوں کے نام پوچھے تو اُس عورت نے یہ آیات پڑھیں وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۶﴾، وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۵﴾، يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ۔ یعنی میرے تین بچے ہیں ابراہیم، مُوسیٰ اور یحٰیؑ۔ یہ سُن کر امام صاحب نے بلند آواز سے ان تینوں لڑکوں کو پکارا تو وہ سب بڑی تیزی سے آپ کے پاس آگئے اور اُس عورت نے یہ آیت پڑھی فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ'' یعنی جلدی کسی آدمی کو رقم دے کر بھیجو اور کھانا منگواؤ۔ چنانچہ ان لڑکوں میں سے ایک جلدی سے کھانا لے کر آگیا تو اس عورت نے امام صاحب کو مخاطب کر کے یہ آیت پڑھی " كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۵﴾'' یعنی امام صاحب آئیں اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔

کھانا کھانے کے بعد اُس عورت کے لڑکوں نے امام صاحب سے کہا کہ ہماری والدہ گذشتہ چالیس سال سے صرف قرآن مجید کی عبارت میں ہی ہم سے کلام کرتی ہیں جو اُن کے قرآن کریم سے عشق کی منہ بولتی گواہی ہے۔

کسی عرب نے کیا ہی خوب کہا ہے

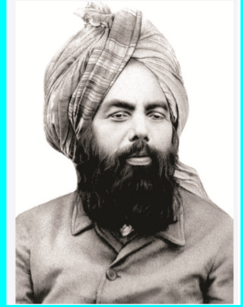
وَلِلنَّاسِ فِيْمَا يَعْشِقُوْنَ مَذَاهِبُ

یعنی لوگوں کے عشق کی کئی قسمیں ہیں۔

اُس بدوی عورت کو قرآن مجید سے سچا عشق تھا۔ اس لئے وہ ہر بات میں قرآن کریم کی کوئی آیت پڑھ کر اپنا مُدعا بیان کرتی تھی۔

حکایت مولانا رومی

مولانا رومی کی ایک حکایت جو موجودہ حالات پر صادق آتی ہے۔ فرماتے ہیں ایک شخص طوفان کی آمد کے پیش نظر ایک درخت کے نیچے پناہ لئے کھڑا تھا۔ ایک دوسرا شخص پاس سے گزرا تو اس نے کہا۔ میاں جب طوفان آتا ہے تو بجلی گرنے کا امکان درختوں پر زیادہ ہوتا ہے اس لئے یہاں سے ہٹ جاو۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میرا رب مالک ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص گزرا اس نے بھی یہی نصیحت کی تو درخت تلے کھڑے شخص نے پھر یہی جواب دیا۔ آخر ایک تیسرا بندہ گزرا اور اس نے یہی کہا اور اس آدمی کا پھر یہی جواب تھا کہ اللہ مالک ہے۔ غرض طوفان آیا بجلی گری اور وہ آدمی فوت ہو گیا۔ یہ سارا منظر جو ایک بندہ خدا دیکھ چکا تھا اس نے کہا کہ اس بندے کا تو اللہ پر اس قدر ایمان تھا خدا نے اس کو کیوں نہ بچایا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ تین بندے اللہ نے ہی بھیجے تھے کہ بچ جاو مگر اس شخص نے نہ مان کر خود اپنی تباہی کی۔ ہمیں موجودہ حالات میں مولانا کی حکایت سے سبق سیکھ کر ان ممالک سے عبرت حاصل کرنا چاہئے جو آج کہہ رہے ہیں کہ اگر احتیاط کیا جائے تو بہت بڑے نقصان سے بچا جاسکتا ہے



روحانی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے طبی دنیا کے لئے رہنما اصول

(مولانا دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت)



چشم بصیرت سے مطالعہ

سیدنا وامامنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (1835-1908ء) نے اپنی روحانی آنکھ اور چشم بصیرت سے جہاں ''علم الادیان'' پر ایسی انقلابی روشنی ڈالی کہ دن چڑھا دیا وہاں ''علم الابدان''، یعنی میڈیکل سائنس اور طب کے سلسلہ میں بھی پوری عمر بے شمار روحانی تجربات و مشاہدات کے بعد دنیائے طب کے لئے ایسے بیش قیمت رہنما اصول رکھے جو صرف اور صرف ایک ربانی مصلح ہی کی خدانما شخصیت سے مخصوص ہو سکتے ہیں اور دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ آج تک طب اور میڈیکل سائنس کے ماہر فاضلوں کا لٹریچر کئی پہلوؤں کے اعتبار سے بہت حد تک خاموش ہے۔ حالانکہ اس مایہ ناز علم کو آنحضرت ﷺ نے علمِ ادیان کے بعد دوسرا درجہ بخشا ہے اور جیسا کہ آپؐ کے احقر الغلمان حضرت بانی جماعتؑ نے بھی یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ

''صحت عمدہ شے ہے۔ تمام کاروبار دینی اور دنیاوی صحت پر موقوف ہے صحت نہ ہو تو عمر ضائع ہو جاتی ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 344)

علاج اور توکل میں ہم آہنگی

قبل اس کے کہ دائمی شان کے حامل ان طبی اصولوں کو سپردِ قرطاس کیا جائے حضرت اقدس ہی کے پیش فرمودہ دو بنیادی حقائق کا حرزِ جان بنانا از بس ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان سب اصولوں کی روح و رواں یہی دو حقائق ہیں۔

اوّل یہ کہ علاج اور توکّل میں ہرگز کوئی تضاد نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

''پیغمبرِ خدا ﷺ خود کس قدر متوکّل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 406)

مشہور مستشرق پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن نے ''طب العرب'' میں اگرچہ یہ اعتراف تو کیا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ'' یعنی ہر مرض کی دوا ہے مگر ساتھ ہی از راہِ تعصّب یہ بے بنیاد نظریہ بھی وضع کر لیا ہے کہ عام طبی معلومات کے اور بعض دوسرے فنی امور کے علاوہ کتب احادیث سے اور کچھ نہیں ملتا (پہلا لیکچر) حالانکہ یہ واقعہ کے سراسر خلاف ہے اور حق یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ صحاح ستہ خدائے حکیم کے مظہر اتمّ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے مجوزہ علاج اور ادویہ کے ذکر سے لبریز ہیں بلکہ محدثین عظام نے ''کتاب الطب'' کے زیر عنوان حضور کی اہم طبی ہدایت کو مستقل ابواب کی صورت میں مزین فرما دیا ہے۔ علاوہ ازیں دوسری صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک مندرجہ ذیل بزرگان سلف نے ''طبِ نبوی'' ہی کے نام سے متعدد کتب سپرد قلم فرمائیں۔

مثلاً دوسری صدی ہجری میں عبدالملک بن حبیب اندلسی، تیسری صدی کے اواخر میں حضرت امام شافعیؒ کے شاگرد محمد بن ابوبکر اور محدث اور ابونعیم اصفہانی نے اسی نام سے مجموعے مرتب کئے۔ ائمہ اہلِ بیت میں سے حضرت علی بن موسیٰ رضا اور حضرت امام کاظم نے اسی موضوع پر رسائل مرتب فرمائے۔ ازاں بعد چوتھی صدی میں فتوح الحمیدی، عبدالحق الاشبیلی، حافظ السخاوی اور حبیب نیشاپوری کو اس عظیم خدمت کا اعزاز حاصل ہوا۔ پھر ساتویں سے نویں صدی ہجری کے دوران ابوجعفر مستغفری، ضیاء الدین المقدسی، السید مصطفیٰ، شمس الدین البعلی، کمال بن طرخان ابن قیّم، علامہ جلال الدین سیوطی اور عبدالرزق بن مصطفیٰ الانطا کی جیسے علمائے حق کی کاوشیں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر دنیا بھر کے لئے پیامبر شفا کا کام دے رہی ہیں۔ بلاشبہ سلسلہ انبیاء میں یہ فیض و برکت بھی کوثر و نسیم کی طرح صرف شہنشاہِ رسالت ہی کا جاری و ساری ہے۔ عہدِ حاضر میں جناب خالد غزنوی کے قلم سے ''طب نبوی اور جدید سائنس'' کے زیر عنوان اکتوبر

1987ء میں ایک معلومات افروز اور پرمغز تحقیقی کتاب شائع ہوئی۔ یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور جنوری 1991ء میں الفیصل اردو بازار لاہور نے اس کا چھٹا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ جناب ڈاکٹر خالد غزنوی نے اپنی کتاب کی تمہید میں مندرجہ بالا بزرگوں کے لٹریچر کا جامع رنگ میں تذکرہ فرمایا ہے۔

شفاء کا آسمانی محکمہ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''طب تو ظاہری محکمہ ہے ایک اس کے وراء محکمہ پردہ میں ہے۔ جب تک وہاں دستخط نہ ہو کچھ نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 353)

اگر احادیث کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو آنحضرت ﷺ کی مبارک ادعیہ میں اس دائمی صداقت کی نمایاں جھلک ملتی ہے وجہ یہ ہے کہ نہ صرف آنحضورؐ خود یہ دعا اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ بَدَنِیْ التزام سے کرتے تھے۔(ابوداؤد کتاب الادب)

بلکہ بیماروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے چنانچہ ابن ماجہ میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ بیمار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا نماز پڑھو کیونکہ نماز میں شفا ہے۔ بخاری شریف میں وہ دعا بھی ہے جو آنحضرت ﷺ مریضوں کی عیادت کے وقت کرتے تھے۔ یہی نہیں خادم الرسول حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مریضوں کی عیادت کرواور ان سے درخواست بھی کیا کرو کہ وہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کیونکہ بیمار کی دعا مقبول ہوتی ہے اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

(الترتیب والترھیب۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو''طب نبوی'' صفحہ 216 تا 222 از حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج۔ ناشر مسلم اکادمی۔ علامہ اقبال روڈ لاہور۔ اشاعت یکم جنوری 1973ء)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بیماریوں کی کثرت کا فلسفہ درج ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

''اس قدر کثرت میں خدا تعالیٰ کی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے تا کہ ہر طرف سے انسان اپنے آپ کو عوارض اور امراض میں گھرا ہوا پا کر اللہ تعالیٰ سے ترساں اور لرزاں رہے اور اسے اپنی بے ثباتی کا ہر دم یقین رہے اور مغرور نہ ہو اور غافل ہو کر موت کو نہ بھول جاوے اور خدا سے بے پرواہ نہ ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 217)

اس ضمن میں مزید ہدایت فرمائی:

''سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہوسکتا۔ توبہ و استغفار بہت کرنی چاہئے تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے تو دعا بھی ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 242 جلد پنجم صفحہ 60)

''ہر ایک مرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلّط ہے جب اللہ چاہتا ہے مرض مٹ جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 295)

حضرت اقدس نے اپنے ملفوظات میں خصوصاً بیماری سے شفا کے لئے دعاؤں کی بار بار تحریک فرمائی ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں:

1۔''میں بہت دعا کرتا ہوں۔ دعا ایسی شے ہے کہ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 265)

2۔''میرا مذہب بیماریوں کے دعا کے ذریعہ سے شفا سے متعلق ایسا ہے کہ جتنا میرے دل میں ہے اتنا میں ظاہر نہیں کرسکتا۔ طبیب ایک حد تک چل کر ٹھہر جاتا ہے اور مایوس ہو جاتا ہے مگر اس کے آگے دعا سے راہ کھول دیتا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 299)

ایک بار حضرت اقدس نے مسلم اطباء کی نسبت اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا کہ

''مسلمان اطباء میں کیا عمدہ بات ہے کہ نبض دیکھنے سے پہلے طبیب یہ پڑھا کرے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (البقرہ:33) تُو پاک ہے ہمیں کوئی علم نہیں سوا اس کے جو تو نے ہم کو سکھایا تحقیق تو علم اور حکمت والا ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 281)

''مسلمان جب ان علوم کے وارث ہوئے تو انہوں نے ہر امر میں ایک بات بڑھائی............نسخہ لکھنے کے وقت ھوالشافی لکھنا شروع کیا۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 296)

سبحان اللہ! دین مصطفیٰ نے کس طرح زندگی کے ہر شعبہ میں بے شمار اہل اللہ پیدا کر دیئے۔

آنحضرت ﷺ زندہ نبی ہیں اس لئے آپؐ کے ادنیٰ غلام اور چاکر بھی صدیوں سے ان روحانی اقدار کا پرچم بلند سے بلند تر کرتے چلے آرہے ہیں۔انیسویں صدی کے آخر میں 2 مئی 1898ء کو پورے ملک میں عید کی مبارک تقریب منائی گئی۔حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے قادیان دارالامان میں شرقی جانب واقع بڑ کے درخت کے نیچے ایک بصیرت افروز خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ

''رعایت اسباب ہماری اسلامی شریعت میں منع نہیں ہے۔کسی شخص نے حضرت رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم دوا کریں آپ نے جواب میں فرمایا کہ ہاں دوا کرو کوئی مرض ایسا نہیں جس کی دوا نہ ہو۔.........طبیبوں اور ڈاکٹروں کو چاہئے کہ متقی بن جاویں دوا بھی کریں اور دعا بھی تنہائی میں بہت دعا کریں۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 165)

''ازاں بعد اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل دوبارہ یہ پرزور ہدایت فرمائی کہ

''طبیب کے واسطے بھی مناسب ہے کہ اپنے بیمار کے واسطے دعا کیا کرے کیونکہ سب ذرّہ ذرّہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔خدا تعالیٰ نے اس کو حرام نہیں کیا کہ تم حیلہ کرو۔اس واسطے علاج کرنا اور اپنے ضروری کاموں میں تدابیر کرنا ضروری امر ہے لیکن یاد رکھو مؤثرِ حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔اسی کے فضل سے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ بیماری کے وقت چاہئے کہ انسان دوا بھی کرے اور دعا بھی کرے۔بعض اوقات اللہ تعالیٰ مناسب حال دوائی بھی بذریعہ الہام یا خواب بتلا دیتا ہے۔اور اس طرح دعا کرنے والا طبیب علم طب پر بڑا احسان کرتا ہے۔کئی دفعہ اللہ تعالیٰ ہم کو بعض بیماریوں کے متعلق بذریعہ الہام کے علاج بتلا دیتا ہے یہ اس کا احسان ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 51-53)

مندرجہ بالا دونوں انقلاب آفریں حقائق کے پُرنور آئینہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زبان مبارک سے صحت وشفا سے متعلق چند نہایت اہم امور اور بیش قیمت اصول سنئے:

ہر نوع کی طب سے استفادہ کی ضرورت

27؍اکتوبر 1907ء کو دہلی میں حضرت اقدسؑ نے طبیہ کالج کے سٹاف اور طلباء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ' حکمت کی بات مومن کی اپنی ہے.........

ہمارا مطلب صرف یہ ہے کہ بموجب حدیث کے انسان کو چاہئے کہ مفید بات جہاں سے ملے وہیں سے لے لے۔ہندی، جاپانی، انگریزی ہر طب سے فائدہ حاصل کرنا چاہئے.........تب ہی انسان کامل طبیب بنتا ہے۔طبیبوں نے عورتوں سے بھی نسخے حاصل کئے ہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 507-508)

علاج کی پانچ صورتیں

اسی طرح فرمایا:

''علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں دوا سے، غذا سے، عمل سے، پرہیز سے علاج کیا جاتا ہے۔ایک پانچویں قسم بھی جس سے سلب امراض ہے وہ توجہ ہے.........دعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے۔توجہ کا سلسلہ کڑیوں کی طرح ہوتا ہے جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں ان کو اس فن میں مہارت پیدا کرنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 280)

بہت عمدہ پیشہ

فرمایا: ''تحصیل دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے۔''

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 334)

ماموروقت کے یہ الفاظ طبیبوں اور ڈاکٹروں کے لئے ایک سنہری سرٹیفیکیٹ کا درجہ رکھتے ہیں۔

نماز اور وضو کے طبی عجائبات

حضور نے 26؍دسمبر 1900ء کو علی گڑھ کالج کے ٹرسٹی نواب عمادالملک فتح نواز جنگ سید مہدی حسین صاحب بارایٹ لاء کو شرفِ ملاقات بخشا اور انہیں دوران گفتگو یہ زبردست نکتہ بتایا کہ

''نماز کا پڑھنا اور وضو کرنا طبی فوائد بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔اطباء کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہر روز منہ نہ دھوئے تو آنکھ آجاتی ہے اور یہ نزول الماء کا مقدمہ ہے اور بہت سی بیماریاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔.........کیسی عمدہ بات ہے منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا ہوتا ہے۔مسواک کرنے سے منہ کی بدبو دور ہوتی ہے۔

دانت مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں کی مضبوطی غذا کے عمدہ طور پر چبانے اور جلد ہضم ہو جانے کا باعث ہوتا ہے۔ پھر ناک صاف کرنا ہوتا ہے۔ ناک میں کوئی بدبو داخل ہو تو دماغ کو پراگندہ کر دیتی ہے............ اس کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اپنی حاجات لے جاتا ہے اور اس کو اپنے مطالب عرض کرنے کا موقع ملتا ہے............ پھر بڑی حیرانی کی بات ہے کہ نماز کے وقت کو تضیع اوقات سمجھا جاتا ہے جس میں اس قدر بھلائیاں اور فائدے ہیں۔''

(ملفوظات جلد اول صفحہ 407)

مضر صحت چیزیں مضر ایمان ہیں

حضرت اقدس نے 14 / جون 1902ء کی مجلس عرفان میں پان، حقہ، زردہ، تمباکو، افیون وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں بتایا کہ

''عمدہ صحت کو کسی بے ہودہ سہارے سے کبھی ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ شریعت نے خوب فیصلہ کیا ہے کہ ان مضر صحت چیزوں کو مضر ایمان قرار دیا ہے ان سب کی سردار شراب ہے یہ سچی بات ہے کہ نشوں اور تقویٰ میں عداوت ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 219)

وبائی ایام کے لئے ضروری ہدایات

حضرت اقدس نے 13 / جنوری 1903ء کو ظہر کے وقت اپنے نہایت مخلص مرید اور فدائی وشیدائی سید فضل شاہ صاحب سے فرمایا:

''آپ کا کمرہ بہت تاریک رہتا ہے اور اس میں نم بھی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ آج کل وبائی دن ہیں۔ رعایت اسباب کے لحاظ سے ضروری ہے کہ وہاں آگ وغیرہ جلا کر مکان گرم کر لیا کریں۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 690)

صفائی سنت نبویؐ

قبل ازیں 15 / دسمبر 1902ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے مکان کی نسبت بھی دریافت کر کے یہ حکم دیا کہ

''اس کے مالکوں کو کہو کہ روشن دان نکال دیں اور آج کل گھروں میں خوب صفائی رکھنی چاہئے۔ کپڑوں کو بھی صاف ستھرا رکھنا چاہئے آج کل دن بہت سخت ہیں اور ہوا زہریلی ہے اور صفائی رکھنا تو سنت ہے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 576)

تداخل طعام بیماری کا موجب

24 / دسمبر 1901ء کو آپ نے ایک آسٹریلوی سیاح عبدالحق صاحب سے دوران گفتگو فرمایا:

''تداخل طعام درست نہیں ہے یعنی ایک کھانا کھایا پھر کچھ اَور کھا لیا پھر کچھ اَور۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ سوء ہضم ہو کر ہیضہ یا قے یا کسی اَور بیماری کی نوبت آ جائے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 81)

ورزش جسمانی

حضورؑ نے 18 / ستمبر 1907ء کو بوقت سیر فرمایا:

''حکیم لکھتے ہیں کہ ریاضت بدنی ادویہ کی مشق سے بہتر ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 290)

درازی عمر کا قرآنی نسخہ

آخر میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک خصوصی ارشاد مبارک (جسے طب روحانی کا شاہکار کہنا چاہئے) ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ حضورؑ نے 14 / جون 1902ء کو ارشاد فرمایا کہ

''ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو............ قرآن شریف نے ایک اصول بتایا ہے۔ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ (الرعد: 18) یعنی جو نفع رساں وجود ہوتے ہیں ان کی عمر دراز ہوتی ہے۔ .... ہمدردی خلائق یہی ہے کہ محنت کر کے دماغ خرچ کر کے ایسی راہ نکالے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکے تا عمر دراز ہو۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 221)

حضرت اقدس نے ایک موقع پر اس کی مزید وضاحت ان الفاظ میں فرمائی کی:

''انسان کو لازم ہے کہ وہ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسِ بننے کے واسطے سوچتا رہے اور مطالعہ کرتا رہے۔ جیسے طبابت میں حیلہ کام آتا ہے اسی طرح نفع رسانی اور خیر میں بھی حیلہ ہی کام دیتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ انسان ہر وقت اس تاک اور فکر میں لگا رہے کہ کس راہ سے دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔'' (ملفوظات جلد اول صفحہ 353)

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

(روزنامہ الفضل ربوہ 26 / مارچ 2004ء صفحہ 3-4)



لفظ 'مسجد' کے استعمال پر وفاقی شرعی عدالت میں بحث

(صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا سلطان احمد)



مخالفینِ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ احمدی پاکستان کے قانون کے مطابق مسلمان نہیں ہیں لیکن مسلمانوں کے شعائر استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ان شعائر کی توہین اور مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہے۔ لہٰذا ریاست پر لازم ہے کہ اُن کو اس فعل سے روکے۔ اس بارے میں پہلے ایک مضمون 'شعائر اللہ اور شعائرِ اسلامی۔ عدالتی فیصلے اور حقائق' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ جماعتِ احمدیہ کے مخالف طبقہ کی طرف سے یہ نکتہ بار بار اُٹھایا جاتا ہے اور عوام الناس کو یہ کہہ کر اشتعال دلایا جاتا ہے کہ احمدی شعائرِ اسلام کو استعمال کر کے ان کی توہین کر رہے ہیں اور گویا اس طرح نعوذُ باللہ اسلام کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور جماعتِ احمدیہ کے خلاف فیصلے سناتے ہوئے بہت سی عدالتوں نے بھی اپنے تفصیلی فیصلوں میں اس بارہ میں بہت کچھ لکھا ہے۔ تعصب کی فضا خواہ کتنی ہی زہر آلود کیوں نہ ہو، کوئی انصاف سے بات سننے کے لئے تیار ہو یا نہ ہو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے ہمیشہ یہی کوشش کی گئی ہے کہ سچی بات اور درست مؤقف متعلقہ اشخاص، متعلقہ اداروں اور عوام الناس تک پہنچا کر فیصلہ ان پر چھوڑ دیا جائے۔

جہاں تک شعائرِ اسلام کے استعمال کا تعلق ہے اس پہلو سے جماعتِ احمدیہ پر سب سے زہریلا وار جنرل ضیاء صاحب کا جاری کردہ آرڈیننس 20 تھا۔ اس وقت بھی یعنی 1984 میں جماعتِ احمدیہ کے چند احباب نے اسے شرعی عدالت میں چیلنج کیا تھا۔ ان احباب میں سرِ فہرست مکرم مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ تھے جنہوں نے عدالت کے روبرو دلائل دئے تھے۔ ان کے علاوہ اس مقدمہ کے سائلین میں مکرم مبشر لطیف صاحب ایڈووکیٹ، مکرم مرزا نصیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور مکرم حافظ مظفر احمد صاحب بھی شامل تھے۔ مزید برآں علماء کی ایک ٹیم جس میں مکرم ومحترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب، مولانا جلال الدین قمر صاحب، مولانا محمد صدیق صاحب، مکرم شمس الحق صاحب، مکرم ملک مبارک احمد صاحب، مکرم نصیر احمد قمر صاحب اور مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب شامل تھے اس مقدمہ کی تیاری میں مدد کر رہی تھی۔ جنرل ضیاء صاحب کے آرڈیننس کے حوالے اس عدالت کے روبرو 'شعائر اللہ' یا 'شعائرِ اسلامی' کے استعمال کے مسئلہ پر بھی بحث ہوئی۔ فیصلہ تو جو ہونا تھا وہ ہوا لیکن کم از کم مختصر طور پر یہ جاننا ضروری ہے کہ اس موقع پر ان احمدی احباب کی طرف سے کیا دلائل پیش کئے گئے؟ پڑھنے والے خود ہی ان کے بارے میں اپنی آزادانہ رائے قائم کر سکتے ہیں۔

اس بارہ میں مکرم مجیب الرحمٰن صاحب کی کتاب 'امتناعِ قادیانیت آرڈیننس 1984۔ وفاقی شرعی عدالت' شائع ہو چکی ہے۔ دلچسپی رکھنے والے تفصیلات اس کتاب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

دلائل از روئے قرآنِ کریم

جب عدالت میں بحث شروع ہوئی اور مکرم مجیب الرحمٰن صاحب نے اس بارے میں دلائل کو آگے بڑھانا شروع کیا تو شریعت کورٹ کے جج صاحبان میں سے جسٹس عبدالقدوس قاسمی صاحب نے یہ سوال اُٹھایا کہ کیا مسلمانوں کے شعائر غیر مسلموں کے ساتھ مشترک ہو سکتے ہیں؟ اس کا جواب مجیب الرحمٰن صاحب نے یہ دیا کہ 'ہو سکتے ہیں'۔ مثلاً داڑھی رکھنا اور ختنہ کرانا یہودیوں کے شعار میں بھی شامل ہے اور مسلمانوں کے شعار میں بھی شامل ہے۔ اس پر ایک اور جج مولوی غلام علی صاحب نے یہ نکتہ اُٹھایا کہ اگر کوئی جعلی کرنسی چھاپ دے اور اصلی کرنسی جیسی ہو تو یہ دوسرے کے شعار استعمال کرنا نہیں ہوگا۔ اس پر مجیب الرحمٰن صاحب نے جواب دیا کہ ریال سعودی عرب کی کرنسی بھی ہے اور عراق کی بھی کرنسی ہے۔ دونوں اپنی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی جعلی نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے علاوہ دینی امور مثلاً اذان کو کرنسی یا دوسرے مادی امور سے تشبیہ دینا مناسب نہیں۔ مکرم مجیب الرحمٰن صاحب نے اس ضمن میں

مزید دلائل کی بنیاد قرآن کریم کی درج ذیل آیت پر رکھی:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ ۚ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ (آل عمران 65:)

ترجمہ: تو کہہ دے اے اہلِ کتاب! اس کلمہ کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی چیز کو اُس کا شریک ٹھہرائیں گے۔ اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا ربّ نہیں بنائے گا۔ پس اگر وہ پھر جائیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہنا کہ یقیناً ہم مسلمان ہیں۔

اس آیتِ کریمہ سے استنباط کرتے ہوئے مجیب صاحب نے کہا کہ قرآنِ کریم تو دوسرے مذاہب کے لوگوں کو مشترک امور کی طرف دعوت دیتا ہے۔ کجا یہ کہ ان لوگوں کے مطابق قرآن ان کا استعمال ممنوع قرار دے کر قابلِ تعزیر جرم بنانے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہ نکتہ اُٹھایا کہ اپنے مذہب کے شعائر متعین کرنا ہمارا حق ہے۔ اور اپنے شعائر ہم خود طے کریں گے۔

(امتناع قادیانیت آرڈیننس 1984ء۔ وفاقی شرعی عدالت مصنفہ مجیب الرحمٰن صاحب۔ ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز 2011ء ص 23و69)

ایک اہم بحث جو اس سلسلہ میں کی گئی وہ لفظ 'مسجد' کے استعمال کے بارے میں تھی۔ جنرل ضیاء صاحب کے آرڈیننس میں اس بات پر پابندی لگائی گئی تھی کہ احمدی اپنی مساجد کے لئے لفظ 'مسجد' استعمال کر سکیں۔ جماعتِ احمدیہ کے مخالفین کی طرف سے یہ نکتہ اُٹھایا جاتا تھا کہ مسجد شعائرِ اسلامی میں سے ایک ہے اور اس کا استعمال مسلمانوں سے مخصوص ہے۔ چونکہ ہم بزعمِ خود احمدیوں کو غیر مسلم قرار دے چکے ہیں، اس لئے اُن کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی عبادتگاہ کے لئے لفظ 'مسجد' استعمال کریں۔ کیونکہ یہ معاملہ زیرِ بحث نہیں تھا اس لئے وفاقی شرعی عدالت میں مکرم مجیب الرحمٰن صاحب نے اس بحث کو نہیں چھیڑا کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں ہے اور اس موضوع پر درج ذیل بنیادی سوالات اُٹھائے:

1۔ کیا کوئی ایسا شخص جو قرآنِ کریم کے نظامِ حیات کو اپنا لے۔ اس سے قرآنی اصطلاحات چھینی جا سکتی ہیں؟

2۔ جب کوئی لفظ لغوی اور اصطلاحی معنوں میں ساتھ ساتھ استعمال ہو رہا ہو تو کیا اس کے استعمال پر پابندی لگائی جا سکتی ہے؟

3۔ کیا مسجد کا لفظ خالصتاً اصطلاحی طور پر مسلم معابد کے لئے مخصوص ہے یا اس میں کوئی استثناء بھی ہے؟ اور اگر کوئی مستثنیات قرآن وحدیث میں ملتی ہیں تو اس کا ماحصل کیا ہے؟

4۔ لغوی طور پر مسجد کا لفظ کن معابد کے لئے استعمال ہوا ہے؟

اس موقع پر عدالت میں بہت جامع اور علمی بحث پیش کی گئی۔ اس کی تفصیل تو کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ لیکن سب سے اہم یہ نکتہ تھا کہ خود قرآنِ کریم میں 'مسجد' کا لفظ اسلام کے علاوہ دوسرے ادیان کی عبادتگاہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ سورہ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

'(بنی اسرائیل 2:)

پاک ہے وہ جو رات کے وقت اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا جس کے ماحول کو ہم نے برکت دی ہے۔ تاکہ ہم اسے اپنے نشانات میں سے کچھ دکھائیں۔ یقیناً وہ بہت سننے والا اور بہت گہری نظر رکھنے والا ہے۔

جس وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی، اُس وقت بیت المقدس میں مسلمانوں کی کوئی مسجد موجود نہیں تھی۔ اُس وقت بیت المقدس میں یہودیوں کا معبد موجود تھا۔ اور اس معبد کے لئے قرآن کریم میں 'مسجد' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

پھر سورہ کہف میں بیان کیا گیا ہے:

إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ ۖ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا (الکہف 22:)

ترجمہ: جب وہ آپس میں بحث کر رہے تھے تو ان میں سے بعض نے کہا ان

پر کوئی یادگار عمارت تعمیر کرو۔ ان کا ربّ ان کے بارہ میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ اُن لوگوں نے جو اپنے فیصلہ میں غالب آ گئے کہا ہم تو یقیناً ان پر ایک مسجد تعمیر کریں گے۔

یہ آیت اصحابِ کہف کے بارے میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اسلام سے کافی پہلے کا ہے۔ اور ان لوگوں کی عبادتگاہ کے لئے قرآنِ کریم میں 'مسجد' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

احادیثِ نبویہ ﷺ سے دلائل

پھر عدالت کے سامنے یہ تجزیہ پیش کیا گیا کہ کیا حدیث میں 'مسجد' کا لفظ صرف مسلمانوں کی عبادتگاہ کے لئے استعمال ہوا ہے یا دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کو بھی 'مسجد' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے؟ اس ضمن میں صحیح بخاری کی حدیث ہے:

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ نے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا۔ اس میں تصویریں تھیں۔ انہوں نے اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کا یہ حال تھا کہ ان کا کوئی صالح شخص فوت ہو جاتا تو وہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں یہی تصویریں بنا دیتے۔ یہ لوگ خدا کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مخلوق ہیں۔'

(صحیح بخاری۔ ھل تنبش قبور مشرکی الجاھلیۃ ویتخذ مکانھا مساجد۔ کتاب الصلوۃ)

اس حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہود اور نصاریٰ کے معابد کے لئے 'مسجد' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے باوجود اس کے کہ ان کے مذکورہ فعل کی مذمت کی جا رہی ہے۔ اور صحیح مسلم میں یہ مضمون بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حدیث صحیح مسلم کی 'کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ' کے 'باب النہی عن بناء المساجد علی القبور واتخاذ الصّور فیھا والنّھی عن اتخاذ القبور مساجداً' میں بھی بیان کی گئی ہے۔

صحیح مسلم کے اس باب کی بعض اور احادیث ملاحظہ ہوں:

''حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس سے آپؐ اُٹھ نہیں سکے فرمایا اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ وہ فرماتی تھیں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کی قبر کو باہر کھلی جگہ بنا دیا جاتا مگر اس بات کا خدشہ ہوا کہ اسے مسجد نہ بنا لیا جائے۔''

اس حدیث میں بھی یہود و نصاریٰ کی عبادتگاہ کے لئے 'مسجد' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ اس طرح مسجد بنانے میں شرک کا پہلو پایا جاتا تھا۔

پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔''

پھر حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''سنو جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مساجد بنا لیتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو مساجد نہ بنانا۔ میں تمہیں اس سے تاکیداً منع کرتا ہوں۔''

(صحیح مسلم۔ کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ۔ باب النہی عن بناء المساجد علی القبور واتخاذ الصّور فیھا والنّھی عن اتخاذ القبور مساجد)

ان حوالوں سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم میں اور احادیث میں لفظ 'مسجد' صرف مسلمانوں کی عبادتگاہ کے لئے نہیں بلکہ دوسرے مذاہب کی عبادتگاہوں کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ جب قرآن و حدیث میں باقی مذاہب کی عبادتگاہوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو پھر کسی کا یہ حق نہیں کہ وہ اسلام کے نام پر یہ پابندی لگائے کہ اس لفظ کو غیر مسلم یا جن کو ہم نے بزعمِ خود غیر مسلم قرار دیا ہے اپنی عبادتگاہ کے لئے نہیں استعمال کر سکتے۔ اسی طرح عربی لغت 'منجد' میں لفظ 'مسجد' کا مطلب سجدہ گاہ اور عبادت کی جگہ کے بیان ہوئے ہیں۔

عدالتی معاون کے نظریات

جب عدالت میں اس موضوع پر بحث ہو رہی تھی تو مورخہ 22 جولائی 1984ء کو قاضی مجیب صاحب صدر شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی نے بطور عدالتی معاون اپنے دلائل پیش کئے۔ ان دلائل میں لفظ 'مسجد' کے استعمال کے بارے میں بھی دلائل شامل تھے۔ انہوں نے عدالت کے سامنے یہ مؤقف پیش کیا کہ 'مسجد' کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس کا مطلب

صرف عبادت گاہ سمجھنا درست نہیں ہے۔ انہوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ قرآن کریم میں لفظ 'مسجد' مختلف مذاہب کے معابد کے طور پر نہیں بلکہ اُن عبادتگاہوں کے لئے استعمال ہوا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھیں اور مختلف انبیاء کے مراکز کے طور پر قائم کی گئی تھیں۔[سورۃ کہف کی جس آیت کا حوالہ درج کیا گیا ہے، اس سے یہ خیال غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اصحابِ کہف نبی نہیں تھے۔ اسی طرح جن احادیث کا حوالہ درج کیا گیا ہے، ان سے بھی اس نظریہ کی تردید ہوتی ہے۔] اس پر عدالت کے چیف جسٹس جسٹس آفتاب نے کہا یعنی ایسے الفاظ آئے ہیں کہ سابق انبیاء کی عبادتگاہوں کے لئے لفظ مسجد استعمال کیا گیا ہے۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مسلمان تھے۔ اس پر قاضی مجیب صاحب نے یہ نکتہ اُٹھایا کہ سورۃ الحج کی آیت 41 میں اس کی صراحت موجود ہے۔ اور اس کی تائید میں جلال الدین محلی اور جلال الدین سیوطی کی تفسیر 'جلالین' کا حوالہ پیش کیا۔ اس ضمن میں سب سے پہلے اس آیتِ کریمہ کا متن درج کرنا ضروری ہے۔

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ "(الحج 40:)

ترجمہ: (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کردئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

اس دلیل کا لُبِّ لباب یہ تھا کہ اس آیت میں عیسائیوں اور یہود کی عبادتگاہ کے لئے 'مسجد' کے علاوہ دوسرے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور تفسیر جلالین کا حوالہ دیا کہ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: 'بِيَعٌ' سے مراد نصاریٰ کی خانقاہیں اور عبادت گاہیں ہیں اور 'صَلَوَاتٌ' سے مراد یہود کے معابد ہیں۔ اس کے بعد قاضی



غزل

مبارک صدیقی

مرا بس جرم اتنا ہے اداکاری نہیں کرتا
اگر روزہ نہ ہو میرا میں افطاری نہیں کرتا

وہ کیا ہے کہ مجھے دل توڑنا اچھا نہیں لگتا
سو میں بازی اگر کھیلوں، سمجھداری نہیں کرتا

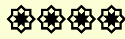
میں دھوکے کھا تو سکتا ہوں مگر دھوکہ نہیں دیتا
میں اپنی سوچ کے لشکر سے غداری نہیں کرتا

مجھے اُس شخص کی قربت سے تنہائی ہی بہتر ہے
جو اپنے یار لوگوں کی بھی ستّاری نہیں کرتا

جہاں بھی ہو کسی کا حق، اُسے تسلیم کرتا ہوں
کسی کی کیا میں خود اپنی طرفداری نہیں کرتا

شکایت تو نہیں مولا فقط یہ عرض کرتا ہوں
جسے دل دے چکا ہوں وہ ہی دلداری نہیں کرتا

کوئی تو ہے مبارک جو مجھے کہتا ہے لکھنے کو
میں اپنے شوق سے کوئی غزل جاری نہیں کرتا



مجیب صاحب نے تفسیر مظہری کا حوالہ پیش کیا کہ 'مساجد' سے مراد مسلمانوں کی مساجد ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ ان دونوں تفاسیر میں بھی سورہ کہف کی آیت 22 کی تفسیر کرتے ہوئے اصحابِ کہف کی یاد میں بننے والی عمارت کو 'مسجد' ہی کہا گیا ہے اگرچہ یہ واقعہ ظہورِ اسلام سے قبل کا ہے۔ قاضی مجیب صاحب کی دلیل میں نقص یہ تھا کہ مکرم مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ صاحب اور دیگر Petitioners نے یہ دعویٰ نہیں پیش کیا تھا کہ یہود و نصاریٰ کے معابد کے لئے ہمیشہ 'مسجد' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ان کی طرف سے یہ دلیل پیش کی گئی تھی کہ قرآن و حدیث میں ان مذاہب کی عبادت گاہوں کے لئے 'مسجد' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ اپنی مبارک زندگی کے آخری دنوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مذاہب کی عبادتگاہوں کے لئے 'مسجد' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس طرح قرآن و حدیث کی رو سے یہ پابندی

نہیں لگائی جاسکتی کہ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کی عبادت گاہوں کو 'مسجد' کے نام سے نہیں پکارا جاسکتا۔

قاضی مجیب صاحب نے 23 جولائی کو ان دلائل سے دفاع کے لئے یہ مؤقف اپنایا کہ اسلامی اصطلاحات تین اقسام کی ہیں۔عرفِ عام،عرفِ خاص اور عرفِ شرعی۔ اور بعض مواقع پر اسلامی اصطلاحات عام معنی سے ہٹ کر خاص معنوں میں محدود کر دی جاتی ہیں۔مثلاً صلوٰۃ کا مطلب دعا ہے مگر اسے صرف نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کا مؤقف تھا کہ اس قسم کی اصطلاحوں کے شرعی مفہوم کو عرفِ عام کے ذریعہ بدلا نہیں جاسکتا۔لہٰذا انہوں نے عدالت کے سامنے اس مؤقف کا اظہار کیا کہ 'مسجد' کا لفظ اسلام میں جو اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اس کے خلاف اسے کہیں اور استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

جماعتِ احمدیہ کی طرف سے قرآنِ کریم اور احادیثِ نبویہ سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔اور ان میں سے چند حوالے درج کئے گئے ہیں۔قرآنِ کریم کے دلائل کے جواب میں انہوں نے جو دلیل پیش کی اس کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ انہوں نے اس بات کا کیا جواب دیا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث کے مطابق خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کی عبادتگاہوں کے لئے 'مسجد' کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔ چنانچہ قاضی مجیب صاحب نے بیسوی صدی کے ایک مصری عالم شیخ مراغی کی کتاب 'الزواج والطلاق فی جمیع الادیان' کا حوالہ دیا کہ اگرچہ دیگر ادیان کے فقہ اور فقہ اسلامی میں بعض الفاظ میں اتحاد ہے لیکن اس وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ دونوں الفاظ ایک ہیں۔

ان کی طرف سے پیش کی جانے والی دوسری دلیل کتاب 'اکفار الملحدین' سے تھی۔ ویسے تو کتاب کا نام ہی واضح کر دیتا ہے کہ اس کتاب کا مقصد کفر کے فتاویٰ کی ترویج تھی۔انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اسلام کے اساسی ارکان کی طرح اسلام کے دیگر احکام ہیں۔ان کے مخصوص معانی ہیں۔ جو ان کو ان کے اصل معنوں سے نکال کر دوسرے معنوں میں استعمال کرے گا ملحد ہوگا۔اب 'اکفار الملحدین' کے مصنف کا کچھ تعارف کروانا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے۔ یہ کتاب انور شاہ کشمیری صاحب نے لکھی تھی۔موصوف دیوبند میں مدرس تھے اور بعد میں صدر مدرس بھی مقرر ہوئے۔ان کا سنِ وفات 1933ء ہے۔اس کتاب کے میں موجود چند اور باتیں یہاں درج کر دینا مناسب ہوگا تاکہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ مصنف کتاب ھٰذا نے کسی کو بھی کافر قرار دینے کے لئے کس قدر 'سہولت' بہم پہنچائی ہے۔انہوں نے مختلف کتب سے کافر قرار دینے کے عمل کا نچوڑ پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہے جو خضر کو نبی نہیں بلکہ ولی جانے وہ کافر ہے،ضروریاتِ دین کا منکر واجب القتل ہے، اہلِ قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا حکم اہل قبلہ حکمرانوں کے لئے ہے،ضروریاتِ دین میں تاویل کرنا بھی کفر ہے، رافضی ، غالی شیعہ کافر ہیں، رافضی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبوّت میں رسول اللہ ﷺ شریک تھے۔

[اکفار الملحدین مصنفہ انور شاہ کشمیری صاحب، مترجم محمد ادریس میرٹھی صاحب، ناشر البرہان پبلشرز اکتوبر 2001ء ص 77، 91، 176، 223]

احمدیوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بطور دلیل پیش کئے گئے تھے اور قاضی مجیب صاحب اپنی طرف سے یہ برہانِ قاطع لے کر آئے کہ نہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ نعوذ باللہ اسلام کی صحیح تعلیمات بانیٔ اسلام نہیں شیخ مراغی صاحب اور انور شاہ کشمیری صاحب ہی دے سکتے ہیں۔

وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ میں اس پہلو پر بحث

اب یہ جائزہ لیتے ہیں کہ شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ میں اس پہلو پر کیا روشنی ڈالی تھی ۔انہوں نے اس ضمن میں پہلا نکتہ یہ اُٹھایا تھا کہ احمدی وکیل مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ صاحب نے یہ نکتہ اُٹھایا کہ قرآنِ کریم میں 'مسجد کا لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کے لئے استعمال نہیں ہوا تو ہم نے یہ سوال کیا کہ کیا گذشتہ چودہ سوسال میں غیر مسلموں کی عبادت گاہ کے لئے کہیں لفظ مسجد استعمال کیا گیا ہے؟اس کا جواب انہوں نے پہلے نفی میں دیا پھر ایک تصویر مہیا کی جس میں کراچی میں یہودیوں کی عبادتگاہ پر مسجد بنی اسرائیل لکھا ہوا تھا۔یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عدالت میں یہ ثابت کر دیا گیا تھا کہ قرآنِ کریم میں یہ لفظ صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کے لئے استعمال نہیں ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہوں

کے لئے لفظ مسجد استعمال کیا ہے تو پھر کوئی اور نظیر ڈھونڈنے کی ضرورت کیا پیش آ ئی تھی؟ پھر اس عدالتی فیصلہ میں لکھا ہے کہ:

The question whether places of worship of persons other than those who are followers of the Holy Prophet have been called in the Quran by the name of masjid is besides the point.

ترجمہ: یہ سوال کہ کیا قرآن کریم میں لفظ 'مسجد' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کے علاوہ کسی اور کی عبادت گاہ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے؟ غیر متعلقہ سوال ہے۔

اس جملے بھی عجیب منطق بیان کی گئی ہے۔یعنی شرعی عدالت کا کام یہ ہے کہ قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کرے اور وہ اپنے فیصلے میں تحریر کر رہی ہے کہ اس موضوع پر آیات پیش کرنا غیر متعلقہ ہے! ان کا تو فرض تھا کہ سب سے زیادہ توجہ قرآنِ کریم کی آیات کی طرف کرتے۔اس عجیب وغریب منطق کی توجیہہ اس فیصلہ میں یہ لکھی ہے:

Islam has been the divine religion from the very beginning, i.e. starting with Adam. If the word masjid has been used for the places of worship of those who belonged to the Ummah of some other Prophet and followed the then prevailing religion of Islam, it cannot be concluded that the name masjid was the name given to the places of worship of non-Muslims too.

ترجمہ: ابتدا سے یعنی حضرت آدم کے زمانے سے ہی اسلام آسمانی مذہب ہے۔اگر مسجد کا لفظ ان لوگوں کی عبادت گاہوں کے لئے استعمال کیا گیا تھا جو کہ کسی اور نبی کی امت سے وابستہ تھے اور اُس وقت کے رائج اسلام کی پیروی کر رہے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ غیر مسلموں کی عبادت گاہ کے لئے بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

اس تحریر کا اصل میں کیا مطلب تھا اس پر تو شرعی عدالت کے جج صاحبان ہی روشنی ڈال سکتے ہیں!

بہر حال پہلی بات تو یہ کہ اس کا زیرِ بحث موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔لیکن اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ 'عدالتِ عالیہ' کے مطابق جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں شامل ہوئے یعنی یہود وہ تو مسلمان کہلا سکتے ہیں۔لیکن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپؐ کی لائی ہوئی کتاب کو ہر معاملہ میں آخری فیصلہ سمجھتے ہیں وہ مسلمان نہیں کہلا سکتے!

[اُس وقت یہ پابندی لگا دی گئی تھی کہ عدالت میں ہونے والی بحث کی رپورٹ اخبارات میں شائع ہو۔اور جماعتِ احمدیہ کو بحث کی ریکارڈنگ بھی مہیا نہیں کی گئی تھی۔اس لئے بحث کی تفصیلات مکرم یوسف سلیم شاہد صاحب اور مکرم یوسف سہیل شوق صاحب نے نوٹ کی تھیں۔اور اس مضمون کے لئے اسی سے استفادہ کیا گیا ہے۔]

(بحوالہ اخبار الفضل انٹرنیشنل 4 جنوری 2019ء)



غزل

صابر ظفر



عذاب آئیں گے، جب ظلم پر خموش رہو گے
یونہی اُجڑتے رہو گے، اگر خموش رہو گے
تم آزمائے ہوئے ہو، فریب کھائے ہوئے ہو
زبانیں کٹتی رہیں گی، مگر خموش رہو گے
یہ تم جو سوچ رہے ہو، وجود نوچ رہے ہو
مثالِ سنگ عبث ٹوٹ کر خموش رہو گے
نکالتے ہوئے آنکھیں، اُچھالتے ہوئے لاشیں
اب ایک عمر ہوئی۔۔۔۔۔۔عمر بھر خموش رہو گے؟
یہ گھر قفس ہے تمہارا، لگے نجات کا نعرہ
مرو گے تم بھی جو صابر ظفرؔ خموش رہو گے





میرے خالو پروفیسر صوفی بشارت الرّحمٰن صاحب مرحوم



ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

پاکستان سے اپنے ساتھ لائے ہوئے بعض پرانے مسوّدات کو کھنگالتے ہوئے چند دن پہلے ایک رقعہ نما خط ہاتھوں میں آیا جو تھا تو مختصر مگر اپنے اندر مضامین کا ایک دفتر سموئے ہوئے تھا اور اسی طرح یادوں کا ایک سمندر بھی، کپکپی طاری کر دینے والی ایک نصیحت، ایک درس، ایک پیغام کا حامل، انسان کے عاجز ہونے، خدا تعالیٰ کے بے نیاز ہونے اور اس کی ستّاری اور غفاری سے ہمہ وقت مدد طلب کرنے کی یاد دہانی کا حامل یہ رقعہ محترم پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب مرحوم کا لکھا ہوا تھا جو ٹی آئی کالج ربوہ اور بعد میں جامعہ احمدیہ ربوہ کے فاضل استاذ رہے تھے۔آپ رشتہ میں میرے خالو تھے، عمروں میں کہیں تفاوت کے باوجود بے تکلفی اور دوستانہ پن تھا۔آپ اپنے سے کہیں چھوٹوں کو بھی بلا جھجک دعا کا کہہ دیتے اور یہ آپ کی کسر نفسی تھی۔ بیماری کے ایک شدید حملہ سے صحتیاب ہونے پر اس خط میں آپ لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے نئی زندگی عطا کی۔دعا کریں کہ اب یہ آسمانی اور علوی زندگی ہو، ارضی اور سفلی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ اس امر سے پناہ میں رکھے کہ اَخلَدَ اِلیَ الاَرض کا مصداق پھر بن جاؤں۔العیاذ باللہ"۔

آپ جیسے عالم باعمل اور اسم بامسمّٰی صوفی کے ریا سے پاک یہ جملے کسی تشریح یا تبصرے کے محتاج نہیں۔

قرآن کریم سے عشق

محترم خالو جان کو قرآن کریم سے بے حد عشق تھا۔ہر وقت اس کے مطالب پہ غور کیا کرتے اور مختلف تفسیری نوٹس اور ذوقی نکات ساتھ ساتھ قلمبند کرتے۔اس مقصد کے لئے آپ نے جلد ساز سے کہہ کر بڑی احتیاط کے ساتھ قرآن مجید کا ایک نسخہ اس طرح سے جلد کروایا کہ جس کے ہر ورق کے بعد ایک سادہ ورق ملف ہو۔ان سادہ صفحات پر آپ تفسیری نکات لکھتے۔مسجد میں درس بھی اسی نسخہ سے دیا کرتے۔گزشتہ قوموں کے حالات وواقعات کو جدید دور پہ چسپاں کر کے سمجھاتے اور اسی طرح ان کے واقعات کو بطور پیشگوئی پیش کرتے جو جدید دور میں وقتاً فوقتاً حیرت انگیز طور پر پوری ہوتی رہی ہیں، خاص کر خدا تعالیٰ کی اس آخری جماعت کے حق میں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترجمۃ القرآن کے معاونین کی ٹیم میں شامل فرمایا تھا۔اس خدمت کی توفیق آپ کو اپنی وفات تک ملتی رہی جس کا ذکر حضور انور نے اس ترجمہ کے آغاز میں زیرعنوان ''اظہارِ تشکر'' بھی کیا ہے۔یہ کہنا بجا ہوگا کہ اس پہلو سے آپ اپنے امام کی طرح سب کے لئے عملی طور پر اس شعر کی تجسیم اور تصویر تھے کہ

اے بے خبر، بخدمتِ قرآں کمر بباند
زاں پیشتر خبر آید فلاں نماند

مکرم خالو جان اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ سانس کی تکلیف مجھے کب کی اس دنیا سے لے گئی ہوتی اگر جماعت کی مسلسل خدمت کی توفیق نہ مل رہی ہوتی۔اگر زندگی کا ایک دن مجھے مزید عطا ہوتا ہے تو اس کی یہی وجہ مجھے نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے سلسلہ کی کچھ مزید خدمت کرنے کا موقع دینا چاہتا ہے۔

وفات کے ایک یا دو دن پہلے، جبکہ آپ ہسپتال میں داخل تھے، عیادت کے لئے آنے والے ایک ملاقاتی سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جی چاہتا ہے میرے ارد گرد طلباء بیٹھیں اور میں انہیں قرآن پڑھاؤں کیونکہ سب سے زیادہ خوشی اور سکون مجھے اسی کام میں ملتا ہے۔

زیارت مرکز قادیان کی دو اغراض

آپ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"میٹرک کے امتحان کے بعد میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوا اور ایم اے تک چھ سال وہاں رہا۔کوئی نہ کوئی موقع نکال کر ہر ماہ میں دو تین دفعہ قادیان آجایا کرتا تھا۔اگر جمعہ کی چھٹی ہوتی تو ہفتہ کی رخصت لے کر تین دن کے لئے قادیان آجاتا۔میرے بار بار قادیان آنے کے صرف دو مقصد ہوتے تھے۔ایک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) کا خطبہ جمعہ سننا،دوسرے حضرت میر (محمد اسحٰق) صاحب کا درس حدیث سننا۔آپ کا درس حدیث کیا ہوتا تھا؟اس کا لطف اور مزہ کیا تھا؟بس وہی اندازہ لگا سکتے ہیں جنہوں نے وہ درس سنا ہے۔آنحضرت ﷺ کا نام یا ذکر کرتے ہی آپ کی آنکھیں فرط محبت سے ڈبڈبا آتیں اور نہایت ہی محبت بھرے الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرتے اور آپ کے مناقب عالیہ بیان فرماتے اور سامعین کے دل بھی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرماتے۔"

(بحوالہ الفرقان ستمبر اکتوبر 1961ء)

ایک خوش قسمت استاد

آپ پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی طرف سے اپنے نام لکھے ہوئے تمام شفقت نامے بڑی احتیاط سے ایک صندوق میں حفاظت سے رکھتے جن میں اکثر کسی نہ کسی علمی نکتہ پہ بحث شامل ہوتی۔ان میں سے بعض منتخب علمی نوعیت کے خطوط آپ نے مزے لے لے کر عاجز کو بھی سنائے۔ایک ایسا خط بھی تھا جس میں حضور انور نے آپ سے کچھ ان الفاظ میں شکوہ کیا ہوا تھا کہ اس مرتبہ آپ نے دعائیہ خط ہی لکھا اور اس میں کوئی علمی نکتہ یا ذوقی چٹکلہ لکھ کر نہیں بھیجا جس کا مجھے انتظار رہتا ہے۔

ان خطوط کی ایک اور خصوصیت بلکہ امتیاز یہ تھا کہ ہر خط میں حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ''استاذی المکرم'' کہہ کر مخاطب کیا ہوتا۔یہی نہیں بلکہ ہدایت تھی کہ لفافہ کے اوپر بھی آپ کے نام کے ساتھ ''استاذی المکرم'' کا لقب لکھا جائے چنانچہ جب بھی آپ کے گھر یا دفتر میں ایسا لفافہ پہنچتا جس پر استاذی المکرم یا پیارے استاذی المکرم لکھا ہوتا تو آپ فوراً جان جاتے کہ یہ آپ کے ایک ایسے خاص شاگرد عزیز کا خط ہے جو خلافت کی مسند پہ متمکن ہونے کے بعد اور اتنا معمور الاوقات ہوتے ہوئے بھی اپنے استاد کی عزت و تکریم کا حق ادا کرنے کا درس اپنے عمل سے دے رہا ہے۔اور استاد کی اس عزت و تکریم کے باریک تر باریک تقاضوں کو بھی ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔

چنانچہ آپ ہمیشہ اس بات کو اپنے لئے انتہائی اعزاز اور خوشی کا باعث قرار دیتے اور اس پر اپنے خالق حقیقی کے حضور رطب اللسان رہتے تھے۔ ؎

تھا زاہد خود بھی اور واعظ بھی لیکن۔وہ عاشق بھی بلا کا تھا،سدا تھا

ایک خوش قسمت ''کولیگ''

محترم خالو جان مرحوم یہ بات بھی بیان کیا کرتے تھے کہ ''صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل ٹی آئی کالج''،جو بحیثیت پرنسپل آپ کے ساتھی colleague تھے اور کالج میں آپ اُن کے دستِ راست ہوا کرتے تھے، جب ''حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث'' بن گئے تو ان ''دونوں'' میں بڑا فرق آپ نے ان کے خلافت کی خلعت اوڑھنے کے اگلے دن ہی آپ سے ملاقات میں محسوس کیا تھا۔کہتے تھے کہ اس فرق کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا مگر وہ اس بات کا ایک زندہ ثبوت تھا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور اسی کو بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے اور اسے دیکھ کر لگتا ہے کہ ہاں اس شخص کو ایک غیر معمولی تائید غیبی حاصل ہے۔اسی ملاقات کا آپ نے یہ دلچسپ قصہ بھی سنایا کہ دورانِ گفتگو جوشِ جذبات میں آپ نے اپنا بازو ہلایا تو حضور انور کی میز پہ رکھی کچھ کتابیں گر گئیں۔اس پر حضور انور نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو بلا کر ہدایت کی کہ آئندہ جب بھی صوفی صاحب ملاقات کے لئے آئیں،میری میز پہ پڑی تمام چیزیں ہٹا دی جایا کریں !۔

صوفی صاحب کا کمرہ

خالو جان ناظر تعلیم تھے تو عمارت کے ایک چھوٹے سے کمرہ میں ان کا دفتر ہوا کرتا۔جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے اس کے ایک کونہ میں کولر کی بجائے کورے گھڑے میں پینے کے پانی کا انتظام کروا رکھا تھا۔نظارت میں کام کرنے والے جملہ ملازمین و واقفین رفقاء کے ساتھ آپ کا رویہ مشفقانہ اور دوستانہ رہتا اور وہ بھی آپ سے محبت اور عقیدت کے جذبات رکھتے۔آپ کی وفات کے بعد کافی عرصہ یہ کمرہ یوں ہی رکھا گیا،آپ کی کرسی خالی پڑی گویا اس انتظار میں رکھی نظر آتی جیسے ابھی صوفی صاحب تشریف لے آئیں گے

اوراس پر تشریف فرما ہوں گے۔آپ کا کمرہ آپ کی وفات کے بعد بھی" صوفی صاحب کا کمرہ" کہلاتا تھا۔

یہ محبت اور ایثار تب قائم ہوتا ہے جب قوم کے سردار اور مخدوم ہمہ وقت خادمانہ سوچ ،جذبہ اور نمونہ کے حامل ہو جائیں۔اور حقیقت تو یہ ہے کہ وقف کی راہوں میں نہ تو کوئی سردار ہوتا ہے ،نہ کوئی مخدوم۔یہاں تو محض غلامی ہی غلامی اور خدمت ہی خدمت ہوتی ہے۔

ثبات قدم

ایک مرتبہ آپ کو ایک آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔اپنے تئیں موقع سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے بعض بے وقوفوں نے آپ کو اکسانا چاہا مگر آپ نے انہیں ایسا ڈانٹا کہ پھر انہیں کوئی بات کرنے کی جرات نہ ہوئی۔اس دور میں آپ کی حالت دیکھ کر بعض صحابہ کرام کے بارہ میں درج واقعات یاد آجاتے۔سجدے میں پڑے اپنے مولا کے حضور مناجات میں ایسے گڑگڑا رہے ہوتے کہ ان کے کمرے سے گویا ہنڈیا ابلنے کی آوازیں آرہی ہوتیں۔دن کو غم اور صدمہ سے نڈھال تولیہ سے منہ لپیٹ کر بستر پہ پڑے رہتے۔محترمہ خالہ جان کی بھی یہی حالت تھی۔آخر خدا تعالیٰ نے ہر دو کی مناجات کو شرف قبولیت بخشا اور آپ ان تکلیف دہ اور اذیت ناک مراحل میں سے بفضل خدا سرخرو ہو کر نکلے۔بعض لوگ ایسی آزمائش سے دوچار ہونے پر بجائے استغفار کرنے کے نام نہاد عزت نفس اور ذاتی انا کا مسئلہ بنا کر نہ صرف خود ٹھوکر کھاتے ہیں بلکہ بعض کمزور ایمان یا سطحی علم رکھنے والوں کے لئے بھی ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرنے کے یہی مواقع ہوتے ہیں مگر اس کی توفیق بھی کسی کسی کو ملتی ہے۔

سراسر پیکرِ صدق و وفا تھا۔مثالِ عجز فخرِ صُوفیا تھا

سبک رفتار پہنچے آسماں تک۔جہاں پہنچے،وہ پہلے سے کھڑا تھا

حوصلہ افزائی کے انوکھے انداز

محترم خالو جان کے تحریر کردہ مقالہ جات جرائد سلسلہ میں شائع ہوتے رہتے تھے اور آپ ہمیشہ نو آموز قلم کاروں کی بھی بھرپور حوصلہ افزائی کیا کرتے۔آپ ان کی ٹوٹی پھوٹی نگارشات کی کھلے دل سے داد دیتے اور داد دینے کے نت نئے انداز اپناتے۔چنانچہ جب راقم کے بعض ٹوٹے پھوٹے مضامین اور تک بندی پہ مشتمل کچھ منظومات ہفت روزہ لاہور،روزنامہ الفضل ،رسالہ خالد وغیرہ میں شائع ہوئیں تو آپ نے خط میں لکھا کہ میں نے تمہاری خالہ کے نام پہ ''حمیدہ تبسّم یونیورسٹی'' قائم کی ہے جس کی طرف سے تمہیں ''ایس۔ایچ۔پی۔اینڈ پی''(S.H.P.P) کی ڈگری اعزازی طور پر عطا کی جاتی ہے۔شرط یہ ہے کہ اگر تم نے لکھنے لکھانے میں کوئی سستی دکھائی تو یونیورسٹی سنڈیکیٹ اور پھر سینٹ میں معاملہ پیش کر کے یہ ڈگری تم سے واپس لے لی جائے گی! اس ڈگری کے حروف سے بنتا تھا''سپیشلسٹ اِن ہارٹ،پروز اینڈ پوئٹری'' Specialist in Heart, Prose and Poetry

چونکہ خاکسار نے لیڈز یونیورسٹی (انگلینڈ) سے کارڈیو ویسکولر سٹڈیز میں ماسٹرز کی ڈگری لی تھی اس کے ساتھ آپ نے نظم و نثر کو بھی شامل کر ڈالا۔یہ حوصلہ افزائی کا ایک پیار بھرا انداز تھا اسی لئے مجھے ان سے یہ کہنے کی جرات کبھی نہ ہو سکی کہ مجھ ایسے نالائقوں کو نظم و نثر کا''سپیشلسٹ'' قرار دینے سے،جنہیں ابھی قلم پکڑنا بھی نہیں آیا،آپ کی قائم کردہ اس یونیورسٹی کی اپنی رجسٹریشن خطرہ میں پڑ سکتی ہے!

زندہ دل صوفی

آپ کا ہر خط اسی طرح کا دلچسپ اور انوکھا سا مشفقانہ انداز لئے ہوئے ہوتا۔آپ کا زرخیز ذہن اور حس مزاح الفاظ کو ایسے انداز میں استعمال میں لاتے تھے کہ یوں لگتا تھا جیسے الفاظ کو لکیروں پہ بٹھا کر انہیں جھولے جھلا رہے ہیں،الفاظ کو نت نئے پہناوے چڑھا کر ان کے معانی میں گہرائی پیدا کر رہے ہیں،ساتھ ساتھ قاری کے ساتھ اٹھکیلیاں بھی کھیلی جارہی ہیں۔ایک مرتبہ راقم کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا''عزیزم ڈاکتار۔۔ڈاک + تار صاحب!'۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ کے ساتھ سارا سال بذریعہ ڈاک ہماری خط و کتابت جاری رہا کرتی تھی۔دوسرے یہ کہ دیہاتوں وغیرہ میں ان پڑھ لوگ ڈاکٹر کو ڈاکتار کہتے ہیں!۔

اب تو ڈاک کی جگہ اِی میل اور تار کی جگہ SMS نے لے لی ہے۔کسی کے ہاتھ سے لکھے خطوط پڑھنے میں جو لطف آتا ہے وہ اِی میل میں

کہاں۔اگر ای میل ''پرنٹ آوٹ'' بھی کر لیں تو کاغذ تو آپ کا اپنا ہی ہوتا ہے۔یوں سمجھئے کہ کسی کے ہاتھوں سے بنا سویٹر پہننے پر جسم و جاں کو جو گدگداہٹ اور گرماہٹ محسوس ہوتی ہے وہ سٹور سے خریدے ریڈی میڈ سویٹر پہننے میں کہاں۔

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم مرزا مبارک احمد صاحب کی شادی پشاور میں ہوئی تھی۔ایک مرتبہ کافی عرصہ بعد ان کی طرف سے ایک خط خالوجان کو موصول ہوا جو مبارک بھائی نے اپنے مخصوص ظریفانہ انداز میں لکھا تھا تو خالوجان نے انہیں جواباً لکھا کہ'' آپ سال میں ایک ہی خط لکھتے ہیں مگر وہ بڑا ہی crisp ہوتا ہے نمک پاروں سے بھی زیادہ لذیذ''۔راقم کا ذکر کرتے ہوئی انہیں لکھا کہ وہ غزل کہتے ہیں ''اگرچہ غزل کا زمانہ ان پر ابھی نہیں آیا،(یعنی شادی نہیں ہوئی !۔ناقل) آپ پر آیا تو ہے مگر آپ اس کے سپیشلسٹ نہیں، ہر وقت اپنی'' بے غم'' کے ہاتھ سے تلے ہوئے ''چپل'' کباب کھانے میں مگن ہیں!۔''

ان کے ایک برادر نسبتی کی شادی ہونے پر لکھا کہ: آپ کے منجھلے ''صالح'' کی شادی مبارک ہو۔

اسی طرح اپنی ایک ہونہار شاگردہ کو عربی کے یونیورسٹی لیول کے امتحان میں کامیابی کی مبارکباد اِن الفاظ میں دی کہ'' مبارک، مکرّر، سہ کرّر بلکہ ہزار کرّر مبارک۔

مکرم خالوجان کی شخصیت کا یہ پہلو بظاہر نظروں سے اوجھل رہتا۔ڈسپلن کی پابندی کروانے کی وجہ سے آپ طلباء میں عموماً سخت گیر جانے جاتے تھے مگر حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک متوازن مزاج عطا کیا تھا۔آپ کوئی خشک مزاج صوفی نہیں بلکہ زندہ دل اور بذلہ سنج صوفی تھے ۔

آپ کے ایک شاگرد اور (سابق پڑوسی) محترم سید ہدایت اللہ ہادی صاحب (حال مقیم کینیڈا) لکھتے ہیں کہ نماز فجر کے بعد وہ بھی ان کے ساتھ سیر کے قافلہ میں شامل ہو جاتے تھے۔دوران سیر محترم صوفی صاحب ایسے لطائف سناتے کہ ساری محفل زعفران زار بنا دیتے۔اس قافلہ میں خالدِ احمدیت مولانا ابوالعطاء جالندھری صاحب، مولوی محمد دین صاحب، مولانا عطاء المجیب راشد صاحب، مسعود احمد خاں دہلوی صاحب سیٹھ محمد اعظم وغیرہ ہوتے تھے۔''

دوسرے لوگ بھی محترم خالوجان کے ساتھ برابر کا مذاق کر لیا کرتے۔ ایک مرتبہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اہل خانہ سمیت کہیں تشریف لے گئے اور کسی وجہ سے اپنے ایک بیٹے صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (المعروف میاں طاہرؒ) کو پیچھے چھوڑنا پڑا تو خالوجان کی ڈیوٹی لگائی کہ طاہرؒ کو پوچھتے رہنا۔حضور انور کے رخصت ہونے کے بعد آپ ان کے گھر گئے، دستک دی تو میاں صاحب نے دروازہ کھولا۔صوفی صاحب نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیتے ہوئے پوچھا ''ارے یہ کیا؟ حضور آپ کو اپنے ساتھ لے جانا بھول گئے؟''۔سدا کے حاضر جواب میاں طاہر صاحب بولے'' نہیں، انہوں کہا تھا کہ میں جا رہا ہوں تم ذرا صوفی صاحب پہ نظر رکھنا!''۔ایک مشترکہ قہقہہ فضا میں بلند ہوا کہ حقیقت سے دونوں ہی بالکل آگاہ تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے محترم خالوجان کی اس قسم کی ایک ڈیوٹی نوبل لاریٹ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب پر بھی لگائی تھی اور انہوں نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ کر دیا تھا۔یہ واقعہ ان کے زمانہ طالبعلمی کا ہے جبکہ وہ ہوسٹل میں رہتے تھے۔امتحانات کے دن تھے اور عبدالسلام صاحب کے ہندو دوست انہیں ایک سازش کے تحت روزانہ اپنے ساتھ لمبی گپ شپ کے لئے لے جایا کرتے۔مقصد یہ تھا کہ وہ امتحان کی تیاری پوری طرح نہ کر پائیں اور ہمیشہ کی طرح اس بار حساب میں فرسٹ پوزیشن نہ لے سکیں۔

محترم خالوجان کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ عبدالسلام صاحب کا کھانا ان کے کمرے میں پہنچا دیا کریں اور کمرے کو باہر سے ایک موٹا تالا لگا دیا کریں تا کہ کوئی انہیں ڈسٹرب نہ کر سکے۔ایک دن (جبکہ غالباً اگلے روز عین حساب کا ہی پرچہ تھا) محترم صوفی صاحب کھانے کے برتن لینے گئے، تالا کھولا تو عبدالسلام صاحب کمرے سے غائب تھے۔آپ بڑے حیران کہ چابی تو میرے پاس ہے، تالا بھی اپنے ہاتھوں لگایا تھا، پھر یہ بندہ غائب کیسے ہو گیا۔

بڑھ کر کھڑکی کا پردہ ہٹایا تو انکشاف ہوا کہ عبدالسلام کھڑکی پھاند کر کمرے سے ''فرار'' ہو چکے تھے۔آپ جانتے تھے کہ وہ کہاں ہو سکتے ہیں، چنانچہ سیدھا ان کے ہندو دوست کے کمرے میں گئے، دیکھا تو گپ شپ اور ہنسی مذاق کی محفل عروج پہ تھی اور عبدالسلام صاحب شمع محفل بنے اس میں برابر کے

شریک۔صوفی صاحب عبدالسلام صاحب کی اس شرارت پر بڑے مایوس ہوکر واپس لوٹ گئے۔

نتیجہ نکلا تو عبدالسلام حساب کے پرچہ میں فرسٹ آئے تھے۔دراصل انہیں حساب کے پرچہ کے لئے تو کسی تیاری کی ضرورت ہی نہ تھی۔یہ واقعہ صوفی صاحب جب بھی سناتے،خوب ہنستے۔

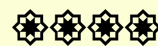
ظاہر و باطن قدآور

ہماری پیاری خالہ جان محترمہ حمیدہ تبسّم صاحبہ بھی اسمِ با مسمّٰی،یعنی اوصاف حمیدہ،متبسم چہرے اور شگفتہ مزاج کی حامل تھیں۔مرت م خالو جان جو اٹھتے قدوقامت کے مالک تھے خالہ جان کے بالمقابل کچھ زیادہ ہی دراز قد نظر آتے۔ایک مرتبہ خواتین کی مجلس میں جب کچھ عورتوں نے ''فریاد'' کی کہ کس طرح انہیں اپنے شوہروں کے ناز نخرے اٹھانا پڑتے ہیں اور کس طرح ان کی بکھیری ہوئی اشیاء گھر کے کبھی ایک تو کبھی دوسرے کونے سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر اٹھانا پڑتی ہیں تو خالہ جان بے ساختہ بول اٹھیں کہ تم لوگوں کو تو پھر بھی کرسیوں میزوں اور چارپائیوں پرسے ہی اپنے شوہروں کی چیزیں مل جایا کرتی ہونگی،مجھے تو صوفی صاحب کی رکھی ہوئی چیزیں سیڑھی لگا کر روشندانوں اور چھت کے پنکھوں سے اتارنا پڑتی ہیں!۔آپ کی اس بات نے مجلس کا رنگ ہی بدل ڈالا اور پل بھر میں وہ ''سنجیدہ''،محفل کشتِ زعفران بن گئی۔

خدا رحمت کند آں عاشقانِ پاک طینت را۔

سمندر علم و دانش، اتّقا کا
قدآور اور بھی ہیں وہ سوا تھا
وہ روشن ہے دلوں میں اب بھی طاہرؔ
ستارہ جو کہ اگلے دن گرا تھا

نوٹ:مضمون میں شامل تمام اردو اشعار محترم طاہرؔ عارف صاحب کی اُس نظم سے لئے گئے ہیں جو آپ نے صوفی صاحب مرحوم کی رحلت پر لکھی تھی۔فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔





ایک بزرگ اور اپاہج کا واقعہ

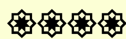
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الثانیؓ

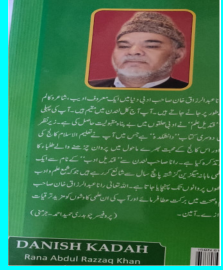
ماہنامہ ''تشحیذ الاذہان'' ربوہ نومبر 2006ء میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا بیان فرمودہ ایک نہایت پُراثر واقعہ درج ہے۔

حضورؓ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کی طرف ایک دفعہ سرکاری سمن آیا کہ بعض لوگوں کی طرف سے لگائے جانے والے ایک الزام کی جوابدہی کے لئے فوراً حکومت کے سامنے حاضر ہوں۔وہ حیران رہ گئے کیونکہ وہ تو ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔مگر چونکہ سرکاری سمن تھا اس لئے چل پڑے۔دس بیس میل گئے تھے کہ آندھی آئی اور بارش شروع ہوگئی۔وہ اس وقت جنگل میں تھے اور صرف چند جھونپڑیاں وہاں نظر آئیں۔وہ ایک جھونپڑی کے قریب پہنچے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔اجازت ملنے پر اندر گئے تو دیکھا کہ ایک شخص چارپائی پر پڑا ہے۔اس نے محبت اور پیار کے ساتھ انہیں اپنے پاس بٹھالیا اور نام وغیرہ پوچھا:انہوں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ بادشاہ کی طرف سے مجھے ایک سمن پہنچا ہے جس کی تعمیل کے لئے میں جارہا ہوں اور میں حیران ہوں کہ مجھے یہ سمن کیوں آیا،کیونکہ میں نے کبھی دنیوی جھگڑوں میں دخل نہیں دیا۔وہ یہ واقعہ سن کر کہنے لگا کہ آپ گھبرائیں نہیں،یہ سامان اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے پاس پہنچانے کے لئے کیا ہے۔میں اپاہج ہوں لیکن آپ کی بزرگی کی شہرت میرے کانوں تک پہنچی تو میں ہمیشہ دعائیں کیا کرتا تھا کہ یا اللہ قسمت والے تو وہاں چلے جاتے ہیں،میں اس بزرگ کے قدموں تک کس طرح پہنچ سکتا ہوں،تو ایسے سامان پیدا فرما کہ میری ان سے ملاقات ہوجائے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس سمن کے بہانے اللہ تعالیٰ آپ کو محض میرے لئے یہاں لایا ہے۔ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ باہر سے کسی نے بارش کی وجہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔جب وہ اندر آیا تو معلوم ہوا کہ وہ سرکاری پیادہ تھا۔وہ کہنے لگا بادشاہ کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے کہ میں فلاں بزرگ کے پاس جاؤں اور ان سے کہوں کہ دراصل وہ سمن کسی اَور کے نام تھا مگر نام میں مشابہت کی وجہ سے وہ آپ کے نام جاری ہوگیا،اس لئے آپ کے آنے ضرورت نہیں۔

یہی بات اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمائی ہے کہ جو لوگ ہم میں ہوکر اور ہم سے مدد مانگتے ہوئے اپنے مقاصد کیلئے جدوجہد کرتے ہیں ہم اس مقصد کے حصول کیلئے ان پر دروازے کھول دیتے ہیں۔

(سیر روحانی)





تبصرہ برموقعہ رونمائی ’’دانشکدہ عظیم‘‘

زرتشت منیر۔ناروے



آج کی اس نشست کا مقصد ایک کتاب کی رونمائی ہے اس کتاب کا نام ’’دانشکدہ عظیم‘‘ ہے اسے رانا عبدالرزاق صاحب نے تصنیف کیا ہے یہ ایک ضخیم کتاب ہے چھ صد چوالیس صفحات پر محیط ہے اس کتاب میں تعلیم الاسلام اسکول اور تعلیم الاسلام کالج کی تاریخ کو محفوظ کر دیا گیا ہے مجھے حیرت ہوتی ہے کہ رانا صاحب اتنی محنت کیونکر کر لیتے ہیں اتنا وقت کیسے نکال لیتے ہیں اخباروں میں کالم بھی لکھتے ہیں ماہنامہ ’’قندیل ادب‘‘ سہ ماہی ’’قندیل حق‘‘ ماہنامہ ’’المنار‘‘ اور یو کے ٹائمز کے گوشہ ادب وغیرہ کو بروقت ترتیب دیتے اور شائع کرتے ہیں بلاشبہ انہیں ’’سلطان القلم‘‘ کے انصار میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ انکی صحت اور عمر میں برکت نازل کرے اور انہیں مقبول خدمت کی توفیق سے نوازتا رہے اللہ تعالیٰ ان کے علم ومعرفت میں بھی ترقی عطا فرمائے آمین ثم آمین۔اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

خاکسار نے خود تعلیم الاسلام ہائی اسکول ربوہ سے تعلیم حاصل کی ہے۔

یہ اپنی ذات میں ایک منفرد اور بے مثالی سکول تھا۔ اس اسکول میں صرف پڑھائی ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ طلبہ کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی ساتھ ساتھ ہوتی تھی۔

اُس زمانے میں میٹرک کا امتحان بورڈ لیا کرتا تھا جس دن عربی کا پرچہ تھا اس دن ہمارے عربی کے استاد نے سب طلبہ کو امتحان شروع ہونے سے دس منٹ پہلے بلالیا۔۔۔۔۔تمام طلبہ بروقت پہنچ گئے ہمارا خیالت تھا کہ شاید کوئی گیس پیپر کا اشارہ مل جائے گا یا ماسٹر صاحب نصاب کی نظر ثانی کرادیں گے مگر اس وقت حیرانگی ہوئی جب ماسٹر صاحب نے سب طلبہ کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھادئے اور جب دعا ختم ہوئی تو ماسٹر صاحب کے رخسار پر بہنے والے آنسو آج بھی مجھے یاد ہیں۔

ہمارے ایک ہیڈ ماسٹر میاں محمد ابراہیم جمونی صاحب تھے وہ ہمیں انگریزی پڑھایا کرتے تھے امتحانات کے قریب انہوں نے اس مضمون میں ہماری کمزوری کو دور کرنے کے لئے شام کے وقت ایکسٹرا کلاسز شروع کر دیں ہم روزانہ شام کو ان کی کلاس میں جایا کرتے تھے ٹھنڈا موسم تھا سردیاں تھیں وہ چائے کی دیگ بنوا کر سارے طالبعلموں کو پلاتے تھے اس ایکسٹرا وقت کا کوئی پیسہ انہوں نے کبھی نہیں لیا۔اور نہ ہی کسی قسم کی خواہش کا اظہار کیا بلکہ چائے کا خرچہ بھی خود برداشت کیا کرتے تھے۔ آجکل ایسے استاد چراغ لے کر تلاش کریں تو نہیں ملیں گے۔

’’ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
جو یاد نہ آئے بھول کے پھرا ے،ہم نفسو!وہ خواب ہیں ہم‘‘

تعلیم الاسلام کالج واقعی ایک دانشکدہ عظیم تھا جہاں سے تعلیم حاصل کرنے والے بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے قوم اور ملک کی بہترین خدمات بجالائے معاشرہ میں انہیں نہایت عزّت واحترام نصیب ہوا یہ نتیجہ تھا اس دانشکدہ عظیم کی تربیّت کا۔جس کی بنیاد خدا تعالیٰ کے ایک فرستادہ نے رکھی اور جسے خدا کے ایک مقرب، بزرگ اور عظیم بندے نے چلایا یہ دانشکدہ صرف مادر علمی ہی نہ تھا بلکہ جس طرح ماں اپنے بچوں کی تربیّت کرتی ہے اسی طرح اس ادارہ نے اپنے طالبعلموں کی تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ انکی صحت، اخلاق اور دیگر امور کا بھی خیال رکھا۔

ایک مختصر واقعہ کا ذکر کرنا ضرور ی سمجھتا ہوں۔

جس سے آپ کو اندازہ ہو کہ ہر شاگرد کی تربیت پر ہمارے اساتذہ کی کس قدر گہری نگاہ ہوتی تھی۔

اس زمانہ میں ایک دھاری دار کپڑے کا رواج تھا جس سے سلیپنگ سوٹ

تیار ہوتا تھا ہمارا ایک دوست پاجامہ اور شرٹ جو اس دھاری دار کپڑے کا بنا ہوا تھا وہ پہن کر کالج آ گیا ہمارے نہایت ہی محترم پرنسپل صاحب نے اسے اس حرکت پر سرزنش کی اور ساتھ ہی بڑے پیار سے سمجھایا کہ یہ طریق زیب نہیں دیتا۔اسے ہدایت کی کہ گھر جا کر کپڑے تبدیل کر کے آؤ۔ لہذا وہ گیا اور کپڑے تبدیل کر کے آیا۔

ایک دفعہ جبکہ سخت سردی کا مہینہ تھا ایک طالب علم نے گرم کپڑے نہیں پہن رکھے تھے حضرت پرنسپل صاحب نے اسے دیکھا تو فکر مند ہوئے۔اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید توفیق نہ ہونے کی وجہ سے گرم کوٹ خرید نہیں سکے۔اس طالبعلم سے آہستہ سے کہا!!" جاؤ! میاں منوّر صاحب(جوان دنوں فضل عمر ہسپتال کے انچارج تھے) کے پاس کچھ گرم کوٹ رکھے ہیں ان سے جا کر کوٹ حاصل کریں اور پہن لیں۔

آج کہاں ہیں ایسے استاد جنہیں اپنے شاگردوں کی صحت اور زندگی اور ضروریاتِ زندگی کی اس قدر فکر دامنگیر ہو۔

خاکسار ایک ذاتی واقعہ بھی پیش کرنا چاہتا ہے ایک دفعہ خاکسار کو ٹانسلز کی وجہ سے بخار ہو گیا تین دن کالج نہ جا سکا جب بخار کے بعد حاضر ہوا تو مجھے محترم پرنسپل صاحب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے بلایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی خاکسار نے اپنی علالت سے متعلق عرض کیا تو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی بلکہ بہت محبت سے ارشاد فرمایا:''نیم گرم پانی میں اسپرو کی گولی ڈال کر اسے پی لیا کرو انشاء اللہ آرام آجائے گا۔''

آج کیا آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ ایک کالج کا پرنسپل اپنے سینکڑوں طلبہ سے نہ صرف ذاتی تعلق اور رابطہ رکھتا ہو بلکہ ہر طالبعلم کے تمام خاندانی پس منظر سے بھی بخوبی واقف ہو اور پھر ہر حالت میں ہر طالبعلم کا ہمدرد، مونس و غمخوار بھی ہو۔

اس کالج کے سارے اساتذہ اپنے طالب علموں کے ساتھ وہ سلوک کرتے تھے جو والدین اپنے بچوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں

فرسٹ ائیر میں خاکسار نے فلاسفی کا مضمون رکھا دوران سال طلبہ کی یونین اور مباحثوں میں شرکت کی وجہ سے بہت وقت ضائع ہو گیا لیکچرز بھی شارٹ ہو گئے ایف اے کے امتحان سے قبل خاکسار بہت پریشان تھا چوہدری محمد علی مضطر صاحب مرحوم ہمارے بہت پیارے اور شفیق استاد تھے انہوں نے مجھے پریشان دیکھا تو بہت تسلّی دی اور فرمایا کہ''میں تمہیں الگ سے وقت دے کر سارا نصاب پڑھا دوں گا" چنانچہ آخری دو مہینوں میں انہوں نے خاکسار کو سارا نصاب بِلا کسی معاوضہ کے پڑھایا جس کے نتیجہ میں اس مضمون میں میرے بہت اچھے نمبرز آئے۔

کیا اس زمانہ میں اس بات کا کوئی تصوّر بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک استاد اپنی بے پناہ مصروفیات سے قیمتی وقت نکال کر ایک نکمّے اور غریب طالب علم کو وقت دے اور وہ بھی بلا معاوضہ!!!

اس عظیم دانشکدہ کے انتہائی محترم اور بزرگ پرنسپل کا ایک اور واقعہ میرے ذہن میں آرہا ہے جو میں اس موقعہ پر آپ کے سامنے تحدیثِ نعمت کے طور پر پیش کروں گا۔ جسے میں آج تک فراموش نہیں کر سکا۔

ایف اے کا امتحان اُن دنوں بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن لیا کرتا تھا اس امتحان کے لئے ایک مقررہ تاریخ داخلہ کی فیس جمع کروانا پڑتی تھی اگر فیس بروقت ادا نہ ہو تو طالب علم کو امتحان میں شامل ہونے کی اجازت نہ ملتی تھی۔

خاکسار کے والد صاحب ہر ماہ بذریعہ منی آرڈر خرچہ ارسال کیا کرتے تھے اس مہینہ کسی وجہ سے رقم موصول ہونے میں کچھ تاخیر ہو گئی اسلئے خاکسار بروقت فیس داخلہ امتحان جمع نہ کرا سکا جب داخلہ کی آخری تاریخ گزرنے کے بعد منی آرڈر آ گیا تو خاکسار رقم لے کر فیس جمع کرانے کے لئے آفس میں گیا تو کیشئر صاحب نے میری رقم واپس کرتے ہوئے بتایا کہ''ضرورت نہیں! تمہاری فیس داخلہ امتحان تو بروقت حضرت پرنسپل صاحب نے جمع کروا دی تھی

''آج کے اس دور میں آپ کسی استاد کا اس قسم کا شفقت بھرا سلوک کہیں دکھا سکتے ہیں! ہرگز نہیں!

اس مادر علمی سے فارغ ہونے والے طلبہ کو آج دنیا بھر میں خدمت انسانی کی توفیق مل رہی ہے۔ اس تھوڑے سے وقت میں بہت تفصیل میں تو نہ جا سکوں گا مگر چند ایک دوستوں کے اسماء جو ہماری تاریخ میں ستاروں کی طرح روشن ہیں اور مجھے اس وقت یاد آرہے ہیں پیش کرتا ہوں بیشتر جو رہ گئے ہیں اُن

کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

تعلیم الاسلام کالج کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہاں کا ایک طالبعلم آج عالمگیر جماعت احمدیہ کا سربراہ ہے اور حضرت امام مہدی علیہا لسلام کے پانچویں خلیفہ کے منصب پر سرفراز ہیں اور اس وقت موجودہ دنیا کا اہم ترین راہنما ہے۔ جو دنیا کی فلاح بہبود کے لئے دن رات جانفشانی سے مصروفِ عمل ہے۔

انکے علاوہ

1۔ملک لال خان صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ کینیڈا

2۔مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن

3۔ڈاکٹر سرافتخار ایاز صاحب

4۔جسٹس (ریٹائرڈ) محمد اسلام بھٹی صاحب

5۔طاہر عارف صاحب

6۔امام بشیر رفیق صاحب مرحوم

7۔ڈاکٹر مہدی علی صاحب شہید

8۔سعید رحمانی صاحب

9خ۔واجہ منظور احمد صاحب

10۔پروفیسر عنایت اللہ منگلا

11۔عرفان خان صاحب

12۔محمد داؤد طاہر

13۔مجیب ملک صاحب

14۔اعجاز الحق قریشی

15۔سید ہدایت اللہ ادی

16۔پروفیسر آصف علی پرویز

17۔ڈاکٹر پرویز احمد پروازی

18۔مکرم کنوادریس صاحب

19۔مکرم ڈاکٹر مرزا مغفور احمد صاحبامیر جماعتہائے احمد یہامریکہ

20۔ڈاکٹر عبدالکریم صاحب

”لاکھوں ہی مسافر چلتے ہیں منزل پہ پہنچتے ہیں دو ایک



تازہ غزل

ساجد محمود رانا

اتنا بھی خوف کیا ہے کہ مرنے لگے ہیں آپ
وہ دیکھیں , آگ دور ہے جلنے لگے ہیں آپ
ایمان بھی خدا پہ توکل بھی ہے اگر
سامان گھر میں کس لیے بھرنے لگے ہیں آپ
سازش ہے یا عذاب ہے یہ تو نہیں خبر
اتنا تو طے ہوا ہے کہ ڈرنے لگے ہیں آپ
سائنس پہ اپنی ساری امیدوں کو باندھ کر
رب کی نظر میں اور بھی گرنے لگے ہیں آپ
کر دار سے عمل سے ہی انساں کو پرکھیے
مذہب کو لے کے کس لئے لڑنے لگے ہیں آپ

اے اہلِ زمانہ! قدر کرو نایاب نہ ہوں کامیاب ہی ہم“

سامعینِ کرام! بہت سی یادیں ہیں کافی واقعات آپ کے ذہن میں بھی ہوں گے۔لیکن وقت محدود ہے

حقیقت یہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب لکھنا کوئی آسان کام نہیں رانا عبدالرزاق صاحب نے لمبا عرصہ بڑی محنت اور تحقیق سے اسک کتاب کو مرتّب کیا ہے یہ کتاب یہاں آپ کے سامنے پیش کی جارہی ہے میری یہ التماس ہے کہ احباب یہ کتاب ضرور خریدیں اور اپنے دوستوں کو بھی تحفۃً پیش کریں۔اسک کتاب کی اشاعت،تدوین و تالیف پر خاکسار محترم عبدالزاق رانا صاحب اور تمام دوستوں کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ کرے پھر لوٹ کر جلد وہ دن آئیں جب اس دانشکدہ عظیم کی امانت اصل وارثوں کو لوٹا دیج جائے تاکہ ہماری آئندہ نسلوں کا مستقبل روشن اور تابناک ہو سکے۔آمین



میں پاکستان ہوں

اے آر خان ۔ لندن

وطن عزیز کے باسیو! میں پاکستان ہوں ۔ میں تمہارا جنت نظیر پیارا وطن ہوں ۔ میں اسلام کا نا قابل تسخیر قلعہ ہوں تم سب میری پناہ میں ہو! آزاد اور خود مختار ہو! میں حضرت قائد اعظمؒ کے خوابوں کا جزیرہ ہوں ۔ میں شمع آزادی کے لاکھوں پروانوں کی قربانیوں کا ثمر ہوں ۔ میں بیسویں صدی کا معجزہ ہوں ۔ میری بنیاد دو قومی نظریہ پر رکھی گئی تھی ۔ میں داغ ہجرت کی تفسیر ہوں ۔

آج سے تقریباً 72 سال پہلے کی بات ہے کہ آج ہی کے دن لا ہور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا ۔ جس میں برّ صغیر پاک و ہند کے نامور مسلم قائدین شامل تھے اسی جلاس میں ایک قرارداد پیش کی گئی ۔ جسے میرے نام سے منسوب کیا گیا ۔ یعنی قرارداد پاکستان ۔ اگر چہ مجھے بنانے کا مشورہ تو پہلے ہی کافی عرصے سے چل رہا تھا ۔ مگر اب 23 مارچ 1940 کو مجھے بنانے کا پکا ارادہ کرلیا گیا تھا ۔ مارچ 1940 ء کو جب مسلمانان ہند قائد اعظم کی قیادت میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے تو انہوں نے بادشاہی مسجد کے فلک بوس میناروں اور راوی کے سرسبز وشاداب کناروں کو گواہ بنا کر قرارداد لاہور پیش کی تھی ۔ اس کے ساتھ ہی غیر ملکی حکمرانوں کے ایوانوں پر لرزہ طاری ہوگیا تھا ۔ میرا نام ’’پاکستان‘‘ میرے ایک سپوت بیرسٹر چودھری رحمت علی نے رکھا ۔ قائد اعظم اور اسکے رفقائے کار مسلم لیگیوں نے اس خاکے میں رنگ بھرے ۔ لیاقت علی خان، سردار عبدالرب نشتر، سر ظفراللہ خان، فاطمہ جناح آگے آئے ۔ یہ لوگ میرے خدمت گار تھے ۔ انہوں نے میرا نام روشن کیا، میرا وقار بلند کیا ۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ میری تحریک کے قائد تھے ۔ انہوں نے قرارداد منظور ہونے کے بعد مجھے بنانے کے لئے انتھک محنت شروع کردی ۔ اور برصغیر کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر تقریباً سات سال کے عرصے میں مجھے پایۂ تکمیل تک پہنچادیا ۔ میرے بانی قائد اعظم محمد علی جناحؒ ایک بہادر انسان تھے ۔ وہ ایک مضبوط کردار کے مالک تھے ۔ وہ اٹل، مستقل مزاج اور اصول پسند تھے ۔ ان کی گفتگو مدلل اور سحر انگیز ہوتی تھی ۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ ذہین پارلیمانی شخصیت ایک ہشیار نقاد اور بے لوث سیاستدان تھے ۔ ان کا بے مثال جذبہ حُریت اور شبانہ روز محنت ہی وہ سرمایہ تھا جس نے میرے جیسا (پاکستان) زندہ معجزہ دکھا دیا ۔ جسے دیکھ کر ساری دنیا حیران وششدر رہ گئی ۔ ان کی شخصیت غیر معمولی صفات کی حامل تھی ۔ وہ مسلمانان ہند کے سیاسی مسیحا تھے ۔ ان کی ساری زندگی پر آج تک کسی نے انگلی نہیں اٹھائی ۔ غیر کیا مخالف اور دشمن بھی ان کے کردار کے معترف تھے ۔ وہ قائد جنھوں نے خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اپنی ذہانت سے مجھے حاصل کیا ۔ میں پانچ صوبوں پر مشتمل تھا ۔ پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان اور بنگال جسے مشرقی پاکستان بھی کہتے تھے ۔ میرے اپنے بھی میرے قیام پر خوش نہ تھے ۔ قائد اعظم کو کافر اعظم کہنے والے علماءِ سُو نے مجھے پلیدستان، اور ناپاکستان کے نام سے پکارا ۔ اور نام نہاد فتووں سے میرے اور اسلام کے تشخص کو بگاڑنے کی بھر پور کوشش کی ۔ سوائے ایک (جماعت) کے کسی بھی مذہبی جماعت نے من حیث الجماعت میری تائید نہ کی ۔ علمائے سُو نے گاندھی اور نہرو کی خوب مدح سرائی کی ۔ مجھے قسم ہے اگر میں جھوٹ بولوں ۔ تاریخ آزادی کا مطالعہ کرکے دیکھ لو ۔ انہی کھوٹے سکّوں نے بالآخر مجھے بدنام کرکے رکھ دیا ۔ ہاں انفرادی حیثیت میں مسلمانوں نے میری تعمیر میں خوب حصہ لیا ۔ میرے لئے لاکھوں انسانوں نے دنیا کی عظیم ترین ہجرت کی صعوبتیں برداشت کیں ۔ نقل مکانی پر مجبور ہوئے ۔ آگ اور



خون کے دریا عبور کئے۔ میرے بیٹے سروں پر کفن باندھ کر باطل قوتوں سے ٹکراتے رہے۔ انہوں نے سر دھڑ کی بازیاں لگا کر یوں شمع آزادی کو روشن رکھا اسی جدو جہد میں لاکھوں دُلہنوں کے سہاگ لٹے، ماؤں کے لال قتل ہوئے، بہنوں کے بھائی مارے گئے۔ لاکھوں بچے یتیم ہوئے یہ درست ہے کہ غلامی کی اندھیری رات میں جشن چراغاں منانے کے لئے خون شہادت کے چراغ جلانے پڑتے ہیں۔ نوع انسانی کے اُجڑے ہوئے گلستانوں میں خون کی ندیاں بہائے بغیر بہاروں کا سماں پیدا نہیں ہوسکتا۔ قیمتی جانوں کی قربانیاں اور خاندانوں کی بربادیاں میری آزادی کے لئے خشت اول ثابت ہوئیں تب یہ آزادی ملی۔ مگر میرا وجود مسلسل غیر محفوظ رہا۔ میرے سر پر خطرات کے بادل منڈلاتے رہے۔ مجھے ہمہ وقت چیلنج درپیش رہے۔ قائد اعظمؒ نے جن خطرات کی نشاندہی مارچ 1946 میں کی تھی۔ وہی بالآخر ہماری تباہی اور قومی انتشار، تفریق کا باعث بنی۔ انہوں نے دکھ بھرے لہجے میں انتباہ کیا تھا۔" وہ دشمن قوتیں جو قیام پاکستان کے خلاف تھیں اپنی ناکامی کے بعد قوم کو تقسیم کرنے کے درپے ہیں۔ ان کے جھانسے میں نہ آنا۔ انہوں نے مزید انکشاف کیا تھا کہ بعض شر پسند عناصر دشمنوں سے پیسے لے کر انتشار پھیلا رہے ہیں۔

جو طبقہ منفی سوچ کا علمدار تھا۔ اس نے مجھے دل سے آج تک تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ نہرو، گاندھی اور سرحدی گاندھی کے رویے طرح میرے وجود سے اب تک انکاری ہیں۔ اپنی مرضیاں مجھ پر مسلط کرنے کے درپے رہے۔ گروہی، لسانی، مذہبی سیاست کو فروغ دیا۔ اور اقتداری طاقتوں کے درباری بنکر اپنے مقاصد پورے کرتے رہے۔ ماشل لاء آیا تو اسے سلام کیا اگر جمہوریت آئی تو اسے بھی سلام کر کے مفاد پرست ٹولے نے مطلب براری کو پورا کیا۔ بعض جبہ پوش نام نہاد علماءِ سُوجیسے میرے نام پر ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ ان اسلام کے ٹھیکیداروں نے مساجد کو اپنا بزنس بنالیا۔ اور اسلام کے نام پر مدرسہ جات کھول کر ایک متشدد دین کی فوج ظفر موج تیار کر لی۔ مالی امداد سعودیہ سے حاصل کی (جن وہابیوں کو یہ کتا گردانتے تھے۔ نعوذ باللہ) ان کی امدادی رقوم کو اسی گروہ نے شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کرلیا۔ اور لگے انکل سام کے سپاہی بن کر روسی یلغار کو جہاد اسلام سمجھ کر روکنے لگے۔ اور پھر اس وقت کے نام نہاد مرد مومن نے ہیروین کلچر، کلاشنکوف کلچر کو خوب پروان چڑھایا۔ اور اس کے علاوہ شیعہ سنی فساد کو پھیلا کر خون کے دریا بہائے۔ خود تو صاحب انجام بد کو پہنچے مگر مجھے بھی ایک مسلسل نہ ختم ہونے والی آگ میں دھکیل گئے۔ مجھ پر جنگیں مسلط کی گئیں۔ 1965ء کی جنگ جیت کر مذاکرات کے میز پر ہار دی گئی۔ میجر جنرل اختر علی ملک کو دوران جنگ تبدیل کر دیا گیا تاکہ جیتی ہوئی جنگ کا سہرا شرابی یحییٰ خان کے سر پر سجایا جاسکے۔ بعد ازاں اگر تلہ سازش کیس کے ذریعہ بنگلہ دیش کی بنیاد رکھی گئی۔ دونوں پاکستان جو بھائی بھائی تھے۔ ان میں تفرقہ ڈال کر ہندو اور ہندو نواز ٹولے نے آمریت کے سائے میں بنگالی بھائیوں کے قومی اور انسانی حقوق غصب کرنے کی مسلسل کوششیں کیں۔ نام نہاد الشّمس اور البدر کے خدائی فوجداروں نے تشدد کو فروغ دیا۔ اور جو کینہ ور تقسیم ہند سے اس دو قومی نظریہ کے جانی دشمن تھے۔ ان کو موقع مل گیا۔ لسانی اور مذہبی سیاست کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور یحییٰ خان کو مرد کامل قرار دینے والوں کی بات بن گئی۔ پھر ہوس اقتدار کے دیوانے آئے۔ جنہوں نے جیتی ہوئی پارٹی کو حکومت بنانے کی دعوت دینے کی بجائے اُدھر تم ادھر ہم کا نعرہ لگایا۔۔ انتہائی بُرا وقت اُس وقت دیکھنے کو ملا جب میرا ایک بازو مجھ سے الگ کر دیا گیا۔ میرے اندرونی اور بیرونی دشمن بالآخر 1971ء میں مجھے دولخت کرنے میں کامیاب ہوئے۔

نام نہاد قائد عوام نے لوگوں کو خوب بے وقوف بنایا۔ طلباء کو اساتذہ سے لڑایا۔ ہاری کو زمیندار سے لڑا دیا۔ مزدور کا خانہ دار کے گلے پڑ گیا۔ اس طرح سب نظام چوپٹ ہوگیا۔ روٹی کپڑے اور مکان کا ایسا پرکشش نعرہ دیا۔ کہ اسے تو ووٹ ملے مگر عوام کو کچھ نہ ملا۔ پھر اسنے اسلام کو استعمال کیا۔ اسلامی ممالک سے دولت ہتھیانے کی غرض سے اسلامی کانفرنس کا ڈھونگ رچایا۔ کہ اسلامی یکجہتی کا مظاہرہ کرنے کی خاطر خود مفتی دین متین بن بیٹھا۔ ایک کلمہ گو فرقہ کو اپنی کرسی کے زور پر اسلام سے نکالنے کی ناکام کوشش کی۔ اور خود اسلام سے نابلد اتنا تھا کہ جب اس پر اس کے ملک کے ہائی کورٹ میں اس پر مقدمہ چلا تو اسے نام کا مسلمان قرار دیا گیا۔ پھر اسے سمجھ آئی اور اس نے جواب دعویٰ داخل کروایا کہ

مذہب انسان اور خدا کا معاملہ ہے۔ مذہبی طاقتوں کو اس کی بعض حرکات کہاں پسند تھیں۔ قومی اتحاد نے ملکر ایک جنرل سے مارشل لاء لگوا دیا۔ اور وہ بھی مرد مومن بننے کے چکر میں قادر مطلق بن بیٹھا۔ اسنے قائد عوام کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا۔ اور خود جہاد افغانستان کا مجاہد بن کر عالمی لیول پر اسلامی ملکوں کی نوجوان نسل کو جنت دلوانے کی خاطر روس کے خلاف جنگ میں جھونک دیا۔ لالچ اور طمع نے اس کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔ پیپلز پارٹی کے کارکنوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ عورتوں تک کو کوڑے مارے گئے۔ اور اسلامی شریعت نافذ کرنے کی کوشش میں سستی شہرت حاصل کرنے کی خاطر ایک کلمہ گو فرقہ پر اسلام دشمن پابندیاں لگا دی گئیں خود کلمہ گوؤں کو مسلمان کہنے پر اور اپنی مسجد کو مسجد کہنے پر، آپس میں سلام کہنے پر تین سال قید سنا دی گئی۔ اور مزید یہ کہ توہین رسالت کا مرتکب قرار دے کر سزائے موت یا عمر قید کی سزا رکھ دی گئی۔ خدائے قہار نے اسے بھی جلد ہی عذاب النار میں ڈالا۔ اور وہ نظارہ کل عالم نے دیکھا۔ بعد ازاں جمہوریت نے پر پُرزے نکالے۔ جو کہ فوج اور بیوروکریسی کو راس نہ آئے۔ فوج کہتی تھی کہ وہ اصل حاکم ہے۔ اور جمہوریت کہتی کہ میں۔ بیوروکریسی دونوں سے آگے تھی۔ میرے ہم وطنوں نے خوب غیر انسانی حرکات کر کے انسانیت کی دھجیاں اڑائیں۔ اور ان کی خوب جگ ہنسائی ہوئی۔

میرے سیاسی اور مذہبی راہنماؤں میں سے ایک بھی قائد اعظم کے کردار کے مطابق نہیں۔ کوئی بیٹے کو سلام کر رہا ہے۔ کوئی انکل سام کو۔ کوئی اپنی انانیت کا شکار ہے۔ کوئی عقل کل بن بیٹھا ہے۔ اقبال کا شاہین تو کوئی نہ بن سکا مگر کووں کی صفات میں سب مشترک وعیاں ہیں۔ اگر ایک قائد اعظم میری قوم کو خدا تعالیٰ اور دے دیتا تو آج امریکہ اور یورپ کے لوگ میرے پاس نوکریوں کے لئے آتے۔ ہاں یہ کیسے ممکن تھا۔ میرے علماء واساتذہ مایوسی اور انگریز کی غلامی کا شکار رہے تھے۔ انہوں نے وہی درس قوم کے جوانوں کو دیا۔ بداخلاقی، چوری چکاری، کسی کا حق غصب کرنا، ظلم کرنا، کذب و افتراء سے دولت اکٹھی کرنے کے راستے بتائے۔ جو لیڈر بڑا فراڈ کرے وہ سب سے زیادہ عزت دار گردانا جاتا ہے۔ جو ناجائز طریقے سے دولت کے انبار جمع کرے وہ بہتر شہری ،معزز مسلمان گردانا جاتا ہے۔ جو عالم بے عمل واعظ کرتے ہوئے منہ سے جھاگ نکالتے ہوئے اپنے مخالف کو ناجائز لتاڑے اور بے ہودہ فتوے دے وہ قابل آفرین ہے نا کہ قابل نفرت۔ جو اہل کار سب سے زیادہ رشوت لے وہ معزز کہلاتا ہے۔ جو جج زیادہ بے انصافی کرے وہ بہتر منصف کہلاتا ہو اور جلد ہی بڑے کورٹ کا جج بن جاتا ہے۔ جو گاؤں کا چودھری زیادہ ظالم اور زانی ہو وہ معزز کہلاتا ہے۔ جو تھانیدار ہر شب کو رنگین بنائے وہ معزز کہلاتا ہے۔ جو جاگیردار اپنی جیل رکھتا ہو اور لاکھوں لوگوں کا ان داتا ہو اور تھانے کچہری میں اس کی سفارش چلتی ہو وہ معزز ہے۔ یہاں اسلام کا مفہوم ہی بدلا ہوا ہے۔ اسلام عمل کرنے کے لئے نہیں ستعمال کرنے کے لئے ہے۔ مطلب براری کے لئے ہے۔ اسی لئے تو یہ ملک کوئی اور قائداعظم پیدا نہ سکا۔ کیونکہ پونجا جناح اور مٹھی بائی کردار کے لوگ اب اس معاشرے میں نہیں ہیں۔ اگر ہیں بھی تو مطلب برار، بدقماش، چھچھورے، ابن الوقت، کذب بیان لوگوں کے نیچے دب گئے ہیں۔

میرے خلاف مسلسل سازشوں کے جال بُنے جاتے رہے۔ میری جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کو پامال کیا جاتا رہا۔ میں پڑوسیوں کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹکتا رہا۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب تک اپنے نام کے ساتھ زندہ ہوں۔ میرے شیر دل میرے جاں نثار میرے نام پر جاں نثار ہوتے رہے۔ ان شہیدوں کے خون سے میری صبح آزادی کی کرنیں پھوٹیں۔ برسوں کی جدوجہد کے بعد میرا وجود عمل میں آیا۔ پھر آمریت، وڈیرہ شاہی ،جاگیرداری، دہشت گردی، ملائیت، لُولی لنگڑی سیاست، مذہبی، لسانی، گروہی سیاست، افراتفری، ہارس ٹریڈنگ، فلور کراسنگ، ہڑتال، تالہ بندی، لانگ مارچ، ٹرین مارچ اور گھیراؤ جلاؤ کے دور بھی دیکھے۔ جنہوں نے میری ساکھ خراب کر دی۔ بلکہ شکل بگاڑ دی۔ ان کھوٹے سکوں نے اپنی من مانی کر کے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ یہ تو اسی طرح ہوا جیسے نادان بچوں کے ہاتھ میں قینچی دے دی جائے۔

وہ لوگ دیتے ہیں درس بیداری
جن کے اپنے ضمیر سوئے ہوئے ہیں

اب میں پھر تاریخ کے ایک نازک موڑ پر کھڑا ہوں۔ میرا مستقبل خطرے میں ہے۔ مجھے میرے اپنوں نے لہولہان کر دیا ہے اپنوں نے نفرتوں کی کھیتیاں کاشت کر کے میرا پیٹ بارود خانوں سے بھر دیا ہے۔ فرقہ پرستی، کنبہ

پروری اور نفسا نفسی کا عالم ہے ہر کسی نے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ ہر چیز ہر قسم کی ملاوٹ سے اپنی اصلیت کھو بیٹھی ہے۔ دین و دنیا کے ساتھ ساتھ ہر رشتہ، خون، نسل، ایمان، جنت، دوزخ، خدا، رسول، قبلہ و کعبہ اور قرآن تک اس ملاوٹ سے محفوظ نہیں رہے۔ ووٹ فروشی، وزارت فروشی، جسم فروشی، بردہ فروشی، ضمیر فروشی اور جنت فروشی، عزت فروشی، اولاد فروشی، دین فروشی، وطن فروشی نے میرے جسم پر قبضہ جمایا ہوا ہے۔ مجھے خود غرض، انا پرست اور کلبی عادات والے لوگوں نے اغوا کر لیا ہے۔

میرے بیٹو! میری حفاظت کرو۔ اس خطے کو امن و امان کا گہوارہ بناؤ۔ محبت، پیار، خلوص، اخوت دوستی اور بھائی چارے کی کھیتیاں کاشت کرو نفرتیں، عداوتیں، فاصلے، دُوریاں اور رنجشیں دور کر دو۔ مجھے خوشحالی، استحکام، خود کفالت، روشن مستقبل، تعلیم، بہتر خوراک، پُر امن ماحول، بہتر ذرائع آمدن، اچھی شہرت اور مکمل تحفظ کی ضرورت ہے۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں قائداعظم نے یہ ملک اسلام اور مسلمانوں کے لئے بنایا ہے۔ جبکہ سب اسلامی جماعتیں اس کے بنانے کے خلاف تھیں اور کانگرس کی حامی تھیں۔ اب 65 سالوں میں اس نے کون سا نظام دیا ہے۔ جب آپ کے عمل اسلام سے دور ہو جائیں تو ایسا ہی ہونا تھا۔ اسلام کا نظام بہت عظیم ہے ۔ مگر آپ کون سا اسلام نافذ کریں گے۔ یزید کا اسلام کہ امام حسینؓ کا اسلام ۔ طالبان کا اسلام، مودودی، وہابی، دیوبندی، بریلوی، رائے ونڈی برانڈ کے اسلاموں نے اس 65 سال میں میرا منہ کالا کر دیا ہے۔ الٹا کشکول گدائی نے میرا امیج تباہ کر دیا ہے۔ مسلمان تو دور کی بات ہے آپ انسان تو بنو۔ آپ کے علماء سوء بے عمل، زر پرست، زن پرست، شہوت پرست، فرقہ پرست، مردہ پرست، انا پرست، تخریب پرست، شاہ پرست اور مطلب پرست ہو کر رہ گئے ہیں۔ حضرت علامہ محمد اقبال حکیم الامت پاکستان کا خواب دیکھنے والے نے اپنی قوم کی کیا تصویر پیش کی تھی۔ جبکہ آج اس وقت سے اب حالت قوم بدترین ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تو تمدن میں یہود
یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں
قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تمھیں پاس نہیں

2011 کا حج اسکینڈل ہی کافی ثبوت ہے۔ ان متشدد طاقتوں نے عوام کو روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم صحت روزگار دینے کی بجائے ایٹم بم دیا۔ اور جس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیا ان کے دشمن نہیں ہیں کیا ایٹم بم کے بغیر دنیا کے باقی مما لک باعزت زندگی نہیں بسر کر رہے۔ وہ زمانہ گیا جب طاقتور ملک کمزور ملک پر قبضہ کر سکتے تھے۔ میری قوم نے ہر شہر کے چوراہوں پر جنگی جہاز اور میزائل رکھ کر اپنے جنگی جنون کا تو ثبوت دیا ہے۔ مگر اسلامی اقدار اور نامور نوبل لاریٹ یا اپنے علمی سائینسی کارنامے کرنے والوں کا کوئی نام نہیں، کوئی مجسمہ نہیں کوئی داخل نصاب نہیں، نعرے ہم ہر وقت اسلام کے مارتے ہیں اور نقل ہم مغرب کی کر رہے ہیں۔ کیا ہی ایک شاعر جناب امیر الاسلام ہاشمی نے صدق دل سے آج کے پاکستانی مومن کی نقشہ کشی کی ہے۔

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں
مکاری و عیاری و غداری و ہیجان
اب بنتا ہے ان چار عناصر سے مسلمان
قاری اسے کہنا تو بڑی بات ہے یارو!
اس نے تو کبھی کھول کے دیکھا نہیں قرآن
کردار کا گفتار کا اعمال کا مومن
سرحد کا ہے مومن کوئی بنگال کا مومن
ڈھونڈے سے بھی ملتا نہیں قرآن کا مومن
بیباکی و حق گوئی سے گھبراتا ہے مومن
مکاری و روباہی پہ اتراتا ہے مومن
جس رزق سے پرواز میں کوتاہی کا ڈر ہو
وہ رزق بڑے شوق سے کھاتا ہے مومن

اقبال تیرے دیس کا کیا حال سناؤں

بلکہ ہماری موجودہ نسل اب اپنے اکابرین پر تنقیدی اور طنزیہ تبصرے کرتی ہے قومی دولت اور املاک کو غصب کرنا قوم کا فیشن بن گیا ہے۔ٹیکس نہ دینا معزز ہتھکنڈہ ہے۔بیوروکریسی سے مل کر بڑے بڑے قرضے معاف کروانا ہر سیاسی لیڈر کی عادت ثانیہ بن گئی ہے۔سب اداروں کو کرپشن کے عفریت نے ہڑپ کرلیا ہے۔قانون بے بس ہے۔ظلم کی حکمرانی ہے۔کسی بھی محکمہ کا الٹرا ساؤنڈ کرلیں کوئی مثبت خبر نہیں ملے گی۔کیا یہ سب کچھ فرشتے بگاڑ گئے ہیں۔اور پھر قانون حرکت میں نہیں آرہا۔کیونکہ اس کار خیر میں سب بڑے بڑے مسلمان لوگ اور جبہ پوش بھی ہی ملوث رہے ہیں۔

اے میری قوم کے سپوتو! سوچو! افیمی چین میرے ایک سال بعد آزاد ہوا ہے۔آج وہ کہاں کھڑا ہے۔تم اسلام کے عظیم نظام کو رکھتے ہوئے بھی ایک ناکام ریاست کا روپ دھار چکے ہو۔اور آپ کی سب حرکتیں اسلام سے متضاد ہیں۔مسلمان ہو کر اپنے گھر میں (لالچ اور طمع کی خاطر کبھی سعودیہ سے کبھی امریکہ اور کبھی برطانیہ سے) ڈکٹیشن لیتے ہو۔تم احساس کمتری کا شکار ہو یا تم فقیر ہو اس رویہ نے تمہارا بیڑا غرق کر دیا ہے۔تم آدھا تیتر آدھا بٹیر ہو۔

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم

میں اپنے پر نظر ڈالتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے۔میرے بزرگوں نے جو خواب دیکھے تھے وہ نامکمل ہیں۔میں (پاکستان) بالکل ان کے برعکس ہوں۔میں سوچتا ہوں۔کہ میری بنیاد تو اسلام پر تھی۔میری بنیادوں میں شہیدوں کا لہو شامل ہے۔مجھے تو ایسا ملک ہونا چاہیئے تھا جو امن کا گہوارہ ہوتا۔مجھے پوری دنیا کے لئے رول ماڈل ہونا چاہیئے تھا۔میں آپ کو یہی پیغام دوں گا کہ مجھے رول ماڈل بنائیں پوری دنیا کے لئے۔میری حفاظت کریں کیونکہ میرے دم سے آپ ہیں۔مجھ سے محبت کریں۔کیونکہ اپنے وطن سے محبت کرنا ایک عبادت ہے۔لہٰذا میری خدمت عبادت سمجھ کر کریں۔تو آپ کے ملک یعنی میرا شمار دنیا کے امیر ترین ممالک میں ہوسکتا ہے۔مجھے ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔یہاں رشوت،سفارش،اقرباء پروری،بے انصافی، بیروزگاری،ناخواندگی،غربت، بھوک ،افلاس،عریانی اور بے راہروی نہیں

کرونا وائرس۔اہلِ زمین کے لئے امتحان



عاصی صحرائی

مولیٰ کی اس زمین پر آیا ہے امتحاں
بن کر عذاب دہر پہ چھایا ہے امتحاں
لفظِ ''کرونا'' سُن کے ہیں گھبرا گئے سبھی
خود کو ہیں آبِ فکر میں نہلا گئے سبھی
گوشہ نشین ہو گئے سارے جہاں کے لوگ
سب کو ہے فکر لگ گئی کہ لگ نہ جائے روگ
ہر اک کو اپنی جاں کی پڑی بے سکون سب
ہر شخص کی دعا ہے کہ اُس کو بچا لے رَب
ایسے بھی لوگ دیس میں جن کو نہیں ہے فکر
کہتے ہیں: ''کافی ہے ہمیں اپنے خدا کا ذکر!''
کہتے ہیں: ''وقت موت کا لکھا ہے ایک دِن!''
'' ٹل کر رہیں بیماریاں ایسی علاج بن''!
اُفق ، شفق کو دیکھئے سنساں پڑے ہوئے
شاہد ہے عاصؔی سجدے میں انساں پڑے ہوئے

☆☆☆☆☆

چاہیئے قائداعظم کے افکار کو یاد کرو۔۱۱۔اگست 1947ء کی تقریر کو اپنا منشور بنا لو۔اس ملک کے رہبر بنو،لیڈر بنو،مفکر بنو،ڈاکٹر عبدالسلام بنو،میں پاکستان ہوں ۔میرا ایک قومی تشخص ہے اور اس تشخص کو قائم رکھنا آپ سب کی خصوصاً نوجوان نسل کی اہم ذمہ داری ہے۔ورنہ تمہاری داستاں بھی نہ ہوگی داستانوں میں

☆☆☆☆☆

تو ہین وہ اپنی یاد تُو کر!



(چوہدری نعیم احمد باجوہ)

ایک اہل نظر کا کلام ملاحظہ ہو کس خوبصورتی سے حالات و واقعات کی عکاسی کی گئی ہے۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑھی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں ، جب دنیا میں تو آتی تھی
جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
یہ خونِ جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی
کیا تیری قدر و قیمت تھی! کچھ سوچ تری کیا عزت تھی!
تھا موت سے بد تر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی
عورت ہونا تھی سخت خطا، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا، تا مرگ سزائیں پاتی تھی
گویا تو کنکر پتھر تھی، احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر! ، ترکہ میں بانٹی جاتی تھی
وہ رحمت عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد ﷺ مصطفی نبیوں کا سردار

(نواب مبارکہ بیگم)

جس کمزور ، پسے ہوئے مظلوم طبقے کے حقوق کے قیام، حفاظت اور پاسداری کے لئے رحمتِ عالم، سیدُ المرسلین ﷺ کھڑے ہو گئے۔ اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے میں تکلیف کیوں ہے۔اس طبقے کو معاشرے میں محفوظ مقام دینے سے انکار یا وراس کی عزت و آبرو کو تار تار کرنے والوں کو نارمل کیسے کہا جائے۔

آپ ﷺ نے بیوی کے منہ میں محبت سے نوالہ ڈالنے کو عبادت کہا۔ بیٹیوں کو تعلیم دلانے اور ان کی عمدہ تربیت کرنے والے کو جنت کی بشارت دی۔شادی بیاہ میں عورت کی مرضی پوچھنے کا حکم دیا۔شادی سے قبل فریقین کو ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت دی۔مرد کو طلاق کا حق ملا تو اسے تمام حلال چیزوں میں سے ناپسندیدہ کہا۔عورت کو خلع لینے کا غیر مشروط حق عطا ہوا۔ازمنہ قدیم کی بیہودہ رسم سینکڑوں اور ہزاروں حرم رکھنے کا سلسلہ منقطع کیا۔حالات کے پیش نظر چار بیویوں تک کی مشروط اجازت ملی۔اگر انصاف کرنے کے قابل نہیں ہو تو پھر ایک سے آگے نہ بڑھو کی کڑی شرط بھی لگی۔حسبِ ضرورت و بحکم الٰہی خود ایک سے زیادہ شادیاں کر کے پھر ان میں انصاف قائم کر کے دکھا دیا کہ ایسا کرنا ناممکن نہیں۔ حائضہ کو پلید اور ناپاک سمجھ کر اسے اچھوت بنانے کے بجائے اس کی مدد کر کے دلداری کرنے کی سنت قائم فرمائی۔

عورتوں کو دہرا حق وراثت ملا۔یعنی اپنی بیٹی کو بھی دو اور دوسرے کی بیٹی جو تمھارے گھر میں بطور بیوی آئی ہے اسے بھی دو۔جنت کو ماں کے قدموں تلے بیان کر کے عورت کو معاشرے کی تشکیل، تکمیل اور تقویم کے لئے جزو لاینفک ٹھہرایا۔قوموں کی زندگی عورت کے کردار اخلاق اور تربیت پر منحصر قرار پائی۔ زچگی میں جان کی بازی ہارنے والی کو شہید کہا۔لیکن اس کا مطلب ہرگز نہیں کہ صحت کی سہولیات فراہم نہ کر کے ہم از خود انہیں شہادت کے مقام پر فائز کرتے جائیں۔

بھری محفل میں آپ ﷺ سے اپنے حقوق کے لئے سوال کرنے والی عورتوں کی نمائندہ اسماء بنت یزید انصاریہ کی بات سن کر صحابہ سے کہا تم نے دین کے معاملہ میں اپنے مسئلہ کو اس عمدگی سے بیان کرنے میں اس عورت سے بہتر کسی کی بات سنی ہے۔؟ اَسماء پر کوئی قدغن لگی نہ انہیں برا بھلا کہا گیا۔ چپ

کرایا گیا نہ ڈانٹ ڈپٹ ہوئی۔ بلکہ حوصلہ افزائی بھی کی اور اطاعت گزار عورتوں کو اجر عظیم کی نوید بھی سنائی۔

اگر عورتوں کا اپنے حقوق کے لئے آواز اٹھانے کا طریق درست نہیں تو یہ بھی سوچئے کہ ان کو آواز اٹھانے کی ضرورت پیش آئی کیوں۔ کیا بدتمیزی کا جواب بدتمیزی سے دینا شائستگی ہے۔ کیا بدخلق کے ساتھ بدخلقی اخلاقیات کا درس ہے۔ کیا گندے رویے کو بیہودگی سے ہینڈل کرنا اخلاقی برتری ہے۔

عورت اپنے حقوق کے قیام کے لئے سید المرسلین، رحمت اللعالمین کے زیر بار احسان ہے۔ تمام حقوق ڈیکلیئرڈ ہیں۔ کوئی ایسی نئی بات نہیں جو آج بتائی جارہی ہو۔ لیکن معاشرہ ان حقوق کی پاسداری کرنے میں ناکام کیوں ہے؟ وجہ دراصل بنیادی حکم سے انحراف ہے۔ وہ حکم ''ولھن مثل الذی علیھن'' کا ہے۔ اگر عورتوں کے فرائض ہیں تو اسی قدر حقوق بھی ہیں بلکہ حقوق کو پہلے رکھا اور فرائض کو بعد میں بیان کیا۔ اسی حکم قرآنی کے تحت پہلے عورتوں کے حقوق ادا کیجئے پھر ان سے فرائض کا مطالبہ بھی کیجئے۔

رحمت اللعالمین کے ماننے والوں کو اپنے گریبان میں جھانکنے سے تکلیف کیوں ہے۔ سوچنا چاہئے کے عورت کو اپنے بنیادی حقوق کے لئے سڑک پر آنے کے لئے کس بات نے مجبور کیا اور کیوں کیا؟

خواجہ عبدالمومن ناروے



کرونا نے سارے جہاں کر ہلایا
جو سوئے ہوئے تھے انہیں بھی جگایا

بھولے ہوئے تھے جو اپنے خدا کو
انہیں بھی ہے اپنا خدا یاد آیا

دعاؤں سے صدقہ سے اور نیکیوں سے
ہر آفت،مصیبت خدا ٹال دیگا

توبہ کریں گے صبح و شام گر ہم
حفاظت کی مولا ہمیں ڈھال دے گا

دعا

محمد اسحاق عاجز لندن



بھردے جھولی میری تو خدایا
رحم کے آس لے کر ہوں آیا

دل پہ میرے تو خود ہاتھ رکھ دے
میرے مولا اے رب البرایا

چور زخموں سے سینہ ہے میرا
اور بھنور میں سفینہ ہے میرا

اپنی قدرت کا جلوہ دکھا کر
پار اس کو لگا دے خدایا

رحم کی آس لے کر ہوں آیا

دور رہ کر نہ اب چین پاؤں
ہجر میں تیرے میں مر نہ جاؤں

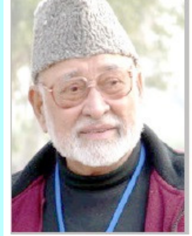
مانگتا ہوں یہ جھولی پھیلا کر
اپنی رحمت کا کر مجھ پہ سایہ

رحم کی آ س لے کر ہوں آ یا
میں تو بیکس ہوں نادار بھی ہوں

اور تیرا خطاوار بھی ہوں
معاف کردے تو میری خطائیں

خوف تیرا ہے دل میں سمایا
رحم کی آس لے کر ہوں آ یا

☆☆☆☆☆



امام بشیر احمد خان رفیق صاحب کی خوشگوار یادیں!

(انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب)



2015ء میں امام بشیر احمد خان رفیق مرحوم کی کتاب ''خوشگوار یادیں'' میں نے سویڈن میں پڑھی اور وہیں سے میں نے دفتر پرائیویٹ سیکریٹری لندن کی معرفت انہیں خط لکھا کہ جلسہ پر آرہا ہوں اور آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو ایڈریس دیا تھا اس پر میرے جواب پہنچنے سے پہلے ہی آگیا۔ چنانچہ جلسہ سالانہ برطانیہ 2015ء سے چند دن قبل میں اپنی بیوی کے ہمراہ ان کے رہائش پر حاضر ہوگیا اور تقریباً دو گھنٹے ان کی صحبت صالحہ سے مستفید ہوا۔

جماعت میں آپ اگرچہ بہت معروف شخصیت کے حامل تھے لیکن 1978ء کی کسر صلیب کانفرنس نے آپ کو بہت نمایاں کر دیا آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے خاص معتدین میں سے تھے 1970ء میں نصرت جہاں لیپ فارورڈ منصوبہ کا آغاز عملاً لندن سے ہی ہوا آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بہت اچھے سلطان نصیر ثابت ہوئے۔ پرائیویٹ سیکریٹری بھی رہے اور سپین کے سفر میں بھی ساتھ تھے۔ مسجد فضل لنڈن کے ساتھ محمود ہال کی تعمیر اور حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کا سدا تمام اخراجات برداشت کرنا ان کے اور خلیفہ وقت اور آپ کے درمیان ان کی وفات تک سربستہ راز رہا۔ فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان صدر پاکستان کی لندن آمد اور آپ کی ملاقاتیں اور ان کا آپ سے ہر دورے پر استفسار کر کتنے عیسائی (انگریز) مسلمان بنالئے ہیں۔ اس معمر انگریز خاتون سے ملاقات جس کے فارم میں صاحبزادگان خاندان حضرت مسیح موعود، حضرت مرزا ناصر احمد، حضرت مرزا مظفر احمد، حضرت مرزا ظفر احمد اور حضرت مرزا سعید احمد Paying Guest کے طور پر تعطیلات میں رہتے تھے۔ اور ایک مرتبہ ہر ایک صاحبزادہ نے اپنی تعلیم کا کوئی دنیوی مقصد بتایا اور حضرت مرزا ناصر احمد نے بتایا کہ وہ تو دین کی خدمت کریں گے اس خاتون نے کہا تھا What a waste of time اور جب آپ خلیفہ بن گئے تو وہ خاتون تو حیران ہوئی اور انہوں نے افسوس کا اظہار کیا کہ انہوں نے ایسے کیوں کہا تھا۔ کیونکہ آپ کے بلند ارادے عالمی سطح پر آپ کی دین اور دنیوی خدمات پر منتج ہوئے۔

آپ نے یہ ساری باتیں نہایت عقیدت سے سنائیں جو کہ آپ کے خلیفہ وقت کے ساتھ انتہائی محبت اور مرأت اور وفا کی خمیازی کرتی ہیں۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ساتھ آپ کی لمبی رفاقت اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب (نوبل انعام) کی باتیں آپ نے بڑے انہماک سے سنائیں۔

ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے 1978ء کو کسر صلیب کانفرنس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو عرض کیا تھا کہ بہت سارے انعام لے چکے ہیں لیکن نوبیل انعام نہیں ملا۔ اس کے لئے دعا کی درخواست کی (اور حضور نے دعا کی) اور بتایا کہ اگلے سال نوبیل انعام بھی مل جائے گا چنانچہ 1979ء میں انہیں نوبیل انعام بھی مل گیا ان کے بیٹے محمود احمد خان کی پیدائش کے سلسلہ میں ڈاکٹر سردار نذیز احمد صاحب کا ذکر ہوا (جو کہ میرے خسر تھے) کہنے لگے ان کی دعا سے محمود احمد ہوا اور ان کی خواہش تھی کہ بچے کا نام محمود احمد رکھا جائے چنانچہ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی طرف سے یہی نام عطا ہوا۔ اور ڈاکٹر صاحب کی خواہش بھی پوری ہوگئی۔

امام بشیر احمد خان رفیق صاحب کی ساری زندگی خدمت دین میں گزری اور آپ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس دعا کا مظہر لگتے تھے جو حضور علیہ السلام نے اپنی جسمانی (اور روحانی) اولاد کے لئے کی تھی۔

رہیں خوشاں اور فرخندگی سے
بچانا سے خدا بد زندگی سے

خدا انہیں نوشہرہ کے ایک گاؤں سے قادیان سے لاہور اور لاہور سے

ربوہ لے آیا جہاں انہوں نے کالج اور جامعہ سے ڈگریاں حاصل کیں اور خدا تعالیٰ نے پھر انہیں برطانیہ کے لئے خدمتِ دین کے لئے چن لیا جہاں انہوں نے زندگی کا زیادہ عرصہ گزرا یہیں ریٹائرڈ ہوئے اور اپنی وفات تک اہم قلمی اور لسانی خدمت کی توفیق پاتے رہے اور لندن میں ہی 2016ء گولڈن جوبلی جلسہ سالانہ کے جلد بعد 10 اکتوبر 2016ء اپنے مولیٰ حقیقی کے پاس جا پہنچے اور لندن میں ہی 14 اکتوبر 2016ء کو جمعہ کے روز بروک وڈ احمدیہ قبرستان میں قطعہ موصیان میں سپرد خاک ہوئے ہزاروں افراد بیت الفتوح میں آپ کی نماز جنازہ میں حاضرین شامل ہوئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے 21 اکتوبر 2016ء کے خطبہ میں جو مسجد بیت الفتوح لندن میں ارشاد فرمایا آپ کا بڑی محبت سے ذکر خیر فرمایا۔ تقریباً نصف خطبہ آپ کے لئے وقف تھا (دوسرا نصف ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ بنت مولانا عبدالمالک صاحب ناظر اصلاح وارشاد کا ذکر خیر فرمایا تھا) اور نماز جنازہ غائب پڑھائی آپ نہ صرف ایک اچھے مبلغ تھے بلکہ ظاہری لحاظ سے بھی خوبرو اور بہت اچھی شخصیت، باوقار اور باخدا انسان تھے۔ ساری عمر سادہ اور باوقار زندگی گزاری خلافت سے وفا کی اور اپنی قوم اور اگلی نسلوں کے لئے عمدہ نمونہ چھوڑا۔

جب خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی تحریک پر احمدی بچوں کے لئے چھوٹی چھوٹی خوبصورت آسان زبان میں ایمان افروز کتابیں لکھنے اور شائع کرنے کی تحریک فرمائی تو اتفاق سے پہلا مسلمان بچہ سمجھتے ہوئے میں نے صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ محمود احمد شاہد (بنگالی صاحب) کو حضرت علیؓ پر کتاب لکھ کر مسوّدہ بھیج دیا۔ میں اس وقت اسلام آباد پاکستان میں تھا انہی دنوں صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ساتھ اسلام آباد آئے ہوئے تھے انہوں نے بتایا کہ اسی موضوع پر امام بشیر احمد خان رفیق صاحب نے بھی ایک کتابچہ لکھ کر بھیج دیا ہے۔ بتائیں اب کیا کریں۔ (میاں صاحب اس وقت نائب صدر اور مہتمم اشاعت تھے۔)

میں نے کہا کہ خان صاحب کی کتاب چھاپ دیں۔ ان کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے لیکن انہوں نے دونوں کے مسوّدے کو جوڑ کر کتاب شائع کر دی۔

سوانح حضرت علیؓ جس پر دو مصنّفین کا نام درج ہے۔ بشیر احمد خان رفیق صاحب، محمود مجیب اصغر اس لحاظ سے آپ کے ساتھ Co-Editor کے طور پر اس چھوٹی سی کتاب کے لئے۔ میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔

1987ء میں مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر مرکز سے خط موصول ہوا جبکہ میں عمان میں Nespak کی طرف سے ایک Road

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم



حافظ محمد مبرور

یہاں کچھ بھی نہ بدلے گا جو حالت اپنی نا بدلو
فقط کہنے سے کچھ نا ہو جو فطرت اپنی نا بدلو

یہ قولِ ربِ عالم ہے صحیفوں میں اسے لکھ لو
خدا کچھ بھی نہ بدلے گا جو خصلت اپنی نا بدلو

زمیں پر آفتیں کیسی کبھی سوچا بھی ہے تم نے
یہ بڑھتیں جائیں گی ہر دن جو طینت اپنی نا بدلو

فقط اسباب پر کرنا بھروسہ کام نا آئے
دوا بھی کام نا آئے جو عادت اپنی نا بدلو

یونہی بھٹکو گیا ندھیروں میں جیسی کور بھٹکے ہے
نہ بینائی میسر ۔ ہو جو نخوت اپنی نا بدلو

میں قصہ مختصر کر دوں کہ حافظ بات سچ کہہ دوں
دعا بھی کام نا آئے جو حرکت اپنی نا بدلو

☆☆☆☆☆

Project پر اپڈیڈنٹ انجینئر تھا کہ صد سالہ جوبلی منصوبہ اشاعت کے تحت حضرت نافلۃ موعود خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرت وسوانح تصنیف کرنے کا کام میرے سپرد کیا گیا ہے اور میں نے ایک کمیٹی کی نگرانی میں یہ کام کرنا ہے جس کے ممبر پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب اور صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ہیں۔اس کے جلد ہی بعد میرا تبادلہ پاکستان ہو گیا میں نے مختلف لوگوں سے اس سلسلہ میں خط وکتابت کی اور بعض واقعات کی تصدیق پاہی اور بعض شخصیات کا تعارف بھجوانے کی درخواست کی۔اس سلسلہ میں امام بشیر احمد خان رفیق صاحب نے غیر معمولی تعاون فرمایا پہلے انگریز مؤذن بلال نٹل صاحب کا تعارف اوران کا واقعہ بتایا کہ مسجد فضل لندن میں حضرت مصلح موعود کی وفات پر انہوں نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے خلیفہ منتخب ہونے کا پہلے ہی بتا دیا تھا۔

آپ کے اہل وعیال کا ذکر بھی ہو جانا چاہیے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ سلمٰی رفیق صاحبہ نے آپ کے ساتھ بھر پور زندگی گزاری۔آپ کے نازک اوراہم مفوضہ امور میں ہرلحہ ساتھ دیا اور پورے وقار کے ساتھ زندگی بسر کی۔

آپ کی اولاد دو بیٹے اور تین بیٹیوں پر مشتمل ہے۔جن کے نام یہ ہیں۔

بیٹے۔مکرم منیر رفیق خان۔مکرم محمود رفیق خان۔

بیٹیاں۔محترمہ امتہ الجمیل خان۔محترمہ امتہ النصیر خان۔محترمہ بشریٰ مرزا خان۔

امام بشیر احمد خان رفیق صاحب مرحوم کے بارہ میں بہت سی معلومات WWW.Bashirrafiq.com پر مل سکتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

قوم کیا چیز ہے قوموں کی امامت کیا ہے
اس کو کیا سمجھیں یہ بیچارے دو رکعت کے امام!



غزل

اطہر حفیظ فراز

دوریاں بھی لازم ہیں، رابطہ ضروری ہے،
آ تجھے بتاؤں میں فاصلہ ضروری ہے

کیا بہت ضروری ہے دوسروں کے گھر جائیں،
فون پہ ہی کر لیں جو مشورہ ضروری ہے

ایک تو اکیلا ہے، ایک ایک گیارہ ہیں،
نفسیات کہتی ہے، دوسرا ضروری ہے

یوں تو چند لفظوں سے السلام ہوتا ہے
ان دنوں مصافحہ، کب کہا، ضروری ہے

قوم قوم ہوتی ہے، لیڈروں کی سنتی ہے،
ریوڑوں کا چرواہا سر پھرا ضروری ہے

کب کہا ''ضروری ہے'' ہم ردیف بھی لائیں،
پر غزل کے آخر پہ قافیہ ضروری ہے

دینیات کہتی ہے، جب کہیں بلا آوے،
اپنی ہر دعا کے ساتھ کچھ دوا ضروری ہے

ہاں!! نبی کے ساتھ ساتھ، واجب اطاعت ہے،
صاحب حکومت کو سن ذرا، ضروری ہے

آفتوں سے پہلے ہی، آفتیں بھگانے کو،
رب سے بات کرنے کا تجربہ ضروری ہے

اب فراز!! شدت سے یہ خیال آتا ہے،
درد کے بھلانے کو قہقہہ ضروری ہے

☆☆☆☆☆

کیا احمدیت لوگوں کے روحانی افلاس کے نتیجہ میں پیدا ہوئی؟

سر محمد اقبال کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر تبصرہ



شیخ عبدالماجد، لاہور

وحی والہام کا معیار اور اس کے اثرات

سر اقبال لکھتے ہیں: ''میں یہ نہیں کہتا کہ بانی احمدیت اور اس کے رفقاء نے سوچ سمجھ کر اپنا پروگرام تیار کیا ہے میں یہ ضرور کہوں گا کہ بانی تحریک نے ایک آواز سنی لیکن اس امر کا تصفیہ کہ یہ آواز اس خدا کی طرف سے تھی جس کے ہاتھ میں زندگی کی طاقت ہے یا لوگوں کے روحانی افلاس سے پیدا ہوئی، اس تحریک کی نوعیت پر منحصر ہے جو اس کی آواز کی آفریدہ ہے اور ان افکار وجذبات پر بھی جو اس آواز نے اپنے سننے والوں میں پیدا کئے''۔

(پنڈت نہرو کے مضمون کے جواب میں ۲۲۔جنوری ۱۹۳۶ء)

Statement of Sir Iqbal reply to Pandit NehruNor do I mean to insinuate that the founder of Ahmadism and his companions deliberately planned their programme. I dare say the founder of the Ahmadiyya Movement did hear a voice; but whether this voice came from the God of Life and Power or arose out of the spiritual impoverishment of the people must depend upon the nature of the movement which it has created and the kind of thought and emotion which it has given to those who have listened to it.

(22-01-1936)

سر اقبال کا وہمی نظریہ

سر اقبال کا یہ خیال کہ کسی الہام کے دعویدار کے زمانے میں روحانیت کا افلاس اور زوال نظر آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے الہامات کا سرچشمہ اس خدا کی ذات نہیں جس کے ہاتھ میں زندگی کی طاقت ہے بلکہ اس کے الہامات کا مأخذ قومی زندگی کا افلاس یا کسی دوسری قوم کا اقتدار اعلیٰ ہے، کسی صحیح فلسفہ پر مبنی نہیں بلکہ ان کے وہم کی پیداوار ہے۔

اگر اس وہم کو درست مان لیا جائے تو اس سے ان تمام انبیاء کرام کے مکالمات والہامات مشکوک ہو جاتے ہیں جو کسی قوم کی روحانی پستی وزوال کے زمانہ میں مبعوث ہوئے اور وہ نبی دوسری قوم کے اقتدار اعلیٰ کے تحت زندگی بسر کر رہے تھے۔

حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور ان کی قومیں یہود ورومن حکومت کے اقتدار اعلیٰ کے تحت زندگی بسر کرتی تھیں اور روحانی لحاظ سے بھی افلاس میں مبتلا تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰؑ کا مثیل ہی قرار دیا ہے، اگر مثیل کی قوم کے روحانی افلاس اور انگریز حکومت کے اقتدار اعلیٰ کو ان کے الہامات کا سرچشمہ قرار دیا جائے تو پھر حضرت عیسیٰ اور ان تمام انبیاء کی نبوت مشکوک ہو کر رہ جائے گی جو قوم کے روحانی افلاس کے وقت مبعوث ہوئے اور ان کی قوم اس وقت اقتدار اعلیٰ سے محروم تھی۔ پھر جب ہمارے پیارے نبی سردار انبیاء محمد مصطفی ﷺ مبعوث ہوئے تو اس وقت ساری دنیا روحانی افلاس میں مبتلا تھی۔ عیسائی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود مان رہے تھے اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انکار کی لعنت کے نیچے روحانی افلاس کا شکار تھے۔ ہندوستان کے ہنود تینتیس کروڑ دیوتاؤں کی پوجا کر رہے تھے۔ ایرانی آتش پرست تھے غرض آنحضرت ﷺ ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جو خدا کے قول کے مطابق ظھر الفساد فی البر والبحر کا مصداق تھا اس زمانے کا یہ روحانی افلاس اللہ تعالیٰ کے

نزدیک تو ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کا تقاضا کر رہا تھا۔ چنانچہ اس نے اس انتہائی گمراہی اور روحانی افلاس کے زمانہ میں جو پوری دنیا میں پایا جا تا تھا آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اس وقت مکہ کا اقتدار اعلیٰ مشرکین کے ہاتھ میں تھا۔ اپنے زمانہ کے اقتدار اعلیٰ کے خلاف نہ آنحضرت ﷺ نے عَلَم بغاوت بلند کیا نہ عیسیٰ علیہ السلام نے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول انجیل میں درج ہے کہ ''جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو'' اس میں اشارہ تھا کہ میں قیصر کا باغی نہیں ہو ں۔ آنحضرت ﷺ مکہ والوں کے نامناسب رویہ کے بعد جب طائف میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے بھی آپ سے انتہا ئی برا سلوک کیا آپ کی پنڈلیاں لہولہان کر دیں اور آپ کے پیچھے بچے لگا دیئے جو آوازے کستے تھے جب آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے تشریف لائے تو مکہ والوں نے آپ کا حقِ شہریت چھین لیا لیکن آپ نے قانون کو نہیں توڑا۔ بلکہ ایک مشرک کی حمایت سے مکہ میں داخل ہوئے اور اس طرح دوبارہ شہریت کے حقوق حاصل کئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے مکہ والوں کے ظلم سے تنگ آ کر جب وہ آپؐ کی جان لینے کے درپے ہو گئے تھے خدا کے حکم کے تحت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں جا کر آپ ﷺ کو خدا کے فضل سے ''اقتدار اعلیٰ'' حاصل ہو گیا کیونکہ آپ تشریعی نبی تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی ساری عمر اقتدار اعلیٰ سے محروم رہے۔ کیا سر اقبال یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ان کے الہامات کے کچھ حصہ کا سرچشمہ خدا کی قوت نہ تھی بلکہ ان کے زمانہ کا روحانی افلاس اور اقتدار اعلیٰ کا نہ رکھنا تھا۔ اس طرح ہزا روں انبیاء اقتدار اعلیٰ کے بغیر مبعوث ہوئے۔

غارت گرِ اقوام۔الہام

سر اقبال نے اپنے ایک شعر میں اس وہم کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے

غارت گرِ اقوام ہے وہ صورت چنگیز

اس پر مولوی اسلم صاحب جیراجپوری نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

''یہ خالص شاعرانہ استدلال ہے غالب کی طرح جس نے کہا تھا۔

ے

کیوں ردّ و قدح کرے ہے زاہد

مے ہے مگس کی قے نہیں ہے

جس طرح مگس کی قے کہہ دینے سے شہد کی لطافت اور شیرینی میں فرق نہیں آ سکتا اسی طرح محکوم کی نسبت سے الہام میں اگر حق ہو، غارت گر اقوام نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سلطنت کے محکوم تھے جن کی نسبت ڈاکٹر اقبال نے فرمایا ہے ے

فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا

نبی عفت و غم خواری و کم آزاری

جب کہ اکثر انبیاء علیہم السلام، محکوم اقوام میں مبعوث کئے گئے جن کے خاص اسباب و علل تھے جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے دراصل نبوت کی صداقت کا معیار حاکمیت یا محکومیت نہیں بلکہ خود الہام کی نوعیت ہے''۔

('نوادرات' صفحہ ۱۲۳۔ مجموعہ مضامین علامہ جیراجپوری)

الہامات کو پرکھنے کا قرآنی معیار

آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے لوگ بھی آپ کے الہامی دعووں کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان میں سے بعض قرآن مجید کے کلام الٰہی کو شاعرانہ کلام قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحاقہ میں ان ہر دو خیالات کو رد کرتے ہو ئے قرآن مجید کو کلام الٰہی قرار دیا چنانچہ فرمایا:



ترجمہ۔ یہ قرآن کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم کم ہی ایمان لاتے ہو۔ نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یہ رب العالمین کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور اگر یہ شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) ہم پر کوئی جھوٹا قول باندھ لیتا تو ہم اسے یقیناً دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر ہم اس کی رگِ جان کاٹ دیتے سو تم میں سے کوئی بھی خدا کو اس

سے روکنے والا نہ ہوتا۔ یہ تو یقیناً پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے‘‘۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ جب قرآن مجید کو دنیا کے روحانی افلاس کو دور کرنے کے لئے نازل کیا گیا تو اس کے متعلق بعض لوگ سخت بدظنی میں مبتلا تھے اس پر خدا تعالیٰ نے اس کے اپنی طرف سے نازل شدہ وحی ہونے کی دلیل یہ دی کہ اگر مدعی وحی، کوئی قول اپنی طرف سے گھڑ کر خدا کی طرف منسوب کرتا تو ہم اپنی قدرت سے اس مدعی کو نا کام بنا دیتے اور پھر اس کی رگ گردن کاٹ دیتے اور تم میں سے کوئی شخص اسے میرے ہاتھ سے نہ بچا سکتا لہٰذا چونکہ اس مدعی وحی الٰہی نے اپنے دعویٰ کے بعد تئیس سال کی لمبی عمر پائی ہے۔ اور ایک کامیاب زندگی گزاری ہے۔ یہ قتل کئے جانے سے بچایا گیا ہے لہٰذا اس کی وحی کا سرچشمہ یقیناً خدا تعالیٰ کی قوت تکلم ہے۔ اب اس معیار پر جب ہم حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہامات کو پرکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ اپنے الہامی دعویٰ کے بعد انہوں نے بھی تئیس سال سے زائد عرصہ مہلت پائی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور قتل کئے جانے سے بچائے گئے لہٰذا ان کے الہامات کا سرچشمہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفت تکلم کو قرار دینا پڑے گا۔ اگر مرزا صاحب کے الہامات کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور شے کو قرار دیا جائے تو یہ آیت معاذ اللہ دشمنان اسلام کے لئے آنحضرت ﷺ کی صداقت پر دلیل نہیں رہے گی۔ ایک مخالف اسلام کہہ سکے گا کہ جب اس معیار صداقت کی موجودگی میں تم لوگ بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی قوت تکلم کو قرار نہیں دیتے اور ان کی تکذیب کرتے ہو پھر کس منہ سے اس دلیل کو آنحضرت ﷺ کے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر سکتے ہو کہ آپ پر قرآن مجید اس خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے جس کے ہاتھ میں زندگی کی قوت ہے۔

پس بانی سلسلہ احمدیہ کا انکار کوئی معمولی بات نہیں۔ کیونکہ انکار کی صورت میں قرآن مجید کے منجانب اللہ ہونے کے حق میں یہ دلیل بھی منکرین اسلام کے نزدیک حجت نہیں رہے گی۔ زمانہ کا روحانی افلاس تو مامورین کے مبعوث ہونے اور ان کی ضرورت کو ثابت کرتا ہے۔

(افاضات حضرت قاضی محمد نذیر صاحب)

پھر الہام کے شیطانی یا روحانی ہونے کی پرکھ کے لئے درج ذیل معیار مد نظر رکھنا چاہیے۔

شیطانی اور رحمانی الہام میں فرق

جس الہام کے ساتھ نہ تو کوئی خدائی نشان اور نہ آسمانی متواتر تائیدیں ہوں تا قول کو فعل کی شہادت کے ساتھ قوت دیں اور خود ملہم پر بھی اس کی صداقت مشتبہ ہو، وہ الہام شیطانی ہے رحمانی نہیں۔ اس کے مقابل رحمانی الہام ہے۔ اس کی کئی نشانیاں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ یہ الہام اس خدا کی طرف سے ہے جس کے ہاتھ میں زندگی کی طاقت ہے اور یہ لوگوں کے روحانی افلاس یا انحطاط کا نتیجہ نہیں مثلاً:

۱۔۔۔ دلائل ابھی ظاہر نہ ہوں تب بھی رحمانی الہام میں ایسی الٰہی طاقت اور برکت ہوتی ہے کہ وہ بڑے جوش سے بتاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ملہم کے دل کو مسخر بنا لیتی ہے۔

۲۔۔۔ خدا کے الہام میں ایک خارق عادت شوکت ہوتی ہے۔

۳۔۔۔ رحمانی الہام، پرزور آواز اور قوت سے نازل ہوتا ہے۔

۴۔۔۔ اس میں ایک لذت ہوتی ہے۔

۵۔۔۔ بندہ سوال کرتا ہے خدا جواب دیتا ہے اس طرح سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کا جواب پانے کے وقت بندہ پر ایک غنودگی طاری ہوتی ہے۔

۶۔۔۔ رحمانی الہام کبھی ایسی زبانوں میں بھی ہو جاتا ہے جن کا ملہم کو علم نہیں ہوتا۔

۷۔۔۔ خدائی الہام میں ایک خدائی کشش ہوتی ہے اس کا اثر بڑھتا بڑھتا سلیم الطبع مبایعین پر جا پڑتا ہے۔ تب ایک دنیا اس کی طرف کھنچی جاتی ہے۔

۸۔۔۔ سچا الہام قرآن شریف کے کسی بیان کا مخالف نہیں ہوتا۔

۹۔۔۔ سچا الہام تقویٰ بڑھاتا اور اخلاقی قوتوں کو زیادہ کرتا ہے۔

۱۰۔۔۔ سچا الہام خدا کا قول ہے اس لئے وہ اپنی تائید کے لئے خدا کے فعل کو ساتھ لاتا ہے۔

(خلاصہ تحریر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام)

سچے خدائی اور یقینی الہام میں سے جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو

عطا ہوئے وہ حصہ جو خوارق اور پیشگوئیوں پر مشتمل ہے، جو اپنی تائید کے لئے خدا کے فضل کو ساتھ لایا۔ کسی قدر اس میں بطور نمونہ (۱۳۳ پیشگوئیاں) آپ نے اپنی کتاب ''نزول المسیح '' کے صفحہ ۴۹۴ تا ۶۱۸ میں مع تاریخ بیان پیشگوئی اور مع زندہ گواہان رؤیت درج کئے ہیں۔ ہم حلقہ اقبال کو ان نشانوں کے جو وحی کے ساتھ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوئے مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں۔

سر اقبال کا اپنا بیان کردہ معیار وحی نبوت

وحی محمدیؐ کے متعلق سر اقبال کا کہنا ہے کہ ہم اس کی قدر و قیمت کا فیصلہ یہ دیکھ کر ہی کر سکتے ہیں کہ اس کے زیر اثر کس قسم کے انسان پیدا ہوئے۔ (خطبات بیاد اقبال۔ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ جون ۱۹۹۴ء جامعہ پنجاب شعبہ فلسفہ لاہور)

تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ کے پانچویں مقالہ ''اسلامی ثقافت کی روح'' میں ''شعور نبوت'' کے تحت سر اقبال لکھتے ہیں کہ: ''نبی کے مذہبی مشاہدات وواردات کی قدر و قیمت کا فیصلہ یہ دیکھ کر بھی کیا جا سکتا ہے کہ نبی کی تعلیمات کے زیر اثر انسانوں میں کس قسم کا تغیر رونما ہوا''۔ (زندہ رود صفحہ 378)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے الہامات کے متعلق بھی آپ کا یہی ارشاد ہے کہ ان کی صداقت اور معرفت کا اندازہ اس امر سے لگایا جانا چاہئے کہ اس آواز نے اپنے سننے والوں میں کیا افکار و جذبات پیدا کئے۔ بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات پر ایمان لانے والوں میں کس قسم کا تغیر برپا ہوا؟ ان کے افکار و جذبات میں کیا پاک تبدیلی رونما ہوئی؟ ان میں وہ کیا علامتیں پیدا ہوئیں جو انہیں دوسرے مسلمانوں سے امتیاز بخشتی ہیں؟ اس کے متعلق ہم ایک بیان سلسلہ احمدیہ کے بانی کا اور اس کی تائید میں ایک بیان خود سر اقبال کا درج کرتے ہیں۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے الہامات اور آپ کی تعلیمات کے زیر اثر افراد جماعت احمدیہ میں جو عظیم روحانی تغیر پیدا ہوا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دلآزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ بہتیرے ان میں سے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ جن کو سچی خوابیں آتی ہیں اور الہام الٰہی سے مشرف ہوتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ بہتیرے ان میں ایسے ہیں کہ اپنے محنت سے کمائے ہوئے مالوں کو محض خدا تعالیٰ کی مرضات کے لئے ہمارے سلسلے میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرچ کرتے تھے۔ ان میں ایسے لوگ کئی پاؤ گے کہ جو موت کو یاد رکھتے اور دلوں کے نرم اور سچی تقویٰ پر قدم مار رہے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت تھی۔ وہ خدا کا گروہ ہے جن کو خدا آپ سنبھال رہا ہے اور دن بدن ان کے دلوں کو پاک کر رہا ہے اور ان کے سینوں کو ایمانی حکمتوں سے بھر رہا ہے اور آسمانی نشانوں سے ان کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے جیسا کہ صحابہؓ کو کھینچتا تھا''۔
(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد نمبر 14 مطبوعہ لندن ص ۳۰۶۔۳۰۷)

گویا وہ افراد جو حضرت مرزا صاحب کے الہامات یا آپ کی آواز کے شنوا ہوئے، ''سیرت اسلامی کا ٹھیٹھ نمونہ'' بن گئے۔ آپ کے ساتھ وابستہ ہونے کے نتیجہ میں ان کا ''روحانی افلاس'' جاتا رہا۔ سر اقبال جب دیکھتے کہ دروغ گوئی اور بے ایمانی کی آفات نے ماحول کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے تو پکار اٹھتے کہ اس دور میں شیطانی روح کی تاثیر ہر رنگ میں غالب ہے سر اقبال کے نزدیک ان حالات میں مجدد الف ثانی وغیرہ اصلاح ملت اور اسلامی سیرت کے احیاء میں کامیاب نہ ہو سکے سر اقبال اپنے تاثرات یوں بیان کرتے ہیں۔

''مجدد الف ثانی، عالمگیر اور مولانا اسماعیل شہید نے اسلامی سیرت کے احیاء کی بہت کوشش کی مگر صوفیا کی کثرت اور صدیوں کی جمع شدہ قوت نے اس گروہ احرار کو کامیاب نہ ہونے دیا''۔

(مکتوب بنام اکبر الہ آبادی 25 اکتوبر 1915ء)

سر اقبال کے نزدیک ماحول اس درجہ گناہ آلودہ ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ بھی تشریف لے آئیں تو عوام ان سے بھی حقائق سمجھنے سے قاصر رہیں

گے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

''مجھے یقین ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ بھی دوبارہ پیدا ہو کر اس ملک میں اسلام کی تعلیم دیں تو غالباً اس ملک کے لوگ اپنی موجودہ کیفیات اور اثرات کے ہوتے ہوئے حقائق اسلامیہ کو نہ سمجھ سکیں''۔

(مکتوب اقبال بنام خان نیاز الدین خان صفحہ 72 مطبوعہ اقبال اکادمی پاکستان)

ہم سر اقبال کی رائے سے متفق نہیں۔

دوسری طرف 1910ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی قوت قدسیہ کے متعلق سر اقبال کو اعتراف ہے کہ مرزا صاحب نے جو جماعت پیدا کر دی ہے اس میں اتنا روحانی تغیر پیدا ہو گیا ہے کہ وہ خالصتاً اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ ہے۔ (ملت بیضا پر عمرانی نظر) یعنی حضرت مرزا صاحب کی جماعت نہ صرف حقائق اسلامیہ کو سمجھتی ہے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہے۔ ظاہر ہے اس پاکیزہ تغیر سے جو مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں پیدا کیا، سر اقبال کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں مرزا صاحب کی نبوت اور وحی کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ قارئین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سر اقبال کے بیان کردہ معیار کی روشنی میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے الہام کو انحطاط کے ہاتھوں سادہ کٹھ پتلی قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ یہ حقائق اس امر کا قطعی تصفیہ کر دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جو آواز سنی وہ اس خدائے قادر کی طرف سے تھی جس کے ہاتھ میں زندگی کی طاقت ہے۔ اسے ''روحانی افلاس'' کا نتیجہ قرار دینا سر اقبال کے وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ کیا برطانوی حکومت کی طرف سے کھڑا کیا گیا نمائندہ ''اسلامی سیرت کے ٹھیٹھ نمونہ'' کی حامل جماعت تشکیل دے سکتا ہے؟ کیا من گھڑت الہامات کسی جماعت میں روحانی تغیر پیدا کرنے کا موجب بن سکتے ہیں؟

مذہبی تحریکات میں یہ امر واقعی نہایت درجہ اہم ہے کہ کسی تحریک کے سربراہ کی صحبت اس کے لٹریچر نے جس میں اس کے الہامات درج ہیں اپنے پڑھنے اور سننے والوں پر کیا اثر مرتب کیا۔ اس پہلو سے تحریک احمدیہ پر جس رنگ میں بھی نظر دوڑائیں ہمیں اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بانی تحریک کے لٹریچر نے تزکیہ نفس اور خدمت اسلام کے لئے قربانی کی روح پیدا کرنے میں قلوب میں وہ اثر پیدا کیا ہے کہ مقابل کی ساری تحریکوں کے سارے علماء کا لٹریچر ایسی روح پیدا کرنے سے قاصر رہا جس کے نتیجہ میں لوگ اپنی زندگیوں کو خدمت اسلام کے لئے وقف کر کے اکناف عالم میں اسلام کی اشاعت میں کمر بستہ ہوں۔ وہ بزرگ جنہیں سر اقبال نے دینی مصلحین کے طور پر پنڈت نہرو کو روشناس کرانے کی کوشش کی ہے (مثلاً سر سید احمد خان، جمال الدین افغانی یا مفتی جان عالم وغیرہ) ان کے لٹریچر کی تو قدر کی جا سکتی ہے مگر ہم یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ان متکلمین کے لٹریچر نے اپنے اثر سے کون سی ایسی جماعت پیدا کی ہے جو ''سیرت اسلامی کا ٹھیٹھ نمونہ'' ہو، جو خدمت اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر اکناف عالم میں اسلام کا پرچم بلند کر رہی ہو۔ اقبال سمیت ان اسلامی رہنماؤں کے درجن بھر کا رکن بھی اپنے تئیں خدمت اسلام کے لئے وقف کرنے والے موجود نہیں۔ پھر کس برتے پر ان راہنماؤں کو اسلام کی اندرونی طاقت (Inner Vitality Of Islam) کے مظہر قرار دے کر احمدیوں کے مقابل پیش کیا جا سکتا ہے۔

جہاں تک سیاسی آزادی کی جدوجہد اور مسلم حقوق کے لئے کام کرنے والوں کا سوال ہے ہم نے اس ضمن میں اپنی کتاب ''اقبال اور احمدیت'' میں تفصیل سے جماعت احمدیہ کا عظیم الشان کردار واضح کرنے کی کوشش کی ہے تاہم اس امر کا ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ سلیم الفطرت مسلمانوں کے نزدیک اسلام کی تبلیغ کے مقابلہ میں ملکی آزادی، گو یہ کتنا ہی مقدس کام ہو، ترجیح نہیں رکھتا کیونکہ تبلیغ اسلام خود اتنا بلند مقصد ہے کہ اس میں کامیابی سے ہی دنیا کو آغوش اسلام میں لا کر آسمانی حکومت قائم ہو سکتی ہے اور نہ صرف ایک قوم کو بلکہ تمام بنی نوع انسان کو اس سے حقیقی امن، سلامت روی اور آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کے سامنے یہی عظیم مقصد درپیش ہے۔

تقابلی جائزہ

(مامور من اللہ کا کسی عام دانشور یا لیڈر سے موازنہ غیر مناسب ہے لیکن

بعض جگہ بات کو واضح کرنے کے لئے بامر مجبوری ایسا کرنا پڑا ہے۔)

اب ہمارے سامنے ایک طرف وہ الٰہی وجود ہے جس نے پستی اور پژمردگی کے دور میں زوال و انحطاط کو ختم کرنے اور ساری دنیا کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی مہم کا آغاز کیا۔جس نے بقول بی۔اے۔ڈار سابق ڈائریکٹر اقبال اکیڈمی تبلیغ اسلام کے ذریعے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا۔جس نے بقول شیخ محمد اکرم (ادارہ ثقافت اسلامیہ) اسلام پر حملہ آور ہونے والے مغربی علماء کے اعتراضوں کی تلواریں کند کر دیں ۔جس نے بقول سر اقبال وہ جماعت پیدا کر دی جو ''اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ ہے'' اور دوسری طرف سر اقبال ہیں جو چالیس سال تک جماعت احمدیہ سے بھائی چارہ کے بعد عمر کے آخری تین سالوں میں بعض سیاسی و ذاتی وجوہ سے مرزا صاحب پر نکتہ چینیوں اور اعتراضات کے پلندے لئے مخالفین احمدیت کی ہاں میں ہاں ملانے لگے۔

علامہ اقبال کے کلام میں کئی جگہ اچھی اچھی حکمت کی باتیں ملتی ہیں جو قابل تعریف ہیں مگر آیئے !اس امر کا جائزہ لیں کہ خود اقبال نے اپنی روحانی قوت کے ذریعہ کیا انقلاب برپا کیا؟ اپنے حلقہ میں اسلامی سیرت کی حامل کون سی جماعت پیدا کی؟ پنڈت نہرو کے سامنے اسلام کی جس اندرونی طاقت Inner Vitality Of Islam کا ذکر کرتے ہیں خود ان میں وہ طاقت وصلاحیت کس قدر جلوہ فرما ہے؟ ان سوالات کے جواب کے لئے اقبال کی درج ذیل تحریر ملاحظہ ہو۔فرماتے ہیں۔

قوت عمل مفقود ہے۔

''میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔قوت عمل مفقود ہے۔ہاں یہ آرزو رہتی ہے کہ کوئی قابل نوجوان ہو جو ذوق خداداد کے ساتھ قوت عمل بھی رکھتا ہو تو اس کے دل میں اپنا اضطراب منتقل کر دوں''۔

(خط بنام اکبر الہ آبادی۔کلیات مکاتیب اقبال ص۔۴۲۱)

مطبوعہ:الفضل انٹرنیشنل ۰۳ر جولائی ۱۹۹۹ء تا ۱۲ر اگست ۱۹۹۹ء)

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆☆

رجوع الی اللہ



عامر حسنی ملیشیا

خوفِ خدا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ
توبہ، فنا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

اک موت کا ہی رقص نظر آئے چارسو
قہرِ خدا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

شیطاں سے چھوڑ یاریاں اب وقت ہے کہ آ
عہدِ وفا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

گر تیرے کام خوب ہیں، اللہ کے فضل ہیں
پھر کیوں سزا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

کب تک خدا سے دور بھٹکتا رہے گا یوں
آئے لقا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

حشرات اس کے حکم سے چلتے ہیں دوستو
آئے وبا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

اس کے سوا نہیں کوئی تمہیں بچائے گا
صبرو رضا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

اس کو منائیں گریہ و زاری سے ہم تو پھر
آتے بقا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

عامرؔ ہو سجدہ ریز سدا اس اُمید پر
آئے شفا کے دن ہیں، خدا کی پناہ مانگ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆



علماء اپنی معقولیت کھو چکے

(چوہدری نعیم احمد باجوہ)



ہزاروں مساجد، لاکھوں علماء، دانشوروں اور مفتیوں کی ایک فوج ظفر موج موجود ہو۔مملکت کا بندوبست اسلامی کہلائے ۔کفر کے فتوے دن رات ارزاں ہوں ۔پر ایک حقیقی ضرورت کے لئے، بقائے انسانی کی خاطر اور زندگی کورواں دواں رکھنے کے لئے صدر مملکت اسلامی جمہوریہ پاکستان اتنا مایوس ہو جائے کہ اسے اپنے علماء سے یہ امید ہی باقی نہ رہے کہ یہ کوئی معقولیت کی بات کریں گے ،اسے فتویٰ لینے الازہر کے در پر جانا پڑے۔

چلیں الازہر والوں نے ہی بندے کی لاج رکھ لی ۔فتویٰ ضرورت اور حالات کے مطابق دے دیا۔صدر مملکت نے خوشی خوشی اعلان کر دیا کہ چلو یہ مسئلہ تو حل ہوا۔ پر اپنے مفتی پھر بھی اڑ گئے ۔انہوں نے کہا ہو سکتا نہیں کہ ہم اپنے اپنے مریدوں کو اپنے سے دور ہونے دیں۔محبت جو بہت ہوئی۔درد اور فکر بھی بہت ہے۔ پر پتا نہیں فکر قوم کی ہے کہ اپنی دوکان کی ۔اور اڑیں بھی کیوں نا یہاں ہر ایک کا اسلام الگ ہر ایک کا فتویٰ الگ۔مسجد الگ۔محراب منبر الگ۔تحفظات مفادات بھی الگ الگ۔ پر اسلام تو ایک ہی تھا۔قرآن بھی ایک ہی ہے۔کعبہ بھی ایک،قبلہ بھی ایک،منہ بھی سب کے کعبے شریف ول، پر نیت اپنی اپنی،مسیت اپنی اپنی،سعودیوں کا احترام ہمیشہ پاکستانی علماء نے قائم رکھنے کی کوشش کی ۔عوام بھی انہیں چاہتے بہت ہیں ۔وہاں تو کوئی حیل و حجت نہ ہوئی ۔ایک شاہی فرمان جاری ہوا اور معاملہ سیٹ۔ پر اپنے والے تو کعبے والوں کی ماننے سے بھی انکاری ہو گئے جن کو دیکھ دیکھ کر سالوں سے روزے عیدیں منا رہے تھے۔

ایک عالمی وبا پھیل گئی ۔حقیقی ضرورت اجتہاد کی پڑ گئی ۔ بلکہ اجتہاد کی ضرورت ہی کیا تھی۔حکم موجود،سنت موجود،اقوال موجود۔عمل کیا گیا کروایا گیا ۔بیماری،سردی،بارش کی وجہ سے حکم دیا کہ مسجد آنے کی ضرورت نہیں۔گھر میں عبادات بجا لاؤ۔جمعہ بھی چھوڑ سکتے ہو۔فرائض میں بھی حالات کے مطابق تبدیلی ہو سکتی ہے۔پر وہ مفتی، مولوی کیا جو سیدھی طرح معاملہ حل ہونے دے۔اپنی اہمیت نہ جتائے۔

وبا پھوٹی تو دنیا کے بیشتر مما لک میں اجتماعات پر فوری پابندی لگی۔ پر جہاں بحث مذہبی و سیاسی مفتیوں کے ہتھ چڑھی وہاں معاملہ لٹک گیا۔وہاں اب خود بھی لٹک رہے ہیں اور عوام کو بھی لٹکا بیٹھے ہیں ۔نہ دین ہاتھ آیا نہ معاش ۔بندے بھی مروا رہے ہیں۔

عرب مما لک نے اسی قرآن و سنت کو دیکھ پڑھ کے فتوے لئے اور مساجد بند کر دیں۔صدیوں سے جاری طواف کعبہ بھی روک دیا گیا۔اس میں بھی یار لوگوں نے توجیہات نکال لیں کہ یہ کورونا کا شاخسانہ نہیں بلکہ کسی بغاوت کی بو کو دفنانے کے لئے کیا گیا سیاسی فیصلہ ہے۔

پاکستان کے پڑھے لکھے جبہ دار مفتیوں سے تو افریقہ کے پینڈو مفتی اور پادری سیانے نکلے۔غانا، برکینا فاسو،ساؤتھ افریقہ،کینیا ،مشرقی و مغربی شمالی و جنوبی افریقہ اور دیگر کئی مما لک نے فوری طور پر بلا چوں چراں حالات کی نزاکت کو سمجھا۔حکومت وقت کے مشورے پر عمل کیا۔ یاد رہے کہ بیشتر مما لک میں حکومت نے حکماً عبادت گاہیں بند نہیں کیں بلکہ مذہبی لیڈروں کو خود موقع دیا ۔پر معلوم نہیں مفتی منیب،تقی عثمانی اور دیگر پر کون سا صحیفہ اترتا ہے،آتے ہیں کس غیب سے یہ مضامین خیال میں، کہ جو بات سارے عالم اسلام کو سمجھ آ گئی ان کی سمجھ سے کوسوں دور ہے۔

ہمارے پڑھے لکھے مفتی ان افریقن مفتیوں کو پلے باندھیں یا نہ پر وہ ان پر سبقت لے گئے۔انہوں نے بھی اسی قرآن و سنت سے فتاویٰ لئے اور مساجد کی عارضی بندش کا اعلان کر دیا۔صرف اک مثال برکینا فاسو کی جو مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے۔اس میں کرونا کا پہلا کیس 9 مارچ کو کنفرم ہوا۔ 11 مارچ کو حکومتی وزراء نے پریس کانفرنس کی ۔تمام سرکاری غیر سرکاری تقریبات کینسل

کریں۔لیکن عبادت گاہوں کو بند کیا نہ کہا بند کریں۔عبادت گاہوں کو بند کرنے کے حوالے سے ایک صحافی کے سوال پر وزیر موصوف نے صرف یہ کہا کہ ذمہ داری کا مظاہرہ کریں۔ایک ہفتے کے اندر اندر مگر ذمہ داری سے فیصلہ ہو گیا۔ کوئی شور اٹھا نہ کنفیوژن ہوئی۔مفتی، پادری مسلم عیسائی متفق ہو گئے کہ لوگوں کو زندہ رکھو۔زندہ ہوں گے تو مسجد مندر چرچ میں پھر آ جائیں گے۔عبادت گاہیں پھر آباد ہو جائیں گی۔نہیں تو یہ کرونے والے ہمیں بھی پرو جائیں گے۔

پاکستان کا المیہ یہ ہوا کہ پہلے اکیلا اکیلا مفتی ٹی وی پر اپنا اپنا بیان دے بیٹھا کہ نماز باجماعت موقوف نہیں ہو سکتی۔اب اس میں پھنس گیا ہے۔پہلے بیان سے مکرے کیسے۔اب تو سافٹ ویئر ہی تبدیل ہو تو بات بنے۔ادھر صدر صاحب ان سے مایوس ہو کر الازہر چلے گئے تو یہ اور بپھرے۔بر امان گئے کہا کہ ہماری کوئی اوقات ہی نہیں فتویٰ لینے باہر چلے گئے۔بھئی اوقات تو آپ دکھا چکے۔اب جلد یا بدیر حکومت کچھ اور دکھانے پر مجبور ہونے والی ہے۔لیکن وقت پہلے ہی بہت سرک چکا۔پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی بہہ چکا۔

مفتی منیب جو دو ہفتے پہلے بڑے طمطراق سے کہہ رہے تھے کہ کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اب خود بول رہے ہیں کہ بیمار کمزور اور بچے گھر رہیں۔پر یہ کون سمجھائے مفتی صاحب کو کہ پھڈا ہی یہ ہے کہ پتا ہی نہیں کون بیمار ہے۔اگلے دنوں میں یہ فتویٰ بھی تبدیل ہونے والا ہے۔اور پنجابی مثال سو فیصد صادق آنے والی ہے۔اس وقت تک یہ مفتی گنڈے بھی کھا جائیں گے اور جوتے تو عوام خود لے آئیں گے۔پر بندے بھی مروا بیٹھیں گے۔

پاکستان کا مولوی اڑ گیا ہے۔جو بات حالات کا ادراک کئے بغیر کر دی تھی اس کا پہرہ دے رہا ہے۔دنیا ساری ایک طرف اور ہمارے مفتیوں کا ٹولہ ایک طرف۔یہ کسی صورت اپنی دوکان داری بند کرنے کو آمادہ نہیں۔آج دنیا کا میڈیا یہ خبریں دینے پر مجبور ہے کہ پاکستانی مفتی اڑ گئے ہیں۔بات وہ کرتے ہیں جو نہ معقول ہے نہ منقول۔اور ساتھ فرماتے ہیں جناب ساجد میر صاحب کہ میرے مذہب کو تنگ نظر نہ کہو۔

https://www.voanews.com/science-health/ coronavirus -outbreak/pakistani-clerics-insist-keeping-mosques-open

سینیٹر صاحب مذہب تو تنگ نظر نہیں تھا اور نہ ہے۔پر تنگ نظروں کے ہتھے ضرور چڑھ گیا ہے۔لگے ہاتھ یہ بھی فرما دیجئے کہ ان خلاف انسانیت فتاویٰ کی پٹاری کھلنے کے بعد لوگ مذہب پر اعتماد کریں گے یا نشانے پر رکھیں گے۔ مفتیان کرام اور سینیٹر صاحب تنگ نظر تو چھوٹا لفظ ہے تاریخ آپ کو ایسے القابات سے نوازنے والی ہے کہ جو آج لکھے نہیں جا سکتے۔

ایک تجویز یہ بھی ہو سکتی ہے کہ میڈیا متفقہ طور پر ایک اعلان کر دے کہ ان علماء کے گزشتہ دنوں کے کبھی نشر نہ کئے جائیں گے بس ایک واری پھر سوچ سمجھ کر عوام کی زندگیوں کی خاطر معروضی حالات کے پیش نظر کوئی ڈھنگ کا فتویٰ دے دیں۔یہ ترلہ کر لیں شاید بات بن جائے۔

جب عوام کو ادراک ہو گا کہ بیماری جان لیوا ہے اور پھیلتی اکٹھے ہونے اور جپھیاں ڈالنے سے زیادہ ہے۔تو کون مفتی کے فتوے کی پرواہ کرے گا۔سائنس کو جوتے کی نوک پر رکھنے والے پھر جوتے کی نوک پر آ جائیں گے۔ حالات کے مطابق بروقت فیصلہ نہ کر کے اور اپنی ضد پر اڑے ہوئے علماء اپنی ساکھ اور معقولیت کھو ہی چکے ہیں ساتھ میں مذہب کو بھی بدنام کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔

اور ہاں چودھویں صدی عیسوی میں بلیک ڈیتھ نامی وبا کے وقت بھی کچھ ایسے ہی مفتی عیسائیت کو میسر تھے۔وہ بھی اڑ گئے تھے۔لوگ تو قربان ہو گئے پر چرچ معقولیت کے درجے سے گر گیا اور ہمیشہ کے لئے نا قابل اعتبار ٹھرا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

امامت بطور پیشہ جائز نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

پھر فرمایا:"میرے نزدیک جو لوگ پیشہ کے طور پر نماز پڑھاتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست نہیں وہ اپنی جمعرات کی روٹیوں یا تنخواہ کے خیال سے نماز پڑھاتے ہیں، اگر نہ ملے تو چھوڑ دیں۔"

(البدر 9 جنوری 1903ء صفحہ 85)

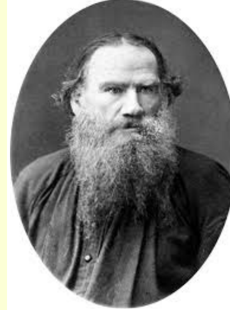
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆



رحمۃ للعلمین ﷺ غیروں کی نظر میں

مرتبہ۔رجل خوشاب



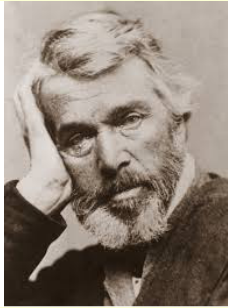
1۔ٹالسٹائی روس کا مشہور مورّخ ہے۔حضرت محمد ﷺ کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہے۔ حضرت محمد ﷺ خلیق، متواضع، روشن خیال اور صاحب بصیرت تھے۔آپ لوگوں سے عمدہ برتاؤ کرتے تھے۔آپ کی طبیعت اصلاح اور دینی مباحثات کی طرف شروع ہی سے مائل تھی۔

2۔موسیو کاسٹن کارلکھتا ہے۔اسلام درحقیقت ایک اجتماعی مذہب ہے یہ ایک مقبول مذہب ہے اس میں تمام وہ چیزیں موجود ہیں جن سے ہمارے اس زمانہ کا تمدن بنا ہے۔

3۔امریکہ کے مشہور پروفیسر ہوورڈ نے ڈیل نیو یارک ٹائمز میں لکھا ہے۔ہم لوگ خواہ کتنا ہی انکار کریں مگر واقعات کو سامنے رکھ کر یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس قوم پر حکومت کر رہا ہے جو تاریکی کے زمانہ میں عیسائیوں کے لئے شمع بنی رہی ہے اور جس نے ہمارے دماغوں کو اپنے علوم وفنون سے سیراب کر دیا ہے۔اس کی الہامی کتاب قرآن ہے جو روز اول سے اس طرح محفوظ ہے۔

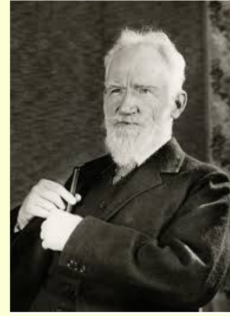
4۔پروفیسر ایڈورڈ مونٹے کا یورپ کی مسلمہ شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔آپ کی تحقیق اور صاف گوئی ضرب المثل ہے۔آپ نے اسلام کا بخوبی مطالعہ کیا ہے۔ آپ اپنی کتاب ''تبلیغ عیسائیت'' اور مخالف اسلام میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر لکھتے ہیں کہ'' یہ سچ ہے کہ حضرت محمد ﷺ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے مجموعہ تھے۔آپ کا دل اسلام کی روشنی سے منور تھا۔اور آپ نے اس نور کو مسلمانوں کے دلوں میں بھر دیا تھا۔

5۔مسٹر اسٹینل جو ایک بہت بڑا عالم اور مصنف ہے۔ Speeches of Mohammad میں لکھتا ہے۔''حضرت محمد ﷺ کی شخصیت رحم وشجاعت کا حیرت انگیز مجموعہ ہے۔آپ کئی سال عربوں کی مخالفت کا تن تنہا مقابلہ کرتے رہے۔آپ اتنے خوش خلق تھے کہ ہر ادنی واعلی سے محبت سے پیش آتے۔ غیروں کے ساتھ شفقت کرتے۔حقیقت یہ ہے کہ آپ کی عظیم الشان فیاضی، بہادری واستقلال اور بے غرضانہ محبت بلاشبہ قابل تعریف ہے۔اور آپ پر عیش پسندی، ظلم وغیرہ کے جو اتہامات لگائے جاتے ہیں ہم تحقیق کی بناء پر کہتے ہیں کہ یہ سب بے بنیاد ہیں''۔



6۔انگلینڈ کے مشہور رائٹر ٹامس کارلائل اپنی کتاب Hero and hero worship میں لکھتے ہیں۔یعنی میں آپ کو سچا تو یقین کرتا ہوں لیکن آپ سب انبیاء سے سچے ہیں۔کارلائل نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر ایک مقالہ لکھا ہے۔جس میں لکھتے ہیں'' محمد نہ غلطی خوردہ ہے نہ مفتری بلکہ وہ اپنے دعویٰ میں راستباز اور صادق تھے''۔

7۔غیر متعصب مفکرین یورپ میں سے باسورتھ سمتھ ایم اے لکھتے ہیں۔قرآن مجید جو ایک غیر تعلیم یافتہ اُمّی کی کتاب ہے۔وہ ایک ہی وقت میں منظوم بھی ہے۔دعاؤں کی بھی کتاب ہے۔اور بائیبل بھی ہے۔اور آج کے دن تک تمام نسل انسانی کے نصف حصہ لوگوں کی آبادی کی نظر میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور معجزہ خیال کی جاتی ہے۔جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے اسے Standing Miracle قرار دیا ہے۔اور کیوں نہ ہو۔جبکہ وہ واقعی ایک معجزہ ہے۔پھر لکھتے ہیں۔علم تاریخ میں یہ ایک بے مثال قسم کی بات ہے کہ حضرت محمد ﷺ بیک وقت ایک قوم اور ملت کے اور ایک ایمپائر کے اور ایک مذہب کے کامیاب بانی قرار پائے۔



8۔جارج برنارڈ شا لکھتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کو انسانوں کا نجات دہندہ کہنا چاہیے۔میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس جیسے شخص کو اس زمانہ میں متمدن دنیا کی ڈکٹیٹر شپ سونپی جائے تو وہ اسکی بہت سی مشکلات کے حل میں ایسے طریق پر کامیاب ہوجائے گا۔جس سے مطلوبہ امن اور سلامتی حاصل ہوجائے۔

9۔ایک یورپین مشہور محقق Pierrs Crailitles لکھتے ہیں تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔جب سے حضرت محمد ﷺ نے مسلمان ماؤں ،اور بیویوں اور لڑکیوں کو وہ درجہ اور وہ حرمت اور عزت مرتبہ دیا ہے جو ابھی تک مغرب کے قوانین میں عورتوں کو عام طور پر نہیں دیا گیا۔

10۔Montgomsry Watt.W نے دو کتابیں سیرت حضرت محمد ﷺ پر شائع کی ہیں۔نمبر1 محمد ایٹ مکہ۔نمبر2۔محمد ایٹ مدینہ۔ان ہر دو کتابوں میں اس نے آپ حضرت محمد ﷺ پر سب نام نہاد لگائے گئے الزامات کا بھرپور دفاع کرتے ہوئے جواب دیا ہے۔

11۔A.J.Arberry پروفیسر عربی کیمبرج یونیورسٹی نے بھی بڑی وضاحت کے ساتھ قرآن کریم اور حضرت حضرت محمد ﷺ کی سیرت کے بعض پہلوؤں کی تعریف کی ہے۔

12۔CraggKeneth مسلم ورلڈ امیکہ کا ایڈیٹر تھا۔اس نے ''کال آف دی منرٹ'' نامی کتاب لکھی ہے۔اس نے حضرت محمد ﷺ کے متعلق شہادت دی ہے اور قرآن کریم کے تعلق بھی عمدہ بیان دیا ہے۔

13۔اطالوی خاتون نوگ لی ایری جونیپلز یونیورسٹی میں عربی کی پروفیسر تھی۔اس نے کتاب اپالوجی آف اسلام لکھی ہے۔جس کا انگلش ترجمہ انٹروڈکشن آف اسلام ہے۔یہ حضرت محمد ﷺ اور اسلام کے عشق میں ڈوبی ہوئی کتاب ہے۔حضرت محمد ﷺ کی سیرت اس رنگ میں پیش کی گئی ہے کہ اس شخص کی زندگی قرآن کا نمونہ ہے۔(ملخص از تقریر چوہدری ظفر اللہ خاں)۔

14۔لالہ کنور سنگھ چیف جسٹس کشمیر نے 24جون 1934ء کو اسلامیہ کالج لاہور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔''حضرت محمد ﷺ سچے نبی تھے آپ کی سیرت کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روشن ہوجاتی ہے کہ توحید اور مساوات آپ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

15۔پروفیسر شانتارام۔ایم اے اندرا کالج بمبئی نے لکھا ہے'' محمد صاحب ایسے مہاپرش تھے کہ ان کے مقابلہ کا اوتار روئے زمین کی تاریخ میں نظر نہیں آیا۔حضرت محمد ﷺ بہت بڑے ریفارمر ہیں۔آپ نے ہی اخلاق، محبت و مساوات کی روشنی پھیلائی۔اور غریبوں کی مظلومیت کا خاتمہ کردیا''۔اہم ہستیوں میں حضرت محمد ﷺ کا نام سب سے بلند ہے۔اس کے علاوہ دنیا کے اہم اور بڑے لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کو ہمیشہ تعریفی کلمات سے یاد کیا ہے۔ہندوستان میں مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، سروجنی نائیڈو،مسٹر مارکس ڈاڈ، سرٹیگور، پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت بمبئی۔لالہ رام چند ایسے سینکڑوں لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کی عمدہ سیرت لکھی ہے۔

16۔مشہور مستشرق ڈی کچی لکھتے ہیں۔حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں۔تو وہ ہمیں گوناگوں اوصاف حسنہ کے جامع نظر آتے ہیں۔ان میں ہم وہ فہم وذکا پاتے ہیں۔جو قریش کی امتیازی خصوصیت تھے۔وقات، سلیقہ، میانہ روی اور ضبط نفس کی وہ جیتی جاگتی تصویر تھے۔اور وہ یہ اوصاف ہیں۔جو اعلی درجہ کے انسانوں میں پائے جاتے ہیں۔

(برگزیدہ رسول غیروں کی نظر میں صفحہ 32/الفضل ربوہ یکم فروری 2011ء)



17۔بائبل قرآن اور سائینس'' کے نام سے موسوم کتاب اصل میں فرانسیسی زبان میں لکھی گئی تھی۔جس کا مصنف موریس بوکائلے جو کہ ایک سرجن ہے لکھتا ہے۔'' اب اگر ہم مسلمان مفسرین کی توضیحات پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ قرآن کو بالکل ہی مختلف انداز میں پیش کرتے ہیں۔تقریباً چودہ صدی کا عرصہ ہوا۔ ماحول مکہ میں جب حضرت محمد ﷺ عالم استغراق میں تھے۔تو آپ کو جبرائیل (علیہ السلام) کے ذریعہ اللہ کا پہلا پیغام ملا۔پھر پہلے پیغام کے بعد فترت وحی کا طویل عرصہ گزرنے پر مسلسل نزول وحی ہوتا

رہا۔جس کا پھیلاؤ بیس سال کی مدت پر ہی یہ وحی نہ صرف حضرت محمد ﷺ کی حیات میں ضبط تحریر میں لے آئی گئی تھی۔ بلکہ السابقون الاولون کے وہ صحابہ جن کو آپ کی محبت نصیب ہوئی۔زبانی اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔آپ کی رحلت (632ء) کے بعد مختلف اجزاء کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کر دیا گیا۔ جس کے بعد وہ کتاب قرآن کے نام سے موسوم کی گئی۔ یہ خدا کا کلام ہے اور انسان کی جانب سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔وہ خطی نسخے جو اسلام کی پہلی صدی کے وقت سے ہماری دسترس میں ہیں۔آج کے متن کی تصدیق وتوثیق کرتے ہیں۔ایک خوبی جو پوری طرح قرآن کریم کیساتھ مخصوص ہے۔یہ ہے کہ جب اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کی بحث کی جاتی ہے تو اس میں متعدد مقامات پر تمام انواع کے قدرتی حوادث سے متعلق اظہار خیال دکھائی دیتا ہے۔یعنی فلکیات سے لے کر انسانی توالد وتناسل کرہ ارض، عالم حیوانی ونباتاتی تک سب ہی کچھ اس میں موجود ہے۔(بائبل قرآن اور سائینس از موریس بوکائلے صفحہ 7۔8/الفضل ربوہ مورخہ 15/اپریل 2011ء)۔



18۔حضرت محمد ﷺ کی ہدایت کے ماتحت انصار اور مہاجرین نے کفار کے قیدیوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا چنانچہ بعض قیدیوں کی اپنی شہادت تاریخ میں ان الفاظ میں مذکور ہے کہ خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو سوار کرتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے ہم کو گندم کی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوریں کھا کر پڑے رہتے تھے۔اس لئے (میور صاحب لکھتے ہیں) ہم کو یہ معلوم کر کے تعجب نہ کرنا چاہیے کہ بعض قیدی اس نیک سلوک کے اثر کے نیچے مسلمان ہو گئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا گیا........جو قیدی اسلام نہیں لائے ان پر بھی اس نیک سلوک کا اثر ہوا"۔ Life of Mohamat by sir william muir1978 London page242.(الفضل ربوہ 21/اپریل 2011ء)

19. مشہور مستشرق سٹینلے پول فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔جس دن محمد ﷺ کو اپنے دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی وہی دن آپ ﷺ کی اپنے نفس پر فتح حاصل کرنے کا دن تھا۔قریش نے سالہا سال تک جو کچھ رنج اور صدمے دیئے تھے اور بے رحمانہ تحقیر وتذلیل کی مصیبت آپ ﷺ کی پر ڈالی تھی۔آپ نے کشادہ دلی کے ساتھ ان تمام باتوں سے درگذر کی اور مکہ کے تمام باشندوں کو ایک عام معافی نامہ دے دیا" Speaches and table talk of the prophet Mohammad by stainley lane-pool LondonInteroduction 1882

(الفضل ربوہ 21۔اپریل 2011ء)

20۔جارج سیل لکھتا ہے"محمد ﷺ کی کامل طور پر فطری قابلیتوں سے آراستہ تھے۔شکل میں نہایت خوبصورت،فہیم، اور دُور رَس عقل والے، پسندیدہ وخوش اطوار،غرباء پرور،ہر ایک سے متواضع، دشمنوں کے مقابلہ میں صاحبِ استقلال وشجاعت، سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے تعالیٰ کے نام کا نہایت ادب و احترام کرنے والے تھے ۔جھوٹی قسم کھانے والوں، زانیوں،سفاکوں،جھوٹی تہمت لگانے والوں،لالچیوں اور جھوٹی گواہی دینے والوں کے خلاف نہایت سخت تھے۔بُردباری،صدقہ وخیرات،رحم وکرم،،شکر گزاری،والدین اور بزگوں کی تعظیم کی نہایت تاکید کرنے والے اور خدا کی حمد وتعریف میں نہایت کثرت سے مشغول رہنے والے تھے"

fifth ,The Quran by George Sale,Gent) page edition.Philadelphia J.B Lippincott and co 1860

7.4(از ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اگست ستمبر 2014 ناموس رسالت نمبر)

21۔سٹینلے لین پول لکھتا ہے۔"محمد ﷺ کی جب اپنے آبائی شہر مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور اہل مکہ آپ کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔تو ان سب کو معاف کر دیا یہ ایسی فتح تھی اور ایسا پاکیزہ فاتحانہ داخلہ تھا جس کی مثال ساری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔"

The speeches and] Tablets of the prophet,Mohammad by Stainley Lane Poole,Macmillan and co 1882.]

22۔ پروفیسر ایچ جی ویلز۔ The outline of history کے

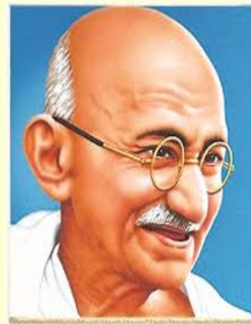
مصنف ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''پیغمبر اسلام کی صداقت کا یہی بڑا ثبوت ہے جو آپ کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ وہی آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے۔۔۔حضرت محمد ﷺ کی ہرگز جھوٹے نبی نہ تھے۔۔۔اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام میں بڑی خوبیاں اور باعظمت صفات موجود ہیں۔۔۔پیغمبر اسلام نے ایک ایسی سوسائٹی کی بنیاد رکھی جس میں ظلم اور سفا کی کا خاتمہ کیا گیا''

The outline of history by H.G.Wells,part2

دی لیسی اولیرے۔ پھر De Lacy O L eary اپنی کتاب اسلام ایٹ دی کراس روڈز میں لکھتا ہے کہ:

''تاریخ نے اس بات کو کھول کر رکھ دیا ہے کہ شدت پسند مسلمانوں کا اس دنیا پر فتح پالینا اور تلوار کی نوک پر مقبوضہ اقوام میں اسلام نافذ کر دینا تاریخ دانوں کے بیان کردہ قصوں میں سے فضول ترین اور عجیب ترین قصہ ہے''۔ یعنی جو مورخین لکھتے ہیں کہ اسلام نے تلوار کی نوک پر فتح پائی یہ فضول ترین قصے ہیں۔''

Islam at the Cross Roads by De Lacy O Leary, page8London 1923



23۔مہاتما گاندھی لکھتے ہیں کہ ''میں اس شخص کی زندگی کے بارہ میں سب کچھ کہنا چاہتا تھا جس نے بغیر کسی اختلاف کے لاکھوں پر حکومت کی ۔اس کی زندگی کے بارہ میں مطالعہ کر کے میرا اس بات پر پہلے سے بھی زیادہ پختہ یقین ہو گیا ہے کہ اسلام نے اس زمانے میں تلوار کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں جگہ نہیں بنائی بلکہ اس پیغمبر کی سادگی، اپنے کام میں مگن رہنے کی عادت، انتہائی باریکیوں کے ساتھ اپنے عہدوں کو پورا کرنا اپنے دوستوں اور پیروکاروں کے ساتھ انتہائی عقیدت رکھنا، بے باک و بے خوف ہونا، اور خدا کی ذات اور اپنے مشن پر کامل یقین ہونا، اُس کی یہی باتیں تھیں جنہوں نے ہر مشکل پر قابو پایا، جو سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ جب میں نے اس پیغمبر کی سیرت کے متعلق دوسری جلد بھی پڑھ لی تو اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے مجھ پر اُداسی چھا گئی۔''

Young ,Mahatma Ghandhi Statement Published in India,1924.

24۔Sir John Begot Glub لکھتے ہیں کہ ''اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے روحانی تجربات اپنے اندر پرانے اور نئے عہد ناموں کے قصوں اور عیسائی بزرگوں کے روحانی تجربات سے حیران کُن حد تک مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ممکن ہے کہ ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے ماننے والے افراد کے ان گنت رؤیا اور کشوف سے بھی مشابہت رکھتے ہوں۔مزید یہ کہ اکثر اوقات ایسے تجربات تقدس وفضیلت والی زندگی کے آغاز کی علامت ہوتے ہیں۔ایسے واقعات کو نفسانی دھوکہ قرار دینا کوئی موزوں وضاحت معلوم نہیں ہوتی ۔ کیونکہ یہ واقعات تو بہت سے لوگوں میں مشترک رہے ہیں۔ایسے لوگ جن کے درمیان ہزاروں سالوں کا فرق اور ہزاروں میلوں کے فاصلے تھے۔ جنھوں نے ایک دوسرے کے متعلق سنا تک نہ ہوگا لیکن اس کے باوجود ان کے واقعات میں ایک غیر معمولی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ رائے معقول نہیں کہ ان تمام افراد نے حیران کُن حد تک مشابہ رؤیا و کشوف اپنے طور پر ہی بنا لئے ہوں۔ باوجود یہ کہ یہ افراد ایک دوسرے کے وجود ہی سے نابلد تھے۔

24۔The life of Mohammad میں جان ولیم ڈریپر John William Draper لکھتے ہیں کہ Justiman کی وفات کے چار سال بعد 569 عیسوی میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس نے تمام شخصیات میں سب سے زیادہ بنی نوع انسان پر اپنا اثر چھوڑا۔ اور وہ شخص حضرت محمد ﷺ ہے۔ جسے بعض یورپین لوگ جھوٹا کہتے ہیں لیکن حضرت محمد ﷺ کے اندر ایسی خوبیاں تھیں۔ جن کی وجہ سے کئی قوموں کی قسمتوں کے فیصلے ہوئے۔ وہ ایک تبلیغ کرنے والے سپاہی تھے۔ وہ جب تقریر کے میدان میں اترتے تو فصیح ہوتے اور جب میدان جنگ میں آتے تو بہادر ہوتے۔ ان کا مذہب یہی تھا کہ ایک خدا ہے۔اس سچائی کو بیان کرنے کے لئے انہوں نے نظریاتی بحثوں کو اختیار نہیں کیا بلکہ اپنے ماننے والوں کو صفائی، نماز، روزہ جیسے امور کی تعلیم دیتے ہوئے ان کی معاشرتی حالتوں کو عملی رنگوں میں بہتر بنایا۔اس شخص نے صدقہ

خیرات کو باقی تمام کاموں پر فوقیت دی۔''

History of the intellectual Depelopement of europe byJohn William Draper MD,LL.D Newyork Harper 244and brothers 1863 page

25۔ولیم منٹگمری لکھتے ہیں کہ''حضرت محمد ﷺ کی اور اسلام کی ابتدائی تاریخ پر جتنا غور کریں اتنا ہی آپ کی کامیابیوں کی وسعت کو دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔اُس وقت کے حالات نے آپ کو ایک ایسا موقع فراہم کیا جو کم لوگوں کو ملتا ہے گویا آپ اُس زمانے کے لئے موزوں ترین انسان تھے۔اگر آپ کے پاس دور اندیشی،حکومت کرنے کی انتظامی صلاحیتیں،توکل علی اللہ،اور اس بات پر یقین کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے نہ ہوتا تو انسانی تاریخ میں ایک اہم باب رقم ہونے سے رہ جاتا۔

Mohammad of ,William Montgumry Watt .pp335,Madina,Oxford at the Clerendon Press 1956

26۔باسورتھ سمتھ مشہور عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ''مذہب اور حکومت کے راہنما اور گورنر کی حیثیت سے پوپ اور قیصر کی دو شخصیتیں حضرت محمد ﷺ کے وجود میں جمع تھیں۔آپ پوپ تھے۔مگر اس کی طرح ظاہرداریوں سے پاک۔آپ قیصر تھے مگر قیصر کے جاہ وحشمت سے بے نیاز۔اگر دنیا میں کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ اس نے باقاعدہ فوج کے بغیر،محل شاہی کے بغیر،اور لگان کی وصولی کے بغیر صرف خدا کے نام پر دنیا میں امن اور انتظام قائم رکھا تو وہ صرف حضرت محمد ﷺ ہیں۔آپ کو اس ساز و سامان کے بغیر ہی سب طاقتیں حاصل تھیں''۔

پھر صفحہ 133 پر لکھتے ہیں:۔''یہ کہنا کہ عرب کو انقلاب کی ضرورت تھی۔بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہئے کہ پیغمبر کے ظہور کا وقت آ گیا تھا۔اگر ایسا ہی تھا تو حضرت محمد ﷺ ہی وہ پیغمبر کیوں نہ ہوں؟اس زمانے میں موجودہ زمانے کے مصنف سپرنگر نے یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی آمد سے سالہا سال قبل ایک پیغمبر کے ظہور کی توقع بھی تھی اور پیشگوئی بھی تھی''۔پھر آگے بیان کرتے ہیں'' مجموعی طور پر مجھے حیرانی نہیں کہ حضرت محمد ﷺ مختلف حالات میں کتنے بدل گئے تھے۔بلکہ تعجب تو یہ ہے آپ کی شخصیت میں کتنی تبدیلی پیدا ہوئی تھی۔صحرائی گلہ بانی کے ایام میں،شامی تاجر کے طور پر،غارِ حرا کی خلوت گزینی کے ایام میں،اقلیتی جماعت کے مصلح کے طور پر(مکہ میں)مدینہ میں جلاوطنی کے ایام میں،ایک مسلمہ فاتح کے طور پر،یونانی بادشاہوں اور ایرانی ہرقلوں کے ہم مرتبہ ہونے کی حالت میں،ہم آپ کی حیثیت میں ایک غیر متزلزل استقلال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔۔۔مجھے نہیں لگتا کہ اگر کسی اور آدمی کے خارجی حالات اس قدر زیادہ بدل جاتے تو کبھی اُس کی ذات میں اس قدر کم تبدیلی رونما ہوتی۔حضرت محمد ﷺ کے خارجی حالات تو تبدیل ہوتے رہے۔مگر ان تمام حالتوں میں مجھے اُن کی ذات کا جوہر ایک جیسا ہی دکھائی دیتا ہے''۔صفحہ 133۔ واشنگٹن ارونگ اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتا ہے کہ:۔آپؐ کی فتوحات نے نہ تو حضرت محمد ﷺ کے اندر نہ تو تکبر پیدا کیا،نہ کوئی غرور،اور نہ کسی قسم کی مصنوعی شان و شوکت پیدا کی۔اگر ان فتوحات میں ذاتی اغراض ہوتیں تو ضرور ایسا کرتے۔اپنی طاقت کے جوبن پر بھی اپنی عادات اور حلیہ میں وہی سادگی برقرار رکھی،جو آپ کے اندر مشکل ترین حالات میں تھی۔یہاں تک کہ اپنی شاہانہ زندگی میں بھی اگر کوئی آپ کے کمرہ میں داخل ہوتے وقت غیر ضروری تعظیم کا اظہار کرتا تو آپ اسے ناپسند فرماتے۔

Life of Mohomet by William Irving Leipzig Bernhard Touchritz 1850 pp272,273]

27۔سر ولیم میور لکھتا ہے کہ''حضرت محمد ﷺ اپنا ہر ایک کام کرتے اور جس کام کو بھی ہاتھ میں لیتے جب تک اسے ختم نہ کر لیتے اُسے نہ چھوڑتے۔معاشرتی میل جول میں بھی آپ کا یہی طریق رہتا۔جب آپ کسی کے ساتھ بات کرنے کے لئے اپنا رُخ موڑتے تو آپ آدھا نہ مڑتے بلکہ پورا چہرہ،پورا جسم اُس شخص کی طرف پھیر لیتے۔کسی سے مصافحہ کرتے وقت آپ اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے۔اسی طرح کسی اجنبی سے گفتگو کرتے ہوئے درمیان میں نہ چھوڑتے اور اگلے شخص کی بات پوری سنتے۔آپ کی زندگی پر آپ کی خاندانی سادگی غالب تھی۔آپ کو ہر کام خود کرنے کی عادت تھی۔جب بھی آپ صدقہ دیتے تو سوالی کو اپنے ہاتھ سے دیتے۔گھریلو کام کاج میں اپنی بیویوں کا ہاتھ بٹاتے۔۔۔۔''پھر لکھتا ہے:۔آپ تک ہر کس و ناکس کی پہنچ ہوتی جیسے دریا کی پہنچ کناروں تک ہوتی ہے۔باہر سے آئے ہوئے وفود کو

عزت و احترام سے خوش آمدید کہتے ان وفود کی آمد اور دیگر حکومتی معاملات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اندر ایک قابل حکمران کی تمام صلاحیتیں موجود تھیں سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے۔''

The life of Mohammad by Willium Miur .vol 4 London .Smith. Elder and Co 65 Cornhill,1861 pp510.13

پھر لکھتا ہے کہ ''ایک اہم خوبی وہ خوش خلقی اور وہ خیال تھا جو آپ اپنے معمولی سے معمولی پیروکار کا رکھا کرتے۔حیاء،شفقت،سخاوت،صبر،عاجزی، آپ کے اخلاق کے نمایاں پہلو تھے۔اور ان کے باعث آپ اپنے ماحول میں ہر شخص کو اپنا گرویدہ کر لیتے۔انکار کرنا آپ کو ناپسند تھا۔اگر کسی سوالی کی فریاد پوری نہ کر پاتے تو خاموش رہنے کو ترجیح دیتے۔کبھی یہ نہیں سنا کہ آپ نے کسی کی دعوت رد کی ہو۔خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو اور کبھی یہ نہیں ہوا کہ آپ نے کسی کا پیش کیا ہوا تحفہ رد کر دیا ہو۔خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔آپ کی ایک نرالی خوبی یہ تھی کہ آپ کی محفل میں موجود ہر شخص کو یہ خیال ہوتا کہ وہی اہم ترین مہمان ہے اگر آپ کسی کو اپنی کامیابی پر ت خوش پاتے تو گرم جوشی سے اس سے مصافحہ کرتے اور گلے لگاتے ۔ اور محروموں اور تکلیف میں گھرے افراد سے بڑی نرمی سے ہمدردی کا اظہار کرتے۔بچوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔اور راہ کھیلتے بچوں کو سلام کرنے میں عار نہ سمجھتے۔

پھر لکھتا ہے کہ اپنی طاقت کے عروج پر بھی آپ منصف اور معتدل رہے ۔آپ اپنے ان دشمنوں سے بھی نرمی میں ذرا کمی نہ کرتے۔جو آپ کے دعاوی کو بخوشی قبول کر لیتے۔مکہ والوں کی طویل اور سرکش ایذا رسانیاں اس بات پر منتج ہونی چاہیے تھیں کہ فتح مکہ اپنے غیظ و غضب میں آگ اور خون کی ہولی کھیلتا لیکن حضرت محمد ﷺ نے چند مجرموں کے علاوہ عام معافی کا اعلان کر دیا اور ماضی کی تمام تلخ یادوں کو یکسر بھلا دیا۔ان کے تمام استہزاء، گستاخیوں اور ظلم و ستم کے باوجود،آپ نے اپنے سخت ترین مخالفین سے بھی احسان کا سلوک کیا ۔مدینہ میں عبداللہ اور دیگر منحرف ساتھی (جو منافقین تھے) جو کہ سالہا سال سے آپ کے منصوبوں میں روکیں ڈالتے اور آپ کی حاکمیت میں مزاحم ہوتے رہے ان سے درگزر کرنا بھی ایک روشن مثال ہے اسی طرح وہ نرمی جو آپ نے ان قبائل سے برتی جو آپؐ کے سامنے سرنگوں تھے اور قبل ازیں جو فتوحات میں بھی شدید مخالف رہے تھے۔ان سے بھی نرمی کا سلوک فرمایا۔پھر لکھتا ہے کہ ''یہ حضرت محمد ﷺ کی سچائی کے لئے ایک تائیدی نشان تھا'' (کئی جگہ پر مخالفت میں بھی اور قرآن کے بارے میں بھی لکھتا ہے) کہ ''یہ حضرت محمد ﷺ کی سچائی

کرونا وائرس

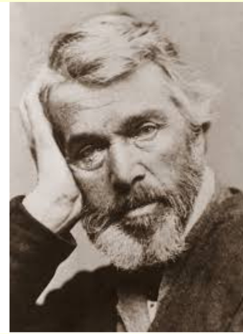
اذان سابا نور پوری

یہ بلا ہے۔ فلک سے آئی ہے
برقِ دہشت یہاں گرائی ہے
یہ ہے پھوٹی۔ طاعون ہو جیسے
گر دوا نہ بنی۔ دہائی ہے
جانے کب تک رہے یہ عالم میں
جانے تُو ہی۔ تری خدائی ہے
آئے۔ دارالاماں میں۔ آ جائے
جس کی مٹی میں پارسائی ہے
ایسی توحیش ہے زمانے میں
کالی ناگن جوں گھر میں آئی ہے
تم کو کیا خوف ہو اس آفت کا
دل کے اندر اگر صفائی ہے
توبہ دل میں نصوح مومن کے
ذکرِ مولیٰ سے دلربائی ہے
ہے ہمیں خوف کیا اگر حاصل
خلفِ احمد کی رہنمائی ہے
روکے کھڑی ہے
یوں لگتا ہے قیامت کی گھڑی ہے
مگر اس شہر کی گلیوں میں رقصاں
عجب وحشت زدہ یہ زندگی ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆

کے لئے ایک تائیدی نشان ہے کہ جو آپؐ پر اول اول ایمان لائے وہ اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ بلکہ آپ کے قریبی دوست تھے اور گھر کے افراد بھی جو کہ آپ کی ذاتی زندگی سے اچھی طرح واقف تھے آپؐ کے کردار میں وہ خامیاں نہ دیکھ سکے جو عام طور پر ایک منافق، دھوکہ باز کے گھریلو تعلق اور باہر کے روّیہ میں ہوتی ہیں۔'' صفحہ نمبر 97۔98۔

28۔سر تھامس کارلائل Sir Thomas Carlyle حضرت محمد ﷺ کے اُمی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں کہ



''ایک اور بات ہمیں بھولنی نہیں چاہیے کہ اس وقت کسی مدرسے کی تعلیم میسّر نہ تھی۔اس چیز کو جسے ہم سکول لرننگ کہتے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔لکھنے کا فن تو عرب میں بالکل نیا تھا۔یہ رائے بالکل سچی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کبھی خود نہ لکھ سکے۔
اس کی تمام تعلیم صحرا کی بودوباش اور اس کے گرد گھومتی ہے۔اس لامحدود کائنات، اپنے تاریک علاقہ اور اپنی انہی مادی آنکھوں اور خیالات سے وہ کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے۔؟ مزید حیرت ہوتی ہے جب دیکھا جائے کہ کتب بھی میسر نہ تھیں۔عرب کے تاریک بیابان میں سُنی سنائی باتوں اور اپنے ذاتی مشاہدات کے علاوہ وہ کچھ بھی علم نہ رکھتے تھے۔وہ حکمت کی باتیں جو آپؐ سے پہلے موجود تھیں یا عرب کے علاوہ دوسرے علاقے میں موجود تھیں ان تک رسائی نہ ہونے کے باعث وہ آپؐ کے لئے نہ ہونے کے برابر تھیں۔ایسے حکام اور علماء میں سے کسی نے اس عظیم انسان نے براہ راست مکالمہ نہیں کیا۔وہ اس بیابان میں تنِ تنہا تھے اور یوں ہی قدرت اور اپنی سوچوں کے محور میں پروان چڑھے۔'' پھر آپ کی شادی کے بارے میں اور گھریلو تعلقات کے متعلق لکھتا ہے کہ وہ کیسے خدیجہ کا ساتھی بنا؟ کیسے ایک امیر بیوہ کے کاروباری امور کا مہتمم بنا؟ اور سفر کرکے شام کے میلوں میں شرکت کی؟۔اُس نے یہ سب کچھ کیسے کرلیا؟ ہر ایک کو پتہ ہے کہ یہ اس نے انتہائی خوبی اور مہارت سے کرلیا۔خدیجہؓ کے دل میں ان کا احترام اور ان کی کے لئے شکر کے جذبات کیونکر پیدا ہوئے؟ ان دونوں کی شادی کی داستان، جیسا کہ عرب کے مصنّفین نے ذکر کیا ہے، بڑی دلکش اور قابلِ فہم ہے۔حضرت محمد ﷺ کی عمر 25 سال تھی۔پھر لکھتا ہے کہ ''معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اس محسنہ کے ساتھ انتہائی پیار بھری، پرسکون اور بھرپور زندگی بسر کی۔وہ خدیجہؓ سے حقیقی پیار کرتے تھے۔صرف اُسی کے تھے اس کو جھوٹا نبی کہنے میں یہ حقیقت روک ہے کہ آپ نے یہ زندگی کا یہ دور اس انداز سے گزارا کہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔یہ دور انتہائی سادہ اور پرسکون تھا یہاں تک کہ آپؐ کی جوانی کے دن گزر گئے۔''

پھر لکھتا ہے کہ ''ہم لوگوں یعنی عیسائیوں میں جو یہ بات مشہور ہے حضرت محمد ﷺ ایک پرفتن اور غیر فطرتی شخص اور جھوٹے دعوے دار نبوت تھے۔اور ان کا مذہب دیوانگی اور خام خیالی کا ایک تودہ ہے۔اب یہ باتیں لوگوں کے قریب غلط ٹھہرتی چلی جارہی ہیں۔'' پھر کہتا ہے کہ جو جھوٹ متعصب عیسائیوں نے اس انسان یعنی حضرت محمد ﷺ کی نسبت بنائے تھے اب وہ الزامات قطعاً ہماری رُوسیاہی کا باعث ہیں اور جو باتیں اس انسان (حضرت محمد ﷺ) نے منہ سے نکالی تھیں، بارہ سو برس سے اٹھارہ کروڑ آدمیوں کے بمنزلہ ہدایت کے قائم ہیں اس وقت جتنے لوگ حضرت محمد ﷺ پر اعتقاد رکھتے ہیں ان سے زیادہ کسی کے کلام پر اس زمانے کے لوگ یقین نہیں رکھتے۔میرے نزدیک اس خیال سے بدتر اور ناخدا پرستی کا کوئی دوسرا خیال نہیں ہے۔کہ ایک جھوٹے آدمی نے یہ مذہب پھیلایا۔(یہ بالکل غلط ہے)

Six Lectures on Heroes, Heroes Worship and the Heroe in the History by Thomas Carlyle]

29۔لامارٹین (Lamartine) پھر ایک فرنچ فلاسفر اپنی کتاب (ہسٹری آف ٹرکی) میں لکھتا ہے کہ ''اگر کسی شخص کی قابلیت کو پرکھنے کے لئے تین معیار مقرر کئے جائیں کہ اس شخص کا مقصد کتنا عظیم ہے، اُس کے پاس ذرائع کتنے محدود ہیں اور اُس کے نتائج کتنے عظیم الشان ہیں۔آج کون ایسا شخص ملے گا جو حضرت محمد ﷺ سے مقابلے کی جسارت کر سکے۔دنیا کی شہرہ آفاق شخصیات نے صرف چند فوجوں، قوانین اور سلطنتوں کو شکست دی۔اور انہوں نے محض دنیاوی حکومتوں کا قیام کیا۔اور ان میں سے بھی بعض طاقتیں ان کے سامنے ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہوگئیں مگر حضرت محمد ﷺ نے نہ صرف دنیا کی

فوجوں، قوانین، حکومتوں، مختلف اقوام اور نسلوں بلکہ دنیا کی کل آبادی کے ایک تہائی کو یکجا کردیا مزید برآں اُس نے قربان گاہوں، خداؤں، مذاہب، عقائد، افکار اور روحوں کی تجدید کی۔ حضرت محمد ﷺ کی بنیاد صرف ایک کتاب تھی۔ جس کا حرف حرف قانون بن گیا۔ اُس شخص نے ہر زبان اور ہر نسل کو ایک روحانی تشخص سے نوازا''۔ پھر لکھتا ہے:۔ حضرت محمد ﷺ ایک فلسفہ دان، خطیب، پیغمبر، قانوندان، جنگجو، افکار پر فتح پانے والا، عقلی تعلیمات کی تجدید کرنے والا بیسیوں روحانی اور ظاہری حکومتوں اور ایک روحانی حکومت کو قائم کرنے والا شخص تھا۔ انسانی عظمت کو پرکھنے کا کوئی بھی معیار مقرر کرلیں۔ کیا حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی عظیم شخص پیدا ہوا۔؟''

History Of Turkey by A. De Lamartine,New york;D.Appleton and Company ,346.348 Braodway ,1855,vol.1pp154.155.]

30۔ جان ڈیون مارٹ (John Devonport) لکھتا ہے کہ

''کیا یہ بات سمجھ آسکتی ہے کہ جس شخص نے حقیر و ذلیل بت پرستی کے بدلے، جس میں اُس کے ہم وطن یعنی اہل عرب مبتلا تھے۔ خدائے واحد کی پرستش قائم کرکے بڑی بڑی ہمیشہ رہنے والی اصلاحیں کیں۔ کیا وہ جھوٹا نبی تھا؟ کیا ہم اس سرگرم اور پرجوش مصلح کو فریبی ٹھہرا سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایسے شخص کی تمام کاروائیاں مکر پر مبنی تھیں۔ نہیں ایسا نہیں کہہ سکتے۔ بے شک حضرت محمد ﷺ بجز دلی نیک نیتی اور ایمانداری کے اور کسی سبب سے ایسے استقلال کے ساتھ ابتدائے نزول وحی سے اخیر دم تک مستعد نہیں رہ سکتے تھے۔ جو لوگ ہر دم اُن کے پاس رہتے تھے وہ جو اُن سے بہت کچھ ربط ضبط رکھتے تھے۔ ان کو بھی کبھی آپ پر ریاکاری کا شبہ نہ ہوا۔'' پھر لکھتا ہے کہ:۔ یہ بات یقینی طور پر سچائی سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر مغربی شہزادے مسلمان مجاہدین اور ترکوں کی جگہ ایشیا کے حکمران ہو گئے ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ اس مذہبی رواداری کا سلوک نہ کرتے جو مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ کیونکہ عیسائیت نے تو اپنے ان ہم مذہبوں کو نہایت تعصب اور ظلم کے ساتھ تشدد کا نشانہ بنایا جن کے ساتھ اُن کے مذہبی اختلافات تھے۔''

31۔ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong) لکھتی ہے کہ



''حضرت محمد ﷺ کو بنیادی توحید پر مبنی روحانیت کے قیام کے لئے عملاً صفر سے کام کا آغاز کرنا پڑا۔ جب آپ نے اپنے مشن کا آغاز کیا تو ناممکن تھا کہ کوئی آپ کو اپنے مشن پر کام کرنے کا موقع فراہم کرتا، عرب قوم توحید کے لئے بالکل تیار نہ تھی وہ لوگ ابھی اس اعلیٰ معیار کے نظریہ (توحید) کے قابل نہ ہوئے تھے۔ درحقیقت اس متشدد اور خوفناک معاشرے میں اس نظریے کو متعارف کروانا انتہائی خطرناک ہوسکتا تھا۔ اور حضرت محمد ﷺ بہت ہی خوش قسمت ہوتے اگر اپنی زندگی کو بچا پاتے۔ درحقیقت حضرت محمد ﷺ کی جان اکثر خطرات میں گھری رہتی اور ان کا بچ جانا قریب قریب ایک معجزہ تھا مگر حضرت محمد ﷺ کامیاب ہوئے۔ اپنی زندگی کے اختتام تک حضرت محمد ﷺ نے قبائلی تشدد کی پرانی روایت کا قلع قمع کردیا اور عرب معاشرے کے لئے لادینیت کوئی مسئلہ نہ رہا۔ اب عرب قوم اپنی تاریخ کے ایک نئے دور میں داخل ہونے کے لئے تیار تھی۔'' پھر لکھتی ہیں:۔ آخر یہ مغرب ہی تھا نہ کہ اسلام، جس نے مذہبی مباحثات پر پابندی لگائی۔ صلیبی جنگوں کے وقت تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ یورپ دوسروں کے نظریات دبانے کی آرزو میں جنونی ہو چکا تھا اور جس جوش سے اس نے اپنے مخالفین کو سزائیں دی ہیں۔ مذہب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اختلاف رائے کرنے والوں پر مظالم، پروٹسٹنٹ کے کیتھولک پر مظالم اور اسی طرح کیتھولک کے پروٹسٹنٹ پر مظالم کی بنیاد ان پیچیدہ مذہبی عقائد پر تھی۔ جن کی اجازت یہودیت اور اسلام نے ذاتی معاملات میں اختیاری طور پر دی ہے عیسائی ملحدانہ عقائد کا یہودیت اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جن کے مطابق (عیسایت) الوہیت کے بارے میں انسانی تصورات کو ناقابل قبول حد تک لے جاتا ہے بلکہ اُسے مشرکانہ بنادیتا ہے۔''

A biography of the prophet by Karen) [Armstrong page 53.54

32۔ اینی بسانٹ (Annie Besant) لکھتی ہیں کہ ''ایک ایسے

شخص کے لئے جس نے عرب کے عظیم نبی کی زندگی اور اُس کے کردار کا مطالعہ کیا ہو اور جو جانتا ہو کہ اُس نبی نے کیا تعلیم دی اور کس طرح اس نے اپنی زندگی گزاری۔ اس کے لئے ناممکن ہے کہ وہ خدا کے انبیاء میں سے اس عظیم نبی کی تعظیم نہ کرے میں جو باتیں کہہ رہی ہوں ان کے متعلق بہت لوگوں کو شاید پہلے سے علم ہو گا لیکن میں جب بھی ان باتوں کو پڑھتی ہوں۔ تو مجھے اس عربی استاد کی تعظیم کے لئے ایک نیا احساس پیدا ہوتا ہے اور اس کی تعریف کا ایک نیا رنگ نظر آتا ہے۔''

The life and Teachings of Mohammad,Madras 1932 page 4

33۔ روتھ کرینسٹین (Ruth Cranston) لکھتی ہیں کہ

''حضرت محمد ﷺ نے کبھی بھی جنگ یا خونریزی کا آغاز نہیں کیا۔ ہر جنگ جو انہوں نے لڑی وہ مدافعانہ تھی۔ وہ اگر لڑے تو اپنی بقا کو برقرار رکھنے کے لئے اور ایسے اسلحے اور طریق سے لڑے جو اُس زمانے کا رواج تھا۔ یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ چودہ کروڑ عیسائیوں میں سے (1949 میں لکھی گئی کتاب) جنہوں نے حال ہی میں ایک لاکھ بیس ہزار سے زائد انسانوں کو ایک بم سے ہلاک کر دیا ہو، کوئی قوم بھی ایسی نہیں جو ایک ایسے لیڈر پر شک کی نظر ڈال سکے جس نے اپنی تمام جنگوں کے بدترین حالات میں بھی صرف پانچ یا چھ سو افراد کو تہ تیغ کیا ہو۔ عرب کے نبی کے ہاتھوں ساتویں صدی کے تاریکی دور میں جب لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہوں، ہونے والی ان ہلاکتوں کا آج کی روشن بیسویں صدی کی ہلاکتوں سے مقابلہ کرنا ایک حماقت کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس بیان کی تو حاجت ہی نہیں جو قتل انکوزیشن اور صلیبی جنگوں کے زمانے میں ہوئے جب عیسائی جنگجوؤں نے اس بات کو ریکارڈ کیا کہ وہ ان بے دینوں کی کٹی پھٹی لاشوں کے درمیان ٹخنے ٹخنے خون میں پھر رہے تھے۔''

,New Haper and Row publishers,World Faith by Rurh Caranston)

[page 155York 1949

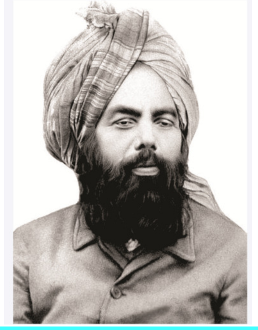
34۔ گاڈ فرے ہیگنز لکھتے ہیں کہ ''اس بات سے زیادہ عام طور پر کوئی بات سننے میں نہیں آئی کہ عیسائی پادری حضرت محمد ﷺ کے مذہب کو اس کے تعصب اور غیر رواداری کی وجہ سے گالیاں دیتے ہیں۔ عجیب یقین دہانی اور منافقت ہے۔ یہ کون تھا جس نے سپین سے اُن مسلمانوں کو جو عیسائی ہو چکے تھے، بھگایا تھا، کیونکہ وہ سچے عیسائی نہ تھے؟ اور وہ کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو میں لاکھوں لوگوں کو تہ تیغ کر دیا تھا اور اُن کو غلام بنالیا تھا کیونکہ وہ عیسائی نہ تھے؟ اور کیا ہی عمدہ اور مختلف نمونہ تھا جو مسلمانوں نے یونان میں دکھایا۔ صدیوں تک عیسائیوں کو اُن کے مذہب ، اُن کے پادریوں، لاٹ پادریوں، اور راہبوں، اور اُن کے گرجا گھروں کو اپنی جاگیر پر پُرامن طور سے رہنے دیا۔۔۔۔''

(As Cited inOpology for Mohammad by Godfrey Higgins, Lahore ,page,123.124]

35۔ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتے ہیں کہ ''حضرت محمد ﷺ کی مذہب کی تعلیم کی بجائے اُس کا دوام ہماری حیرت کا موجب ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے مکہ اور مدینہ میں جو خالص نقش جمایا وہ بارہ صدیوں کے انقلاب کے بعد بھی قرآن کے انڈین، افریقی، اور ترک نو معتقدوں نے ابھی تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ مریدانِ۔ حضرت محمد ﷺ اپنے مذہب اور عقیدت کو ایک انسان کے تصور سے باندھنے کی آزمائش اور وسوسے کے مقابل پر ڈٹے رہے۔ اسلام کا سادہ اور ناقابل تبدیل اقرار یہ ہے کہ میں ایک خدا اور خدا کے رسول۔ حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہوں۔ یعنی یہ ہے کہ ''لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' خدا کی یہ ذہنی تصویر بگڑ کر مسلمانوں میں کوئی قابل دید بُت نہیں بنی۔ پیغمبر اسلام کے اعزازات نے انسانی صفت کے معیار کی حدود سے تجاوز نہیں کیا اور ان کے زندہ فرمودات نے ان کے پیروکاروں کے شکر اور جذبہء احسان کو عقل اور مذہب کی حدود کے اندر رکھا ہوا ہے۔''

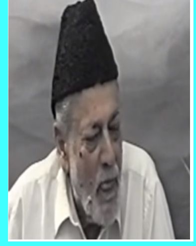
(History of the Sarasun Empire by Edward Gibbson Alexx Murray and sons London 1870 page 54(از ماہنامہ انصار اللہ ربوہ اگست ستمبر 2014 ناموس رسالت نمبر)

☆☆☆☆☆☆



عالمگیر ایٹمی جنگ

اس کے نتائج اور انجام کے بارہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیاں



سید میر مسعود احمد صاحب

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''۔۔۔۔۔نبیوں کا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ وہ خدا سے خبریں پاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے لایظھر علی غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول (الجن: 27،28) یعنی خدا تعالیٰ کے غیب کی باتیں کسی دوسرے پر ظاہر نہیں ہوتیں ہاں اپنے نبیوں میں سے جس کو وہ پسند کرے۔ جو لوگ نبوت کے کمالات سے حصہ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبل از وقت آنے والے واقعات کی اطلاع دیتا ہے۔ اور یہ بہت بڑا عظیم الشان نشان خدا کے مامور اور مُرسلوں کا ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی معجزہ نہیں۔

پیشگوئی بہت بڑا معجزہ ہے۔ تمام کتب سابقہ اور قرآن کریم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہے کہ پیشگوئی سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہوتا۔۔۔۔۔

قطع نظر اس بات کے کہ رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے اور قیامت تک اور اس کے بعد تک کی پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں سب سے بڑھ کر ثبوت رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں کا یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ان پیشگوئیوں کا زندہ ثبوت دینے والا موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بطور نشان کھڑا کیا اور پیشگوئیوں کا ایک عظیم الشان نشان مجھے دیا۔ تا میں ان لوگوں کو جو حقائق سے بے بہرہ اور معرفت الٰہی سے بے نصیب ہیں روز روشن کی طرح دکھا دوں کہ ہمارے پیغمبر خدا ﷺ کے معجزات کیسے مستقل اور دائمی ہیں۔۔۔۔۔ پس جو نشانات خوارق عادات مجھے دئے گئے ہیں، جو پیشگوئیوں کا عظیم الشان نشان مجھے عطا ہوا ہے یہ دراصل رسول اللہ ﷺ کے زندہ معجزات ہیں۔۔۔۔''۔

(ملفوظات جلد اول مطبوعہ لندن صفحہ 412،414)

حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر جو پیشگوئیاں فرمائی ہیں انہیں سمجھنے کے لئے مذکورہ بالا ارشاد میں رہنما اصول بیان ہیں۔ آپؑ کی ہزارہا ایسی کُھلی کُھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہو چکی ہیں۔ بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو آج اس دور میں پورا ہو کر آپؑ کی سچائی اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کی عظمت کی گواہی دے رہی ہیں۔ اور بہت سی ایسی غیب کی خبریں ہیں جو آئندہ زمانوں میں مختلف ادوار میں اپنے وقت پر پوری ہو کر ان الٰہی وعدوں کی حقانیت کو ثابت کرتی چلی جائیں گی۔

مکرم و محترم سید میر مسعود احمد صاحب نے ذیل کے مضمون میں عالمگیر ایٹمی تباہیوں اور ان کے نتائج سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو اکٹھا کر کے مرتب کیا ہے۔ ان میں سخت انذاری پیشگوئیاں بھی ہیں اور تبشیری بھی۔ ان میں خدا کی وعیدیں یاد دلا کر نہایت پُردَرد نصائح بھی ہیں اور اپنے متبعین کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلایا گیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ قارئین اس مضمون کا گہرے غور اور گداز دل کے ساتھ مطالعہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دنیا و آخرت کو بلاؤں سے محفوظ رکھے، اپنی رضا کی راہوں پر ثباتِ قدم سے آگے بڑھنے کی توفیق بخشے اور عالمگیر غلبۂ اسلام کے سلسلہ میں ہم اپنی ذمہ داریوں کہ کماحقّہ ادا کرنے والے ہوں اور اس کے فضلوں کے مبشر وعدے ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھیں۔ (مدیر)

زلزلۃ الساعۃ یعنی ایٹمی جنگ کے بارہ میں پیشگوئی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام 8/اپریل 1905ء کے اشتہار 'الانذار' میں تحریر فرماتے ہیں:

''آج رات تین بجے کے قریب خدا تعالیٰ کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے: تازہ نشان۔ تازہ نشان کا دھکہ۔ زلزلۃ الساعۃ۔ قوا

انفسکم۔ان اللہ مع الابرار۔دَنٰی منک الفضلُ۔جاء الحق وزھق الباطل

ترجمہ مع شرح۔یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا۔وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا۔(مجھے علم نہیں۔۔۔دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا۔۔۔۔ بہرحال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور ہو۔قریب ہو یا بعید ہو پہلے سے بہت خطرناک ہے۔سخت خطرناک ہے۔۔۔۔جو آنے والا حادثہ ہے وہ بہت بڑھ کر ہے۔

خدا تعالیٰ لوگوں پر رحم کرے۔ان کو تقویٰ اور نیک اعمال کا خیال آ جاوے۔۔۔۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی کرکے اپنے تئیں بچالو۔قبل اس کے کہ وہ دن آوے جو ایک دم میں تباہ کر دے گا۔اور فرماتا ہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے جو نیکی کرتے ہیں اور بدی سے بچتے ہیں اور پھر اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ میرا فضل تیرے نزدیک آ گیا۔یعنی وہ وقت آ گیا کہ تُو کامل طور پر شناخت کیا جاوے۔حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جو کچھ نشان ظاہر ہوا اور ہوگا اس سے یہ غرض ہے کہ لوگ بدی سے باز آویں اور اس خدا کے فرستادہ کو جوان کے درمیان ہے شناخت کر لیں۔

پس اے عزیزو! جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانے کا دن نزدیک ہے۔ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا۔ہر ایک جو فسق وفجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جاوے گا۔ہر ایک جو دنیا پرستی میں حد سے گزر گیا ہے اور دنیا کے غموں میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا۔ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جائے گا۔ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مُرسَلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا۔

دیکھو! آج میں نے بتلا دیا۔زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی۔کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔

پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اُس کی طرف سے ہیں، میری طرف سے نہیں۔کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جاویں۔کاش میں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا تا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں۔دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں۔اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچا لو گے تو بچ جاؤ گے۔کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہّار بھی ہے۔اور تم سے اگر ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہوگا تب بھی رحم کیا جائے گا۔ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔

نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے۔آفتاب تو نکلنے کو ہے۔۔۔۔۔انسان کا کیا حرج ہے کہ اگر وہ فسق و فجور کو چھوڑ دے۔کون سا اُس کا اِس میں نقصان ہے اگر وہ مخلوق پرستی نہ کرے۔آگ لگ چکی ہے اٹھو اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔۔۔۔۔اس قدر توبہ استغفار کرو کہ گویا مر ہی جاؤ۔تا وہ حلیم خدا تم پر رحم کرے۔آمین۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

راقم خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی۔8/اپریل 1905ء''

(اشتہار الانذار مطبوعہ قادیان)۔(مجموعہ اشتہارات، جلد سوم، مطبوعہ لندن، صفحہ 524،522)

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت
دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت
کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

(اشعار سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام مطبوعہ نومبر 1901ء)

''آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی ہے وہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں۔۔۔مجھے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ آفت جس کا نام اس نے زلزلہ رکھا ہے نمونۂ قیامت ہوگا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا۔۔۔۔۔اگرچہ

بظاہر لفظ زلزلہ کا آیا ہے مگر ممکن ہے کہ وہ کوئی اور آفت ہو جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہو۔مگر نہایت شدید آفت ہو جو پہلے سے بھی زیادہ تباہی ڈالنے والی ہو۔جس کا سخت اثر مکانات پر بھی پڑے'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 93۔1905ء)۔روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 253،254 مطبوعہ لندن)

''کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم۔۔۔۔۔۔امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہر گز نہیں۔انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا۔۔۔۔۔۔اے یوروپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔وہ واحد یگانہ ایک مدّت تک خاموش رہا۔اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے وہ چپ رہا۔مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔جس کے کان سننے کے ہوں سنے''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 257 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن جلد 22 مطبوعہ لندن صفحہ 269)

''ظاہر الفاظ۔۔۔۔۔۔اس وحی کے جو مجھ پر ہوئی زلزلہ کی ہی خبر دیتے ہیں لیکن سنت اللہ ہمیں مجبور کرتی ہے کہ تاویلی احتمال بھی پیش نظر رہے۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ایک قوم کے لئے ایک جگہ فرماتا ہے۔''وزلزلوا زلزالاً شدیداً'' یعنی ان پر سخت زلزلہ آیا حالانکہ ان پر کوئی زلزلہ نہیں آیا تھا۔پس دوسری آفت کا نام اس جگہ زلزلہ رکھا گیا ہے''۔(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 94 مطبوعہ 1905ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن جلد 21 صفحہ 255)

''خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی کیونکہ میں صرف پنجاب کے لئے مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کے لئے مامور ہوں۔میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ آفتیں اور زلزلے صرف پنجاب سے مخصوص نہیں بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لے گی۔۔۔۔۔۔یہی گھڑی کسی دن یوروپ کے لئے درپیش ہے اور پھر یہ ہولناک دن پنجاب اور ہندوستان اور ہر حصۂ ایشیا کے لئے مقدر ہے جو شخص زندہ رہے گا دیکھ لے گا''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 193 حاشیہ۔مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن جلد 22 صفحہ 200 حاشیہ)

''یاد رہے کہ جس عذاب کے لئے یہ پیشگوئی ہے اس عذاب کو خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ کے لفظ سے بیان کیا ہے اگرچہ بظاہر وہ زلزلہ ہے اور ظاہر الفاظ یہی بتاتے ہیں کہ وہ زلزلہ ہی ہوگا لیکن چونکہ عادت الٰہی میں استعارات بھی داخل ہیں اس لئے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ غالباً تو وہ زلزلہ ہوگا ورنہ کوئی اور جانکاہ اور جانگداز اور فوق العادت عذاب ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہے''۔

(در مکنون حصہ دوم۔تاریخ اشاعت اپریل 1917ء)

''وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئیں گے اور پہلے چار زلزلے کسی قدر ہلکے اور خفیف ہونگے اور دنیا ان کو معمولی سمجھے گی۔پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کر دے گا یہاں تک کہ وہ تمنا کریں گے کہ وہ اس دن سے پہلے مرجاتے'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 93 حاشیہ مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن جلد 22 صفحہ 96)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہام کیا کہ:

''بھونچال آیا اور شدّت سے آیا زمین تہ و بالا کر دی۔ یَوْمَ تَأْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ وَ تَرَی الْاَرْضَ یَوْمَئِذٍ خَامِدَۃً مُّصْفَرَّۃً۔ اُکْرِمُکَ بَعْدَ تَوْھِیْنِکَ۔یُرِیْدُوْنَ اَنْ لَّا یَتِمَّ اَمْرُکَ اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ۔ سَاَجْعَلُ لَکَ سُھُوْلَۃً فِیْ کُلِّ اَمْرٍ۔ اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِّنْ کُلِّ طَرَفٍ''۔

ان الہامات کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اس دن آسمان سے کھلا کھلا دھواں نازل ہوگا اور اس دن زمین زرد پڑ جائے گی۔یعنی سخت قحط کے آثار ظاہر ہونگے۔میں بعد اس کے جو مخالف تیری توہین کریں گے تجھے عزت دوں گا اور تیرا اکرام کروں گا۔وہ ارادہ کریں گے جو تیرا کام ناتمام رہے اور خدا نہیں چاہتا کہ جو تجھے چھوڑ دے جب تک تیرے کام پورے نہ کرے میں رحمن ہوں اور ہر ایک امر میں تجھے سہولت دونگا اور ہر ایک امر میں تجھے برکتیں دکھلاؤں گا۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 94،95 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن جلد 22 صفحہ 98)

’’اس زلزلہ کی جو قیامت کا نمونہ ہوگا یہ علامتیں ہیں کہ کچھ دن پہلے اس سے قحط پڑے گا اور زمین خشک رہ جائے گی نہ معلوم کہ معاً اسکے بعد یا کچھ دیر کے بعد زلزلہ آئے گا۔۔۔‘‘۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 94 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن جلد 22 صفحہ 98 حاشیہ)

’’اے سننے والو! تم سب یاد رکھو کہ اگر یہ پیشگوئیاں صرف معمولی طور پر ظہور میں آئیں تو سمجھ لو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں لیکن اگر ان پیشگوئیوں نے اپنے پورے ہونے کے وقت دنیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا اور شدت گھبراہٹ سے دیوانہ سا بنا دیا اور اکثر مقامات میں عمارتوں اور جانوں کو نقصان پہنچا تو تم اس خدا سے ڈرو جس نے میرے لئے یہ سب کچھ کر دکھایا‘‘۔(تجلیات الٰہیہ صفحہ 4 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن، جلد 20 صفحہ 396)

’میں بار بار کہتا ہوں کہ توبہ کرو کہ زمین پر اس قدر آفات آنے والی ہیں کہ جیسا کہ ناگہانی طور پر ایک سیاہ آندھی آتی ہے۔۔۔۔۔۔خدا عناصر اربعہ میں سے ہر ایک عنصر میں نشان کے طور پر ایک طوفان پیدا کرے گا اور دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے یہاں تک کہ وہ زلزلہ آجائے گا جو قیامت کا نمونہ ہے۔تب ہر قوم میں ماتم پڑے گا کیونکہ انہوں نے اپنے وقت کو شناخت نہ کیا یہی معنی خدا کے اس الہام کے ہیں کہ ’’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا‘‘۔

یہ پچیس برس کا الہام ہے جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا اور ان دنوں میں پورا ہوگا جس کے کان سننے کے ہیں سنے‘‘۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 192 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن جلد 22 مطبوعہ لندن صفحہ 199،200)

’’یاد رہے کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں موتوں کی کثرت ضروری تھی۔۔۔۔۔۔یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ جو لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے دم سے لوگ مریں گے اور جہاں تک مسیح کی نظر جائے گی اس کا قاتلانہ دم اثر کرے گا۔۔۔۔۔۔معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ اس کے نفخات طیبات یعنی کلمات اس کے جہاں تک زمین میں شائع ہونگے تو چونکہ لوگ ان کا انکار کریں گے اور تکذیب سے پیش آئیں گے اور گالیاں دیں گے اس لئے وہ انکار موجب عذاب ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہو جانا۔اتمام حجّت کے لئے نبی کو لاتا ہے۔اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے۔اور سخت عذاب بغیر نبی کے قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔۔۔۔۔۔اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو‘‘۔(تجلیات الٰہیہ صفحہ 7 تا 9 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن مطبوعہ لندن صفحہ 399 تا 401)

قیامت کی نمونہ تباہی میں تاخیر ڈال دی گئی

’’پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونۂ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے۔۔۔۔۔۔مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونۂ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے اور اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے: رَبِّ اَخِّرْ وَقْتَ ھٰذا۔اَخَّرَہُ اللّٰہُ اِلٰی وَقْتٍ مُّسَمًّی یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ٹال دیا ہے‘‘۔(حقیقۃ الوحی صفحہ 100 حاشیہ۔مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن جلد 22 مطبوعہ لندن صفحہ 103)

عالمگیر تباہیوں کا انجام اور ان کے نتائج

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’ان نشانوں کے بعد دنیا میں ایک تبدیلی پیدا ہوگی اور اکثر دل خدا کی طرف کھینچے جائیں گے اور اکثر سعید دلوں پر دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو جائے گی اور غفلت کے پردے درمیان سے اٹھا دئے جائیں گے۔اور حقیقی اسلام کا شربت انہیں پلایا جائے گا۔جیسا کہ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے ؎

چو دور خسروی آغاز کردند

مسلماں را مسلماں باز کردند

دور خسروی سے مراد اس عاجز کا عہد دعوت ہے۔۔۔۔معنی اس الہام کا یہ ہے کہ جب دور خسروی یعنی دور مسیحی جو خدا کے نزدیک آسمانی بادشاہت کہلاتی ہے۔۔۔۔شروع ہوا جیسا کہ خدا کے پاک نبیوں نے پیشگوئی کی تھی

تو اُس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جو صرف ظاہری مسلمان تھے وہ حقیقی مسلمان بننے لگے''۔

(تجلیات الٰہیہ، صفحہ 4،5 مطبوعہ 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 396،397)

''یاد رہے کہ۔۔۔۔۔ جس قدر خدا نے تباہی کا ارادہ کیا ہے وہ پورا ہو چکے گا۔ تب خدا کا رحم پھر جوش مارے گا اور پھر غیر معمولی اور دہشتناک زلزلوں کا ایک مدّت تک خاتمہ ہو جائے گا۔۔۔ اور جیسا کہ نوحؑ کے وقت میں ہوا کہ ایک خلق کثیر کی موت کے بعد امن کا زمانہ بخشا گیا ایسا ہی اس جگہ بھی ہوگا۔۔۔۔۔ یعنی پھر لوگوں کی دعائیں سنی جائیں گی اور وقت پر بارشیں ہونگی اور باغ اور کھیت بہت پھل دیں گے اور خوشی کا زمانہ آجائے گا اور غیر معمولی آفتیں دور ہو جائیں گی تا لوگ یہ خیال نہ کریں کہ خدا صرف قہّار ہے رحیم نہیں ہے اور تا اس کے مسیح کو منحوس قرار نہ دیں''۔ (تجلیات الٰہیہ، صفحہ 6،7 مطبوعہ 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 399)

''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا۔۔۔۔۔ میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنے سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔۔۔۔۔

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سوا سے سننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا''۔ (تجلیات الٰہیہ، صفحہ 17،18 مطبوعہ 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

''جو جاہل مسلمان کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے وہ نبیٔ معصوم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افتراء کرتے ہیں اور اسلام کی ہتک کرتے ہیں خوب یاد رکھیں کہ اسلام ہمیشہ اپنی پاک تعلیم اور ہدایت اور اپنے ثمراتِ انوار و برکات اور معجزات سے پھیلا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان نشانات آپ کے اخلاق کی پاک تاثیرات نے اسے پھیلایا ہے اور وہ نشانات اور تاثیرات ختم نہیں ہو گئیں بلکہ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں تازہ بتازہ موجود رہتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں اس لئے آپ کی تعلیمات ہمیشہ اپنے ثمرات دیتی رہتی ہیں اور آئندہ جب اسلام ترقی کرے گا تو اس کی یہی راہ ہوگی نہ کوئی اور''۔ (لیکچر لدھیانہ، صفحہ 25، 26، مطبوعہ 1905ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 273،274)

'صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کامل اور زندہ مذہب ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ اسلام کی عظمت و شوکت ظاہر ہو اور اسی مقصد کو لے کر میں آیا ہوں۔۔۔

میں بڑے زور سے اور پورے یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹا دے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔ وہ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دی ہے اور میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا، نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے''۔ (لیکچر لدھیانہ، صفحہ 42، مطبوعہ 1905ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 290)

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ بجز اسلام کوئی مذہب باقی نہیں رہے گا کیونکہ ایسا ہونا قرآن کے منافی ہے۔ ان آیتوں پر غور کرو جہاں لکھا ہے کہ یہود اور نصاریٰ قیامت تک رہیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ تمام مذاہب مردہ اور ذلیل ہو جائیں گے اور اسلام کے مقابل پر مر جائیں گے مگر اسلام۔۔۔۔۔ اپنی روشنی اور زندگی اور غلبہ ظاہر کرے گا''۔ (سراج منیر، صفحہ 40 حاشیہ، مطبوعہ 1897ء۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 42 حاشیہ)

''خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں

آباد ہیں کیا یوروپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے‘‘۔(رسالہ الوصیت، صفحہ 6 مطبوعہ 1905ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306، 307)

’’اس زمانہ میں جو مذہب اور علم کی نہایت سرگرمی سے لڑائی ہو رہی ہے اس کو دیکھ کر اور علم کے مذہب پر حملے مشاہدہ کر کے بے دل نہیں ہونا چاہئے کہ اب کیا کریں۔ یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں بھی اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے۔۔۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ۔۔۔۔۔ اس لڑائی میں بھی دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا۔

حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں، کیسے ہی نئے نئے ہتھیاوں کے ساتھ چڑھ چڑھ آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔۔۔۔۔ اسلام نہ صرف فلسفۂ جدید کے حملے سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علومِ مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام۔۔۔۔۔ کو ان چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہے ہیں‘‘۔(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 254، 255 حاشیہ۔ مطبوعہ 1893ء۔ روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 254، 255 حاشیہ)

’’خدا نے جو اس مامور کو مبعوث فرمایا ہے۔ یہ اس لئے کہ تا اس کے ہاتھ سے دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ بخشے۔۔۔۔۔

ابتداء میں ضرور ہے کہ اس مامور اور اس کی جماعت پر ظلم ہو۔ لیکن آخر میں فتح ہوگی اور یہ دین اِس مامور کے ذریعہ سے تمام ادیان پر غالب آ جائے گا۔ اور دوسری تمام ملتیں بیّنہ کے ساتھ ہلاک ہو جائیں گی۔(سراج منیر صفحہ 40، 41 مطبوعہ 1897ء۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 42، 43)

’’اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آ چکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے کھو نہ دیں۔

اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہمارا اس راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی، مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلّی موقوف ہے جس کا دوسرے لفظوں میں اسلام نام ہے۔۔۔۔ ضرور تھا کہ وہ اس مہمِّ عظیم کے روبراہ کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کارخانہ جو ہر ایک پہلو سے مؤثر ہو اپنی طرف سے قائم کرتا۔ سو اس حکیم و قدیر نے اس عاجز کو اصلاحِ خلائق کے لئے بھیج کر ایسا ہی کیا‘‘۔

(فتح اسلام صفحہ 15 تا 18۔ مطبوعہ دسمبر 1891ء۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10، 11)

’’یہ زمانہ وہی زمانہ ہے جس میں خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ مختلف فرقوں کو ایک قوم بنا دے۔ ان مذہبی جھگڑوں کو ختم کر کے آخر ایک ہی مذہب میں سب کو جمع کر دے۔۔۔۔۔ دنیا کے مذاہب کا بہت شور اٹھے گا۔ ایک مذہب دوسرے مذہب پر ایسا پڑے گا جیسا کہ موج دوسری موج پر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنا چاہیں گے۔ تب آسمان و زمین کا خدا اس تلاطمِ امواج کے زمانہ میں اپنے ہاتھوں سے بغیر دنیوی اسباب کے ایک نیا سلسلہ پیدا کرے گا اور اس میں ان سب کو جمع کرے گا جو استعداد اور مناسبت رکھتے ہیں۔

تب وہ سمجھیں گے کہ مذہب کیا چیز ہے۔ اور ان میں زندگی اور حقیقی راستبازی کی روح پھونکی جائے گی اور خدا کی معرفت کا ان کو جام پلایا جائے گا۔۔۔۔۔ ضرور ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک یہ پیشگوئی کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے قرآن شریف نے دنیا میں شائع کی ہے پوری نہ ہو جائے‘‘۔(لیکچر لاہور صفحہ 36، 37۔ مطبوعہ 1905ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 182، 183)

’’نہ بُت رہیں گے نہ صلیب رہے گی اور سمجھدار دلوں پر سے اُن کی عظمت اٹھ جائے گی اور یہ سب باتیں باطل دکھائی دیں گی اور سچے خدا کا چہرہ نمایاں ہو جائے گا۔ خدا اپنے بزرگ نشانوں کے ساتھ اور اپنے نہایت پاک معارف کے ساتھ اور نہایت قوی دلائل کے ساتھ دلوں کو اسلام کی طرف

پھیرے گا اور وہی منکر رہ جائیں گے جن کے دل مسخ شدہ ہیں۔

خدا ایک ہوا چلا جائے گا جس طرح موسم بہار کی ہوا چلتی ہے اور ایک روحانیت آسمان سے نازل ہوگی اور مختلف بلاد اور ممالک میں بہت جلد پھیل جائے گی جس طرح بجلی مشرق و مغرب میں اپنی چمک ظاہر کر دیتی ہے ایسا ہی روحانیت کے ظہور کے وقت میں ہوگا۔ تب جو نہیں دیکھتے تھے وہ دیکھیں گے اور جو نہیں سمجھتے وہ سمجھیں گے اور امن اور سلامتی کے ساتھ راستی پھیل جائے گی۔'' (کتاب البریّہ صفحہ 270 حاشیہ مطبوعہ 1898ء۔ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 311، 312 حاشیہ)

''اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور بُرہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔۔۔۔۔۔ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹّھا کیا جاتا۔'' (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 64، 65 مطبوعہ 1903ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

''نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی اور یہ سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا مگر یہ نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پاچکا ہے زمین کی طاقت نہیں کہ اس کو محو کر سکے۔۔۔۔۔۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کو چلاوے اور بڑھاوے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔

ہر ایک مخالف کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگاوے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔

پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسیٰؑ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے؟ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔۔ بدقسمت وہ جو اس وقت کو شناخت نہ کرے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 128 مطبوعہ 1905ء۔ روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 295)

''بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزار ہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر تجھے فتح دونگا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کردوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا۔۔۔۔۔۔ ہر ایک چیز کے لئے ایک موسم اور وقت ہے۔۔۔۔۔۔

جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا تو اس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادتی ایمان اور تسلّی اور یقین کا موجب ہوگی''۔

(انوار الاسلام صفحہ 53 مطبوعہ 1894ء۔ روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 54)

''مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مُردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔

دیکھو! صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو۔ وہ تمام مکر و فریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو۔ ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو''۔

(اشتہار مؤرخہ 29 ر دسمبر 1900ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 392۔ اشتہار 29 ر دسمبر 1900ء)

بادشاہوں کا سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونا

''مجھے ۔۔۔۔۔۔کشف صحیح سے معلوم ہوا ہے کہ ملوک بھی اس سلسلہ میں داخل ہونگے ۔۔۔۔۔۔ وہ ملوک مجھے دکھائے بھی گئے وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تجھے یہاں تک برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔اللہ تعالیٰ ایک زمانہ کے بعد ہماری جماعت میں ایسے لوگوں کو داخل کرے گا اور پھر ان کے ساتھ ایک دنیا اس طرف رجوع کرے گی''۔(الحکم 31/جولائی و 10/اگست 1904ء)

''عالم کشف میں وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور کہا گیا کہ یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جؤا اٹھائیں گے اور خدا انہیں برکت دے گا''۔(تجلیات الٰہیہ صفحہ 17 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409 حاشیہ)

''یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہونگے اور ان کے بیعت میں ہونے سے گویا سلطنت بھی اس قوم کی ہوگی۔۔۔۔۔۔اصل بات یہ ہے کہ خدا کے کام تدریجی ہوتے ہیں۔جب آنحضرت ﷺ مکہ معظّمہ کی گلیوں میں تکلیف اٹھاتے پھرتے تھے اس وقت کون خیال کرسکتا تھا کہ اس شخص کا مذہب دنیا میں پھیل جائے گا''۔(الحکم 24/اکتوبر 1902ء)

'بید انی رئیت فی مبشرۃ اریتھا جماعۃ من المومنین المخلصین والملوك العادلین الصالحین۔ بعضھم من ھذا الملك و بعضھم من العرب و بعضھم من فارس و بعضھم من بلاد الشام و بعضھم من ارض الروم و بعضھم من بلاد لا اعرفھا ثم قیل لی من حضرۃ الغیب ان ھؤلاء یصدّقونك و یؤمنون بك و یُصلّون علیك و یدعون لك و اُعطِی لك برکات حتی یَتبرّك الملوكُ بثیابك اُدْخِلُھُم فی المخلصین۔''

ترجمہ:''میں نے ایک رؤیا میں ایک مخلص مومنوں اور عادل اور نیک بادشاہوں کی جماعت دیکھی۔جن میں بعض اس ملک کے تھے اور بعض عرب کے تھے اور بعض فارس کے تھے اور بعض شام کے علاقوں کے تھے۔اور بعض روم کے ملک کے تھے۔اور بعض ایسے علاقوں کے تھے جنہیں میں نہیں جانتا۔

پھر مجھے غیب جاننے والے خدا نے بتایا کہ یہ لوگ تیرے مصدق ہونگے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود پڑھیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے اور میں تجھے اتنی برکتیں دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکتیں پائیں گے''۔

(لجۃ النور صفحہ 3،4۔روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 339،340)

''ذلك قدر اللہ و لا رآدّ لقدرہ وما قلت ھذا القول من الھویٰ ۔ ان ھو الا وحی من رب السمٰوٰت العلی۔ و اوحی الی ربی و وعدنی انہ سینصرنی حتی یبلغ امری مشارق الارض و مغاربھا۔تتموج بحور الحق حتی یعجب الناس حباب غواربھا۔

ترجمہ:''یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اور اس کی تقدیر کوئی ردّ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ نے مجھ پروحی کی اور مجھ سے وعدہ فرمایا کہ وہ میری مدد فرمائے گا یہاں تک کہ میرا امر زمین کے مشرقوں اور مغربوں تک پہنچ جائے گا اور سچائی کے سمندر موجیں ماریں گے یہاں تک کہ ان کی بلند موجوں کے بلبلے لوگوں کو حیران کردیں گے''۔

(لجۃ النور صفحہ 66،67۔روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 408)

''حکم اللہ الرحمن الخلیفۃ اللہ السلطان ۔ یوتی لہ الملک العظیم۔وتفتح علی یدہ الخزائن۔ذٰلک فضل اللہ وفی اعینکم عجیب''

عربی الہام کا ترجمہ:''خدائے رحمن کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لئے جس کی آسمانی بادشاہت ہے۔اس کو ملک عظیم دیا جائے گا اور خزائن اس کے لئے کھولے جائیں گے۔یہ خدا کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 92۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 94)

حاشیہ:''کسی آئندہ زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کشفی رنگ میں کنجیاں دی گئی تھیں مگر ان کنجیوں کا ظہور حضرت عمر فاروقؓ کے ذریعہ سے ہوا۔

خدا جب اپنے ہاتھ سے ایک قوم بناتا ہے تو پسند نہیں کرتا کہ ہمیشہ ان کو لوگ پاؤں کے نیچے کچلتے رہیں۔

آخر بعض بادشاہ ان کی جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں اس طرح پر وہ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پاتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہوا''۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 92 حاشیہ۔روحانی خزائن جلد22 صفحہ 94 حاشیہ)

اہل مکہ اور عرب اقوام حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائیں گی

''و انی رأیت ان اھل مکۃ یدخلون افواجا فی حزب اللہ القادر المختار۔ وھذا من رب السمآء و عجیب فی اعین اھل الارضین''۔

ترجمہ: اور میں دیکھتا ہوں کہ اہل مکہ خدائے قادر کے گروہ میں فوج در فوج داخل ہو جائیں گے اور یہ آسمان کے خدا کی طرف سے ہے اور زمینی لوگوں کی آنکھ میں عجیب۔(نور الحق حصہ دوم صفحہ 10۔روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 197)

''و ان ربی قد بشّر نی فی العرب وألھَمَنِی ان آمُونھم و أُرِیھم طریقھم و أُصْلِحَ لھم شُیونَھم۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ 7 روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 182)

ترجمہ: اور میرے رب نے عرب کی نسبت مجھے بشارت دی اور الہام کیا کہ میں ان کی خبر گیری کروں اور ٹھیک راہ بتاؤں اور ان کا حال درست کروں۔

''ان ارض دمشق تنیر وتشرق بدعوات المسیح الموعود بعد ما اظلمت بانواع البدعات''۔

ترجمہ: دمشق کی سرزمین منور ہوگی اور روشن ہوگی مسیح موعود کی تبلیغ سے بعد اس کے کہ وہ مختلف بدعات کی وجہ سے اندھیری ہوگئی تھی۔

(حمامۃ البشریٰ صفحہ 37۔مطبوعہ 1894ء۔روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 225)

فلسطین پر یہودیوں کا قبضہ عارضی ہوگا

اخبار الحکم 27/اکتوبر 1902ء میں لکھا ہے کہ:

''اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید لیا جاوے۔فرمایا: انّ الْاَرْضَ یَرِثُھَاَ عِبَادِیَ الصالحُون۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الارض سے مراد شام کی سرزمین ہے۔ یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جواب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔خدا تعالیٰ نے یَرِثُھا فرمایا، یَمْلِکُھَا نہیں فرمایا۔اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی جائے تو وہ قبضہ اس قسم کا ہے جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مُرتھن کو دے دیتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کی عظمت ہے۔ارض شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے اس لئے خدا تعالیٰ اس کی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا''۔

(الحکم 27/اکتوبر 1902ء)

مغربی ممالک اسلام کے نور سے منور کئے جائیں گے

''طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہوگا ہم اس پر۔۔۔۔۔۔ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا''۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 515 مطبوعہ 1891ء۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 376،377)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا

''میں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا بحر ذخّار کی طرح دریا ہے جو سانپ کی طرح بل پیچ کھاتا مغرب سے مشرق کو جا رہا ہے اور پھر دیکھتے دیکھتے مشرق سے مغرب کو الٹا بہنے لگا''۔(اخبار الحکم 17/اپریل 1903ء)

''جب ممالک مغربی کے لوگ فوج درفوج دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے تب ایک انقلابِ عظیم ادیان میں پیدا ہوگا اور جب یہ آفتاب پورے طور پر ممالک مغربی میں طلوع کرے گا تو وہی لوگ اسلام سے محروم رہ جائیں گے جن پر دروازہ توبہ کا بند ہے۔یعنی جن کی فطرتیں بالکل مناسبِ حال اسلام کے واقعہ نہیں۔۔۔۔۔۔اُن کے دل سخت ہو جائیں گے اور ان کو توبہ کی توفیق نہیں دی جاوے گی''۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 517۔روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 377،378)

روس اور اس کے متعلقہ علاقوں کے بارہ میں بشارت

رؤیا: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ زار روس کا سونٹا میرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ وہ بڑا لمبا اور خوبصورت ہے۔ پھر میں نے غور سے دیکھا تو وہ بندوق ہے اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ بندوق ہے بلکہ اس میں پوشیدہ نالیاں بھی ہیں گویا بظاہر سونٹا معلوم ہوتا ہے اور وہ بندوق بھی ہے۔ اور پھر دیکھا کہ خوارزم بادشاہ جو بوعلی سینا کے وقت میں تھا اس کی تیر کمان میرے ہاتھ میں ہے۔ بوعلی سینا بھی پاس ہی کھڑا ہے اور اس تیر کمان سے میں نے ایک شیر کو بھی شکار کیا''۔

(الحکم 31 رجنوری 1903ء صفحہ 15)

روایت شیخ عبدالکریم صاحب ولد شیخ غلام محمد صاحب جلد ساز کراچی، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

''1904ء میں ایک روز سیر کے موقعہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقہ میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں''۔

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 13 صفحہ 114)

مشرقی ممالک اور ایشیائی اقوام کے بارہ میں پیشگوئیاں

''مجھے یہ۔۔۔۔۔صاف لفظوں میں فرمایا گیا ہے کہ پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔ ابھی وہ بچے ہیں انہیں معلوم نہیں کہ ایک ہستی قادر مطلق موجود ہے۔ مگر وہ وقت آتا ہے کہ ان کی آنکھیں کھلیں گی اور زندہ خدا کو اس کے عجائب کے ساتھ بجز اسلام کے اور کسی جگہ نہ پائیں گے''۔

(اشتہار مؤرخہ 12 رمارچ 1897ء۔ مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 341)

''سناتن دھرم والے صرف گزشتہ اوتاروں سے محبت نہیں رکھتے بلکہ کلجگ کے زمانہ میں وہ ایک آخری اوتار کے بھی منتظر ہیں جو زمین کو گناہ سے پاک کردے گا۔ پس کیا تعجب ہے کسی وقت خدا کے نشانوں کو دیکھ کر سعادت مند اُن کے خدا کے اس آسمانی سلسلہ کو قبول کرلیں کیونکہ ان میں ضد اور ہٹ دھرمی بہت ہی کم ہے''۔

(سناتن دھرم صفحہ 8 مطبوعہ 1903ء۔روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 475 حاشیہ)

''آریہ ورت کے محقق پنڈت بھی کرشن اوتار کا زمانہ یہی قرار دیتے ہیں اور اس زمانہ میں اس کے آنے کے منتظر ہیں۔۔۔۔۔۔وہ لوگ ابھی مجھے شناخت نہیں کرتے مگر وہ زمانہ آتا ہے۔۔۔۔۔۔کہ مجھے شناخت کرلیں گے کیونکہ خدا کا ہاتھ انہیں دکھائے گا کہ آنے والا یہی ہے''۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ 85،86 مطبوعہ 1906ء۔روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 522،523)

ہندو راجپوتوں اور ڈوگروں کے احمدی ہونے کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 4 رنومبر 1904ء کو ایک رؤیا دیکھی:

''25 رشعبان 1323ھ بروز جمعہ مقام سرائے بٹالہ بوقت واپسی از سیالکوٹ خواب میں میں نے دیکھا کہ راجہ گلاب سنگھ مہاراجہ کشمیر میرے پیر دبا رہا ہے۔ پھر دیکھا کہ بہت سے زیورات سونے کے جمع ہو رہے ہیں اور مولوی نورالدین صاحب نے پوچھا ہے کہ یہ کیسے زیورات ہیں۔ میں نے کہا کہ گوالیار کے راجہ نے خیرات کے لئے بھیجے ہیں''۔

(تذکرہ ایڈیشن سوم، اکتوبر 1969ء صفحہ 521)

''جیسا کہ خدا نے مجھے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے ایسا ہی میں ہندوؤں کے لئے بطور اوتار ہوں۔۔۔۔۔جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رُو سے میں وہی ہوں۔۔۔۔۔وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے میرے پر یہ ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔۔۔۔۔۔

راجہ کرشن جیسا کہ میرے پر ظاہر کیا گیا ہے درحقیقت ایک ایسا کامل انسان تھا جس کی نظیر ہندوؤں کے کسی رشی اور اوتار میں نہیں پائی جاتی اور اپنے وقت کا اوتار یعنی نبی تھا جس پر خدا کی طرف سے روح القدس اترتا تھا۔۔۔۔۔۔

جس نے آریہ ورت کی زمین کو پاپ سے صاف کیا وہ اپنے زمانہ کا درحقیقت نبی تھا جس کی تعلیم کو پیچھے سے بہت سی باتوں میں بگاڑ دیا گیا۔۔۔۔۔

خدا کا وعدہ تھا کہ آخری زمانہ میں اس کا بُروز یعنی اوتار پیدا کرے سو یہ وعدہ

میرے ظہور سے پورا ہوا۔۔۔۔۔۔میں کرشن سے محبت کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا مظہر ہوں‘‘۔
(لیکچر سیالکوٹ صفحہ 33،34 مطبوعہ 1905ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 228،229)

’’دو دفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرح جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اوتار ہیں اور کرشن ہیں اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں اور ایک دفعہ الہام ہوا:

’’ہے کرشن رودّر گوپال تیری مہما ہو تیری اُستتی گیتا میں موجود ہے۔ لفظ رودّر کے معنیٰ نذیر اور گوپال کے معنی بشیر کے ہیں‘‘۔
(اخبار الحکم 24/ اپریل 1902ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رؤیا

’’ایک بڑا تخت مربّع شکل کا ہندوؤں کے درمیان بچھا ہوا ہے جس پر میں بیٹھا ہوں۔ ایک ہندو کسی کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ کرشن جی کہاں ہیں؟ جس سے سوال کیا گیا وہ میری طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ یہ ہے۔ پھر تمام ہندو روپیہ وغیرہ نذر کے طور پر دینے لگے اتنے میں ہجوم میں سے ایک ہندو بولا ہے کرشن جی رودّر گوپال۔ یہ عرصہ دراز کی رؤیا ہے‘‘۔
(اخبار البدر 29/ اکتوبر و 8/ نومبر 1903ء)

’لوگ بزرگوں کی تعلیم کو بوجہ امتداد زمانہ بھول جاتے ہیں اور ان کی سچی تعلیموں میں بہت کچھ بے جا تصرف کر لیا کرتے ہیں اور مرورِ زمانہ سے ان کی اصلی تعلیم پر سینکڑوں پردے پڑ جاتے ہیں اور حقیقت حال دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اصل بات یہی ہے کہ ان کا مذہب موجودہ مذہب اہلِ ہنود سے بالکل مختلف اور توحید کی سچی تعلیم پر مبنی تھا۔۔۔۔۔۔ ایک بار ہم نے کرشن جی کو دیکھا کہ وہ کالے رنگ کے تھے اور پتلی ناک، کشادہ پیشانی والے ہیں۔ کرشن جی نے اٹھ کر اپنی ناک ہماری ناک سے اور اپنی پیشانی ہماری پیشانی سے ملا کر چسپاں کر دی‘‘۔ (اخبار الحکم 6/ مارچ 1908ء)

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل یکم جنوری 1999ء تا 15 جنوری 1999ء)

☆☆☆☆☆☆

شیطان سے نجات کا طریق

احمد طاہر مرزا صاحب

ماہنامہ ’’تشحیذ الاذہان‘‘ ربوہ جنوری 2000ء میں مکرم احمد طاہر مرزا صاحب کے قلم سے ایک چھوٹی سی نصیحت آموز کہانی شامل اشاعت ہے کہ ایک بزرگ کے پاس کچھ عرصہ دین کا علم سیکھنے کے بعد جب ایک شاگرد واپس اپنے گھر جانے لگا تو بزرگ نے پوچھا: کیا تمہارے ہاں شیطان بھی ہوتا ہے؟۔ وہ بولا: شیطان تو ہر جگہ ہوتا ہے۔ پوچھا کہ اگر تم اللہ میاں سے دوستی لگانی چاہو اور شیطان تمہیں گمراہ کرے تو کیا کرو گے۔ جواب دیا: شیطان کا مقابلہ کروں گا۔

فرمایا: فرض کرو مقابلہ کر کے اُسے مار بھگایا لیکن دوبارہ وہ راستہ میں آ کھڑا ہوا تو پھر......عرض کیا: پھر مقابلہ کروں گا۔

فرمایا: اگر تیسری دفعہ بھی وہ راستہ میں آ جائے تو پھر...... یہ سن کر طالبعلم پریشان ہوا اور کہا کہ میرے پاس شیطان کا مقابلہ کرنے کے علاوہ اور کیا چارہ ہے۔ بزرگ نے کہا کہ تم ساری عمر شیطان سے مقابلہ ہی کرتے رہے تو اللہ میاں تک کب پہنچو گے۔ طالبعلم لاجواب ہو گیا۔

بزرگ نے پھر پوچھا کہ اگر تم اپنے دوست کو ملنے جاؤ اور اُس کا کتا تمہیں دروازے تک نہ پہنچنے دے تو کیا کرو گے۔ شاگرد بولا: کتے کو ماروں گا۔ پوچھا: اگر مارنے سے وہ دور ہٹ گیا لیکن پھر تم پر حملہ کیا تو کیا کرو گے۔ عرض کیا: پھر ماروں گا۔ بزرگ بولے کہ اگر تیسری مرتبہ پھر وہ تم پر حملہ آور ہو تو......۔ جواب ملا کہ پھر اپنے دوست کو آواز دوں گا کہ ذرا باہر نکلو اور اپنے کتے کو پکڑو۔

اس پر بزرگ بولے کہ بس یہی گُر شیطان کا مقابلہ کرنے کا ہے۔ جب بھی تم برائی اور شیطان کا مقابلہ نہ کر سکو تو اللہ میاں سے ہی مدد چاہو۔ شیطان دراصل اللہ میاں کا کتا ہے جس سے اللہ ہی بچا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆



گلدستہ

مرتبہ اے آر خان۔



خدا کی تابعداری

مجلس انصاراللہ ناروے کے رسالہ ''انصاراللہ'' برائے 2011ء میں 'انتخاب' کے زیرعنوان جو تحریریں شامل اشاعت ہیں، اُن میں سے ایک ہدیۂ قارئین ہیں:

جناب خواجہ حسن نظامی دہلوی کا بیان ہے کہ ایک زمانہ میں چار بزرگ ہندوستان میں بہت مشہور تھے۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآباد میں، حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب دیوہ میں، حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پت میں اور حضرت میاں محمد شیر صاحب پیلی بھیت میں۔

مجھے اُس زمانہ میں تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بہت شوق تھا اور مَیں دو برس سے مسلسل ان اعمال کی کوشش کر رہا تھا۔ اور جو شخص جو طریقہ تسخیر ہمزاد اور تسخیر جنات کا بتاتا تھا اس پر محنت کرتا تھا۔ سردی کے موسم میں دریا کے پانی کے اندر آدھی رات کو کھڑے ہو کر عمل پڑھنے سے گردوں میں تکلیف ہوگئی تھی۔ ترکِ حیوانات کے چلّوں سے جسم مرجھا گیا تھا اور ایک طرح کا جنون اور خبط میرے اندر پیدا ہوگیا تھا۔ یکایک مَیں نے سنا کہ پیلی بھیت میں حضرت میاں محمد شیر صاحب تسخیرِ جنّات و تسخیرِ ہمزاد کے بہت بڑے عامل ہیں۔ چنانچہ مَیں دہلی سے ریل میں سوار ہو کر پیلی بھیت گیا۔ میرے دل میں صرف ہمزاد اور جنات کی تسخیر کا شوق تھا، خداپرستی یا خداجوئی کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔

جب مَیں پیلی بھیت کے اسٹیشن پر اترا تو میرے پاس صرف چار پیسے تھے۔ مَیں نے خیال کیا کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے اس لئے میں نے ایک آنہ کے امرود خرید لئے اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مَیں نے دیکھا مٹی سے بنا ہوا ایک کچا چبوترا ہے جس کے اوپر ایک دروازہ ہے۔ دروازہ کا آدھا کواڑ کھلا ہوا ہے اور چوکھٹ کے پاس ایک چھوٹی سی منڈھیا بچھی ہوئی ہے جس پر سانولے رنگ کے چھوٹے قد کے ایک بزرگ بیٹھے ہیں جن کی سفید لمبی داڑھی، گاڑھے کا لباس اور نیلے گھاڑھے سے ایک چھوٹی سی پگڑی سر پر بندھی ہوئی ہے۔

مَیں نے جا کر سلام کیا اور امرود اُن کے قدموں میں رکھ دیئے اور دیگر لوگوں کے ساتھ مٹی کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: کہو میاں دہلی میں خیریت ہے؟ مَیں نے گستاخانہ انداز میں عرض کی کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ مَیں دہلی سے آیا ہوں تو یہ بھی معلوم ہوگا کہ دہلی میں خیریت ہے یا نہیں۔

یہ سن کر شاہ صاحب مسکرائے اور فرمایا ہم تو درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے نام لینے والوں میں سے ہیں جہاں کے تم رہنے والے ہو اور جن کے تم کہوتے ہو۔ یہ امرود کیوں لائے ہو؟

مَیں نے کہا جن کا نام ابھی آپ نے لیا کہ آپ ان کا نام لینے والے ہیں، اُنہی کی نصیحت ہے کہ بزرگوں کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور فرمایا کہ جب چار ہی پیسے پاس ہوں تو انسان انہیں کیوں خرچ کرے!۔

تھوڑی دیر کے بعد پہاڑ کے کچھ آدمی ایک عورت کو لائے۔ اس عورت کی آنکھیں لال تھیں اور وہ بہک رہی تھی۔ ساتھ والوں نے کہا کہ اس عورت پر آسیب ہے۔

شاہ صاحب نے فرمایا تیل منگاؤ۔ تھوڑی دیر میں تیل آ گیا۔ شاہ صاحب نے اس تیل کو نہ اپنے ہاتھ میں لیا اور نہ اس کو دیکھا، نہ اس پر کچھ دَم کیا۔ فرمایا کہ ایک ایک قطرہ تیل کا عورت کے دونوں کانوں میں ڈال دو۔ فوراً تعمیل کی گئی، تیل ڈالتے ہی عورت اچھی ہوگئی، آنکھوں کی سرخی جاتی رہی اور اس کے حواس بھی درست ہو گئے۔ شاہ صاحب پھر مسکرائے اور مجھ سے فرمایا: لوگ کہیں گے کہ یہ عورت میری کرامت سے اچھی ہوئی حالانکہ اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔ مَیں نے تو تیل پر کچھ پڑھا بھی نہیں اور اس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ دراصل عورت کے دماغ میں خشکی تھی، تیل ڈالنے سے وہ خشکی جاتی رہی۔

مَیں نے کہا جاننے والے سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ کے بہلانے اور ٹالنے

سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔

یہ سن کر شاہ صاحب نے پھر تبسم فرمایا۔اس کے بعد ارشاد کیا: میاں! جب ہم تمہاری عمر میں تھے تو ہمزاد اور جنات تابع کرنے کا بہت شوق تھا۔ ہمیں ایک شخص نے تسخیرِ ہمزاد اور تسخیرِ جنات کا عمل بتایا اور ہم نے مسجد میں جا کر اس کو پڑھنا شروع کیا کہ اچانک ایک غیبی چیز نے ہم کو مسجد کے بوریئے میں لپیٹ کر کونے میں کھڑا کر دیا۔ ہم بہت مشکل سے بوریئے سے باہر نکلے۔ بوریئے کو پھر بچھا دیا اور پھر عمل پڑھنا شروع کیا۔ اور پھر ہم کو کسی نے بوریئے میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ چوتھی دفعہ ایک آدمی ہمارے سامنے آیا اور اُس نے کہا میں جنّ ہوں، تُو یہاں کیوں بیٹھا ہے اور کیا پڑھ رہا ہے؟ ہم نے کہا: جنات اور ہمزاد کو تابع کرنے کا عمل پڑھ رہا ہوں۔ اُس نے کہا: ارے دیوانے! تُو خدا کا مسخّر ہو جا اور خدا کا تابعدار بن جا، ساری مخلوق تیری مسخّر اور تابعدار بن جائے گی۔ اور ہم جنات بھی خدا کی مخلوق ہیں ہم تیرے تابعدار ہو جائیں گے۔ بس اس دن سے ہم نے تو جنّات اور ہمزاد کی تسخیر کے عملیات چھوڑ دیئے اور خدا کے دروازے پر آن بیٹھے۔

شاہ صاحب کی یہ بات سن کر میرے دل کی آنکھیں کھل گئیں اور ایک کانٹا نکل گیا جو دو برس سے میرے خیال میں چبھا ہوا تھا اور اس دن میں نے عہد کیا کہ اب خدا کی تابعداری کے سوا اور کسی چیز کی تسخیر کا عمل نہیں پڑھوں گا۔

☆☆☆☆☆☆

اور مسجد تعمیر ہوگئی

ماہنامہ ’’تشحیذ الاذہان‘‘ اگست 2006ء میں حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ سبز پگڑی والے کا بیان فرمودہ ایک واقعہ (مرسلہ: مکرم انصر حسین صاحب) شائع ہوا ہے۔ آپؓ بیان فرماتے ہیں کہ: نگلہ گھنو میں جہاں ہم نماز پڑھتے تھے وہ دُور سے چوپال ہی معلوم ہوتی تھی۔ ایک دن میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اگر اس کے مینار بن جائیں اور مسجد کے صحن میں کنواں اور غسل خانہ وغیرہ بن جائے تو یہ دُور ہی سے مسجد معلوم ہوگی۔ میں نے اس بارہ میں حضورؓ کی خدمت میں لکھا تو حضورؓ نے جواباً فرمایا کہ بہت جلد خرچ کا اندازہ لگا کر اطلاع دو۔ میں نے حضورؓ کو لکھا کہ میری منشاء یہ ہے کہ حضور صرف دس یا بیس روپے تبرکاً بھیج دیں، باقی جو خرچ آئے گا وہ انہیں لوگوں سے لے کر پورا کیا جائے تا کہ انہیں بعد میں اس کی مرمت اور آبادی کا خیال رہے۔ حضورؓ نے میری تجویز کو مناسب سمجھا اور بیس روپے روانہ فرما دیئے۔ میں نے دس روپے اپنی جیب سے ڈال کر سب سے پہلے مسجد کے صحن میں ایک چھوٹا سا کنواں بنوایا اور پھر گاؤں کے احباب کو جمعہ کی نماز کے بعد اکٹھا کر کے چندہ وصول کیا۔ کسی نے پانچ روپے دیئے اور کسی نے یہ کہا کہ ہم اپنی گاڑیوں پر اینٹیں لے آئیں گے اور غریبوں نے کہا کہ ہم مزدوری کریں گے۔ رئیس جان محمد نے کہا کہ میں پچیس روپے اپنے گھر کی طرف سے دوں گا۔ میں نے کہا کہ آپ کے گھر سے یک صد روپیہ پورا کرنا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ پھر میں کچھ بھی نہیں دیتا۔ میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ سے یک صد روپیہ ہی وصول کرونگا ورنہ میں دوسرے دیہات کے احباب سے مسجد کے لئے مانگ لاؤں گا۔ غرضیکہ وہ روپیہ دینے سے انکاری ہوگیا اور قدرے دل سے ناراض بھی۔ مگر میں جانتا تھا کہ یہ امیر آدمی ہے زیادہ پیسے بھی دے سکتا ہے۔ ابھی تین دن ہی گزرے تھے کہ نصف شب کے قریب جان محمد کی اہلیہ آئیں اور دروازے پر دستک دے کر اونچی آواز سے کہنے لگیں کہ جلدی میرے ساتھ گھر چلیں، مظفر کے ابا کا سانس بند ہو رہا ہے۔ میں وضو کر کے اس کے ساتھ گیا۔ دیکھا تو نبض کمزور ہے سانس رکا ہوا ہے غرضیکہ نزع کا سا عالم طاری تھا۔ میں نے کٹورے میں پانی منگوایا۔ اس وقت وہاں گاؤں کے سب لوگ جمع تھے۔ میں نے اس پانی پر دعا پڑھ کر اس پر پھونکا اور دل میں دعا کی کہ مولا کریم! تو عزیز بھی، تو حکیم بھی اور شافی بھی ہے۔ تو اگر اس پانی میں ہی شفا رکھ دے تو تیرا گھر بن جائے گا۔ میں نے چمچ سے پانی اس کے منہ میں ڈالا اور پانی خود بخود راستہ بناتا ہوا حلق سے اتر گیا۔ سانس چلنے لگا۔ میں نے ایک چمچ پانی اور ڈالا وہ بھی جلد ہی حلق سے اُتر گیا۔ پھر تیسرا چمچ ڈالا وہ بھی بلا روک اتر گیا۔ اب سانس درست ہونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر درود پڑھ کر دعا کی اور وہ بھی اسی چمچ سے پلایا ابھی چھٹا چمچ ہی اس کے منہ میں ڈالا تھا کہ اس نے اپنی بیوی کو میری طرف اشارہ کر کے کہا انہیں سو روپیہ دیدو۔ گاؤں کے سب لوگ اس بات پر حیران ہو گئے کہ خدا تعالیٰ نے صرف پانی سے ہی شفا دیدی۔ اس کی بیوی نے سو روپے گن کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے نمبردار بجو خان کو کہا کہ اپنے پاس رکھ لو۔ اس نے مسکرا کر روپے اٹھا لئے۔ وہاں کے تمام لوگ خوش بیٹھے تھے اور مریض نے آہستہ آہستہ

باتیں کرنا شروع کر دیں لیکن یہ کہہ کر کہ ابھی آرام کرو اس کو روک دیا۔ وہ مجھے اپنے پاس سے اٹھنے نہ دیتا تھا۔ میں نے دس روپے مریض کی بیوی اور پانچ روپے اس کی بہو سے بھی وصول کئے اور نمبردار کو دیدیئے۔ فجر کے وقت مسجد میں نمازی آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ سب سن لو بھائی ہمارے مولوی صاحب جو بات کہا کریں مان لیا کرو۔ دیکھ لو اللہ میاں گلے سے پکڑ کر مولوی صاحب کی بات پوری کروا دیتا ہے۔ بہرحال اللہ کے فضل سے ہماری مسجد مکمل ہو گئی۔

☆☆☆☆☆☆

غیر مسلموں میں شادی۔ ایک انتباہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک مجلس میں اہل کتاب سے شادی کے بارہ میں سوال ہوا تو آپؒ نے فرمایا: ’’پھر دیکھ لو! اگر بچے اپنی والدہ کے مذہب پر اور معاشرے پر رہے تو کیا تم برداشت کر لو گے کہ وہ گرجا جائیں اور عیسائی معاشرے کی طرح بود و باش اختیار کر لیں؟‘‘۔ جماعت احمدیہ امریکہ کے رسالہ ’’النور‘‘ جولائی و اگست 2006ء میں مکرم محمد شریف خان صاحب ایک ایسا واقعہ بیان کرتے ہیں جو حضورؒ کے جواب کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ 1890ء کے قریب میرے دادا عبدالحکیم صاحب کی رہائش لاہور میں تھی، ان کے والد محکمہ انہار میں افسر تھے، گھر میں رزق کی فراوانی تھی۔ لیکن عبدالحکیم صاحب کے جی میں کیا آئی کہ میٹرک کر کے بیرون ملک جانے پر مصر ہوئے۔ والدین نے ڈانٹ ڈپٹ کر کے روکا، پھر شادی بھی کر دی مگر ایک دن وہ اچانک غائب ہو گئے، کوئی سراغ نہ ملا۔ بیوی مایوس ہو کر اپنے بھائی کے پاس چلی گئی جہاں کچھ عرصہ بعد اُس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا نام حبیب اللہ رکھا گیا۔ پھر دو سال بعد اچانک آسٹریلیا سے عبدالحکیم صاحب کا خط موصول ہوا جس پر پتہ درج نہیں تھا۔ پھر گاہے گاہے خط ملنے لگے۔ معلوم ہوا کہ وہ سڈنی میں رہ رہا ہے اور اس کا کپڑے کا ایک سٹور ہے۔ ایک انگریز کیتھولک عورت سے شادی کر لی ہے اور اب واپسی کا کوئی ارادہ نہیں۔ اس پر والدین نے اُس سے رہا سہا تعلق بھی توڑ لیا۔

جب حبیب اللہ بڑے ہوئے تو اپنے والد سے ملنے کی شدید خواہش نے جنم لیا۔ مشن سکول ڈسکہ کو اس خواہش کا علم ہوا تو انہوں نے ایک شرط پر یہ خواہش پوری کرنے کی حامی بھری کہ پہلے بپتسمہ لیں۔ حبیب اللہ اس کے لئے بھی تیار ہو گئے لیکن جونہی والدہ کو علم ہوا تو وہ انہیں زبردستی واپس لے گئیں اور انہوں نے تعلیم گوجرانوالہ سے حاصل کی۔ پھر فوج کی میڈیکل شاخ میں بھرتی ہو گئے۔ ڈاکٹر بن کر افریقہ بھجوائے گئے۔ وہاں احمدیت قبول کرنے کی توفیق مل گئی۔ 33 سال نوکری کر کے 1948ء میں واپس اپنے گاؤں آ گئے۔

اُدھر آسٹریلیا میں عبدالحکیم صاحب کے ہاں تین لڑکیاں اور ایک لڑکا یوسف پیدا ہوا۔ بچے بڑے ہوئے تو عیسائیت کی طرف راغب ہوئے۔ اس پر میاں بیوی میں تکرار رہنے لگی جو آہستہ آہستہ اتنی بڑھی کہ طلاق پر منتج ہوئی۔ بچے والدہ کے ساتھ چلے گئے اور گھر ٹوٹنے کے اثرات اُن پر بھی ظاہر ہوئے۔ ایک بیٹی نے ساری عمر شادی نہیں کی جبکہ لڑکا شراب نوشی کے نتیجہ میں ہسپتال میں فوت ہو گیا۔ باقی دو لڑکیوں نے عیسائیوں کے ساتھ شادی کی اور اُن کی اولاد بھی اسلام سے بے بہرہ اور عیسائی ہے۔ گو بچے طلاق کے بعد بھی اپنے والد سے پیار کرتے رہے لیکن مذہب کے معاملہ میں اپنی والدہ کے زیر اثر رہے۔ ان حالات سے تنگ آ کر جب عبدالحکیم پرانے رشتوں کی تلاش میں نکلے تو پتہ چلا کہ والدین وفات پا چکے ہیں، بیوی لمبی جدائی کے بعد اب اُنہیں کسی طور خوش آمدید کہنے کی روادار نہیں، بیٹا افریقہ میں ہے اور ایک مخلص احمدی ہے۔ باپ بیٹے میں رابطہ ہوا تو بیٹے نے اُنہیں تبلیغی خط لکھے۔ عبدالحکیم 1935ء میں افریقہ آ کر بیٹے کو ملے مگر احمدی نہیں ہوئے اور اسی اختلاف کے باعث دلبرداشتہ ہو کر واپس آسٹریلیا چلے گئے۔ آخری عمر میں اُن کی شدید خواہش تھی کہ اُن کی وفات اپنے وطن میں ہو۔ جنوری 1953ء میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار بھی کیا اور جہاز کا ٹکٹ بھی خرید لیا۔ لیکن اچانک اُن کی وفات کی اطلاع ملی اور سڈنی کے مسلمانوں نے اُن کو وہیں دفن کر دیا۔

عبدالحکیم صاحب میرے دادا تھے اور پرانے کاغذات دیکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اُن کے پتہ پر اب خط لکھ کر دیکھوں تا کہ پتہ چلے کہ اُن کی اولاد کا کیا حال ہے۔ آخر مجھے اُن کی سب سے چھوٹی بیٹی ویلری بُش کا خط موصول ہوا۔ اُس نے لکھا کہ اُس کی والدہ، خالائیں اور ماموں وفات پا چکے ہیں۔ کچھ مزید معلومات بھی لکھیں۔ جب مَیں نے دادا کی قبر کے بارہ میں استفسار کیا تو اُس نے جواباً پوچھا کہ اُن کا مذہب کیا تھا؟ ہندو، عیسائی یا یہودی، کیونکہ مذہب معلوم ہونے

پر علاقے کے متعلقہ قبرستانوں کے ریکارڈ سے کچھ معلوم ہو سکے گا۔ یہ جواب پڑھ کر میں سکتہ میں آگیا کہ جو ساری عمر اسلام سے چمٹا رہا لیکن ایک لغزش کی پاداش میں اپنی شناخت کھو بیٹھا۔

سورۃ البقرہ آیت 222: ''اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں......'' کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ''بعض لوگ اپنی زندگی مزے میں گزارنے کے لئے ایسی عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں جو ایمان میں کمزور ہوتی ہیں۔ دینی لحاظ سے کمزور عورت نسلیں بگاڑ دیتی ہے۔ وہ خود بھی ایسی باتوں کی طرف مائل ہو سکتے ہیں جس کی وجہ سے جنت سے محروم ہو جاتے ہیں۔''

☆☆☆☆☆☆

محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا اپنے بھائی کے نام خط

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 25؍جولائی 2005ء میں محترم ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کا ایک خط شائع ہوا ہے جو آپ نے اپنے بھائی مکرم چودھری عبدالحمید صاحب کو تحریر کیا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے بھائی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ابا جان کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کا امتحان 18 اپریل کو شروع ہے۔ شاید آپ کو یہ خط تب ملے گا جب امتحان چار پانچ دن رہ گیا ہوگا اور آپ کی تیاری ہو چکی ہوگی۔ اگر تیاری خاطر خواہ نہ بھی ہوئی ہو تو بھی آپ گھبرائیں نہیں۔ امتحان جہاں تیاری پر منحصر ہوتے ہیں اس کے علاوہ Keeping your wits about you پر بھی انحصار رکھتے ہیں۔ جو چیزیں آپ کو بہت اچھی طرح آتی ہوں ان سے پورا فائدہ اٹھانا امتحان میں ضروری ہوتا ہے۔

آپ کو شاید اس وقت تو یہ مضمون حساب فزکس، کیمسٹری وغیرہ بے کار معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ ان میں Top پر رہنے میں دو پوائنٹ ہوتے ہیں۔ (1) اگر آپ ان مضمونوں میں بہتر نتیجہ دکھائیں تو اگرچہ آپ کی ان میں دلچسپی نہ بھی ہو تو بھی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ محنت کر سکتے ہیں اور دوسرے آپ ذہین ہیں۔ زندگی میں کامیابی محنت اور ذہانت سے ہے۔ ایک معمولی کلرک بن جانا یا معمولی دکاندار بن جانا یا معمولی میکینک بن جانا آپ کو خوش نہیں کر سکتا۔ زندگی Ambition کا نام ہے۔ اور وہ Ambition کیا ہے؟ سب سے چوٹی پر رہنا۔ جس شخص کی زندگی میں Ambition نہیں ہے وہ مردہ ہے۔ ماں باپ بھائی کسی کے کام نہیں آسکتے۔ ہر شخص نے اپنی زندگی خود بنانی ہوتی ہے۔ آپ کی عمر میں انسان کو احساس نہیں ہوتا کہ وقت کس طرح خرچ کرنا چاہئے، زندگی بھر میں کونسی چیزیں کام آئیں گی۔ لیکن محنت کی عادت ایسی چیز ہے کہ ایک بار پڑ جائے تو کامیابی آپ کے قدم چومتی ہے۔ محنت کرنا کوئی آسان چیز نہیں۔ بہت کڑوی ہے۔ (جی کہتا ہے) کہ یہ مصیبت ہے، لوگ مزے کر رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ جو لوگ اس عمر میں مزے کرتے ہیں وہ ساری عمر روتے رہتے ہیں۔ مزے کرنے کا بھی وقت ہو اور کام کرنے کا بھی وقت ہو تو زندگی حسین ہوتی ہے۔ آپ کا مطمح نظر یہ ہونا چاہئے کہ آپ رات کو جب سوئیں تو سونے سے پہلے یہ سوچیں کہ کیا آپ کا دن اچھا گزرا ہے۔ پڑھنے کے وقت آپ پڑھتے ہیں؟ کھیلنے کے وقت آپ کھیلتے ہیں؟ یاد رکھیں ہم بہت غریب ہیں۔ ہمارے پاس سوائے محنت اور ذہانت کے اور کچھ نہیں کہ ہم اوپر چڑھ سکیں۔ آپ کے سامنے ہزاروں میدان ہیں آپ محنت کریں تو بڑے سے بڑے تاجر، بڑے سے بڑے میکینک ہو سکتے ہیں۔ ایک بار عزم کریں اور پھر محنت۔ اس وقت آپ کے سامنے Studies کا میدان ہے۔ آپ یقیناً اس قابل ہیں کہ آپ سب کو پیچھے چھوڑ سکیں۔ اگر پہلے وقت ضائع ہو گیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ عزم کے ساتھ کیا ہوا دو دن کا کام لوگوں کے مہینوں کے کام سے بہتر ہوتا ہے۔

(2) آپ کی تعلیم کا دوسرا فائدہ یہ کہ ریاضی، فزکس وغیرہ آج دنیا کی کلید ہیں۔ بجلی، موٹریں، انجینئرنگ سب کچھ ریاضی کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ لوہا کیسے بنتا ہے۔ یہ کاریں کیسی چلتی ہیں۔ آپ کی عمر کے بچے یہاں خود ریڈیو سیٹ (Radio set) اور کاریں بنا لیتے ہیں۔ آپ بھی سب کچھ کر سکتے ہیں صرف چھوٹی چیزوں کا خیال چھوڑ دیں۔ بہت بڑی چیزیں آپ کے سامنے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

فرمان

امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

''یاد رہے کہ مسیح موعودؑ کے وقت میں موتوں کی کثرت ضروری تھی.................. یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ جو لکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے دم سے لوگ مریں گے اور جہاں تک مسیح کی نظر جائے گی اس کا قاتلانہ دم اثر کرے گا.................. معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ اس کے نفحات طیبات یعنی کلمات اس کے جہاں تک زمین میں شائع ہونگے تو چونکہ لوگ ان کا انکار کریں گے اور تکذیب سے پیش آئیں گے اور گالیاں دیں گے اس لئے وہ انکار موجب عذاب ہو جائے گا.................. اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہو جانا۔ اتمام حجّت کے لئے نبی کو لاتا ہے۔ اور اس کے قائم ہونے کے لئے ضرورت پیدا کرتا ہے۔ اور سخت عذاب بغیر نبی کے قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا.................. اے غافلو! تلاش تو کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو''۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ 7 تا 9 مطبوعہ 1906ء۔ روحانی خزائن مطبوعہ لندن صفحہ 399 تا 401)

عالمگیر تباہیوں کا انجام اور ان کے نتائج

امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’یاد رہے کہ............جس قدر خدا نے تباہی کا ارادہ کیا ہے وہ پورا ہو چکے گا۔ تب خدا کا رحم پھر جوش مارے گا اور پھر غیر معمولی اور دہشتناک زلزلوں کا ایک مدّت تک خاتمہ ہو جائے گا............اور جیسا کہ نوحؑ کے وقت میں ہوا کہ ایک خلق کثیر کی موت کے بعد امن کا زمانہ بخشا گیا ایسا ہی اس جگہ بھی ہو گا............یعنی پھر لوگوں کی دعائیں سنی جائیں گی اور وقت پر بارشیں ہونگی اور باغ اور کھیت بہت پھل دیں گے اور خوشی کا زمانہ آجائے گا اور غیر معمولی آفتیں دور ہو جائیں گی تا لوگ یہ خیال نہ کریں کہ خدا صرف قہّار ہے رحیم نہیں ہے اور تا اس کے مسیحؑ کو منحوس قرار نہ دیں‘‘۔

(تجلیات الٰہیہ، صفحہ 6، 7 مطبوعہ 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 399)

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا............میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنے سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا............

خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہو گا‘‘۔

(تجلیات الٰہیہ، صفحہ 17، 18 مطبوعہ 1906ء۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)